

# ہندوستان کی جاسوسی تنظیم

RAW

ترتیب ترجمہ  
موسیٰ خان جلالزی

افغانستان بھادر ریفورس

# ہندوستان کی جاہلی تنظیم

ترتیب و ترجمہ :  
موسیٰ خان جلالی



افغانستان جہاد ریفرنس لاهور

ایڈیشن اگست ۱۹۸۷ء  
 کتاب ہندوستان کی جاسوسی تنظیموں پر،  
 ترتیب موسیٰ خاں جلالزی  
 افغان جہاد ریفرنس  
 قیمت ۲۰ روپے  
 تعداد ۵۰۰

# فہرست مضامین

- ۱ - بھارت اسرائیل گٹھ جوڑ
- ۲ - بنگلہ دیش میں درا، کی سرگرمیاں
- ۳ - افغان مجاہدین کے خلاف درا، کی سرگرمیاں
- ۴ - درا، کیسے وجود میں آیا؟
- ۵ - عسکری خفیہ ادارہ
- ۶ - راکی ذمہ داریاں
- ۷ - خفیہ حکمت عملی
- ۸ - ادارہ جاسوسی
- ۹ - گودا ڈیا ہوشل
- ۱۰ - دست و مار لوڈس
- ۱۱ - تربیت گاہ
- ۱۲ - جاسوسی یا خفیہ حکمت عملی
- ۱۳ - پختہ کلام
- ۱۴ - تسلسل تربیت
- ۱۵ - نیا تصور
- ۱۶ - جاسوسی
- ۱۷ - کارگزاریاں
- ۱۸ - بے اصل داستان یا باطل خیال
- ۱۹ - اطلاعات کی بہم رسانی

- ۲۰ - ضمنی سرانفرسانی  
 ۲۱ - افزائیں پھیلا نا  
 ۲۲ - خصوصی مہمانات  
 ۲۳ - بنگلہ دیش کا وجود  
 ۲۴ - مہم کا آغاز  
 ۲۵ - ابتدائی رپورٹ  
 ۲۶ - اگر تہ سازش  
 ۲۷ - راکی تحریک کا آغاز  
 ۲۸ - مشرقی پاکستان کے لیڈروں کے مطالبے  
 ۲۹ - انتخابات کا وعدہ  
 ۳۰ - عوامی لیگ نے انتخابات اکثریت سے جیت لیے  
 ۳۱ - را کے اندازے  
 ۳۲ - مجیب کی گرفتاری اور تاجدین کی نقل مکانی برائے کلکتہ  
 ۳۳ - مکتی باہنی  
 ۳۴ - پاکستان نے اعلان جنگ کر دیا  
 ۳۵ - ہنگامی اقدام  
 ۳۶ - قتل شیخ مجیب  
 ۳۷ - ضمنی انقلاب  
 ۳۸ - سکیم کی فوجی مہمات  
 ۳۹ - سکیم کا ہنگامہ

۴۰۔ سی آئی اے کے پھندے  
 ۴۱۔ رائے بنیادی وجوہات کا تجزیہ اکٹھا کیا  
 ۴۲۔ راہنماؤں کے قتل کا منصوبہ

۴۳۔ ریفرنڈم  
 ۴۴۔ ایم ایم بنانے کے منصوبے کی منظوری  
 ۴۵۔ پورینا

۴۶۔ سخت حفاظتی اقدام

۴۷۔ پوکھاراں کا حادثہ

۴۸۔ امورِ خارجه

سی بی آئی بھارتی جاسوسی ادارہ

۴۹۔ سی بی آئی کا تنظیمی ڈھانچہ

۵۰۔ بنگلہ دیش کو مستقل طور پر غلام بنائے رکھنے کی خوفناک

بھارتی سازش سے پہلی بار پردہ اٹھتا ہے۔

بھارت کے ہاتھوں بنگلہ دیش کی تباہی

معاہدوں کے خدو خال

## بھارت اسرائیل گٹھ جوڑ

یہ بات روز بروز روشن کی طرح عیاں ہے کہ یہود ہندو کا خفیہ گٹھ جوڑ ہندوستان کے گاندھی جی کی ملک بدری کے ایام سے ہی عمل میں آچکا تھا۔ یہ اُس وقت کی داستانِ طویل ہے۔ جب انگریزوں کے خلاف تحریکِ خلافت نے اور ہندوؤں نے اپنے اپنے تئیں ہندوستان سے نکل جانے کے لئے تحریکیں چلائیں۔ ایک طرف تحریکِ خلافت تھی۔ جس کے وقتی طور پر ناکام ہو جانے کے بعد مسلم لیگ نے انگریزوں کو ہندوستان سے نکلانے اور مسلمانوں کے لئے آزاد مملکت کے حصول کے لئے کوششیں شروع کیں۔ تو دوسری طرف ہندو کانگریس انگریزوں کے خلاف ابھری فرنگی دشمنی کے صلے میں گاندھی کو جب ملک بدر کیا گیا تو اس نے افریقی ممالک میں جا کر پناہ حاصل کر لی۔ عرصہ دراز تک جلاوطن رہے۔ اور افریقہ کی خاک چھانسنے کے ساتھ ساتھ یہودیوں کو تلاش کرتے رہے آخر کار ان کو یہ کامیابی اُس وقت حاصل ہوئی۔ جب ایک یہودی جو انگریزوں اور مسلمانوں دونوں قوموں کے خلاف تھا۔ اُس سے ملاقات ہوئی تو گاندھی نے اُس یہودی کے ساتھ مل کر ایک لائحہ عمل تیار کیا۔ جس کا مطلب یہ تھا کہ مسلمان قوم ہندوؤں اور یہودیوں کی دشمن ہے۔ لہذا ہندوستان سے انگریزوں کو نکال کر مسلمانوں کو نہ صرف محکوم بنالیا جائے بلکہ ان کو ان کے دین سے منحرف کر دیا جائے نیز ہندوستان میں یہودیوں کو آباد کیا جائے۔ اور مسلمانوں کو نکال کر ان کی جائیدادوں پر قبضہ کر لیا جائے اور یہ جائیدادیں یہودیوں کی ملکیت بنا دی جائیں

ادھر زیادہ روس کا خاتمہ کر کے وہاں یہودیوں کی حکومت قائم کی جائے۔ اور فلسطین میں یہودیوں کو دوبارہ غلبہ دلایا جائے۔ اور پھر آہستہ آہستہ ڈھکیل کر خیرنگ یہودی ریاست قائم کی جائے۔ تاریخ کا مطالعہ کرنے والوں کے لئے یہ بات سمجھنے میں ذرا بھی دشواری نہیں ہوگی۔ کہ یہ حقیقی تاریخ کے لحاظ سے بالکل صحیح اور واضح ہیں۔ گواد پر کے فقرات میں ترتیب کے لحاظ سے کمی و بیشی اور واقعات کا تسلسل قائم رکھنے اور تاریخ کے واقعات کو ترتیب میں رکھ کر ذہن نشین کرنے میں ذرا سی دشواری تو ضرور ہو سکتی ہے۔ مگر ان واقعات کو جھٹکایا نہیں جاسکتا۔ آپ کو یاد ہوگا کہ جب یہودیوں نے اسلام قبول کرنے سے انکار کیا تو ان کو خیر اور دیگر عرب بستیوں میں امن اور صلح کے ساتھ رہنے کے لئے جزیہ ادا کرنے کے ساتھ ساتھ مذہب لوگوں کی زندگی بسر کرنے کی زحرف اجازت دے دی گئی بلکہ معاہدے ہوئے۔ مگر یہودیوں نے ہر معاہدے کی زحرف خلاف در زحرف کی بلکہ مسلمانوں کے خلاف سازشوں میں مصروف ہو گئے جس کی وجہ سے ان کو عرب ممالک سے نکالا گیا۔ چنانچہ انہوں نے یورپی ممالک میں جا کر پناہ حاصل کرنی۔ مگر وہاں بھی اپنی حرکتوں سے باز نہ آئے۔ چنانچہ انگریزوں نے ان کو یورپ سے مار بھگایا۔ ان میں سے کچھ یہودی روس میں اور کچھ افریقہ کے ساحلی ممالک اور بعض امریکہ بھاگ گئے۔ اس وقت سے یہودی مسلمانوں اور انگریزوں دونوں کے خلاف مصروف جنگ ہیں۔ ہنود بھی کچھ اسی قبیلے سے تعلق رکھتے ہیں۔ یہ بچھڑا پو جھنے والی قوم حضرت موسیٰ علیہ السلام کے وقت سے ہی ہر اس قوم کے خلاف ہیں۔ جو اللہ اور اور اس کے نبیوں پر ایمان رکھتے ہوں۔ قرآن اور تاریخ کا مطالعہ کرنے والوں کی سمجھ میں یہ بات باسانی آجاتی ہے۔ کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کے وقت میں سامری نے بچھڑا بنا کر ایسے لوگوں کو اپنا پیروکار بنا لیا۔ تو موسیٰ علیہ السلام کی طور سے واپسی پر ان لوگوں کو موسیٰ علیہ السلام،

اور آپ کے ماننے والے پیردکاروں اور امتیوں نے سامری اور اس  
 کے پیردکاروں کو مار بھگایا۔ چنانچہ یہ لوگ ہندوستان اور اس کے  
 مشرقی علاقوں میں بھاگ گئے۔ اور کچھ نے ہماروں پر پناہ لیا۔  
 تاریخ کا تجربہ کرنے سے احمقاً نتیجہ یہی برآمد ہوتا ہے کہ یہود  
 اور ہندو یہ دونوں بد بخت قریب مسلمانوں کے خلاف برسرِ پیکار ہیں جب  
 وقت اور قوت حاصل ہو جائے تو برسرِ عام میدانِ جنگ میں اعلانِ جنگ  
 کئے بغیر کود پڑتے ہیں۔ لیکن بصورتِ دیگر اگر قوت حاصل نہ ہو تو سرد  
 جنگ مسلسل جاری رکھتے ہیں اور یہ سرد جنگ کیا ہے۔ دنیا کا سچا  
 سچہ جانتا ہے کہ ہندوؤں اور یہودیوں نے نہ صرف اعلیٰ ذمہ طور پر جنگی  
 معاہدے کئے ہوئے ہیں۔ بلکہ خفیہ تحریکیں مشترکہ طور پر چلانے کے  
 لئے بھی مشترکہ معاہدے کئے ہوئے ہیں۔ ظاہری طور پر اپنی عسکری  
 قوت میں اضافہ کرنا اور اسے تباہ کن ہتھیاروں سے لیس کر کے  
 کر کے دنیا میں اپنا سکہ جمانا۔ اور خفیہ طور پر خفیہ تحریکیں قائم کر کے  
 انگریزوں اور مسلمانوں کے خفیہ راز چرانا اور ان کے ممالک میں تحریکیں  
 سرگرمیاں عروج پر لاکر تباہ کاری کو فروغ دینا۔ مسلمانوں کو ہمیشہ  
 کے لئے نہ صرف ذمہی طور پر تباہ کرنا بلکہ معاشی لحاظ سے بھی ان کی اقتصادیات  
 کو تباہ کرنا ہے۔ مسلمانوں کو ان کے گھروں سے اور ملک سے نکال باہر  
 پھینکنا اور ان کی ریاستوں پر قبضہ کرنا۔ یہ ان کے معاہدوں اور خفیہ  
 تحریروں میں شامل ہے۔

چنانچہ سب سے پہلے زائرین روس کا خاتمہ کر کے روس میں عیسائی  
 حکومت کا خاتمہ کیا گیا۔ اور وہاں یہودی حکومت قائم کی گئی۔ حالانکہ  
 یہ ایک اقلیتی حکومت ہے جو محض اپنے جوڑ و ستم کی بنا پر قائم ہے۔  
 اسے عوام کی کبھی بھی حمایت حاصل نہیں ہوئی۔ اور زنا ب ہے۔  
 دوسری طرف انگریزوں کو اپنی اس سلطنت سے حکومت برطانیہ

کو ایسے دخل کر کے ایک کونے میں لگا دیا۔ جہاں کبھی سورج غروب  
 نہیں ہوتا تھا۔ اور اب اُس کونے میں جہاں سورج کی روشنی کم اور  
 تاریکی زیادہ رہتی ہے حکومت برطانیہ سمٹ کر رہ گئی ہے۔ شاید  
 یہ اس عمل کا نتیجہ ہے کہ تاریخ اپنے آپ کو دہراتی ہے۔ لیکن اس  
 سارے عمل میں یہودی تو اپنے منصوبے میں کامیاب ہو گئے۔ مگر  
 ہندو کسی حد تک ناکام رہے۔ کیونکہ انگریزوں میں لیڈرشپ اور سیاست  
 کا فقدان تھا۔ مگر بد حال مسلمانوں میں سیاست کا فقدان نہیں تھا۔  
 انہوں نے قائد اعظم کی رہنمائی میں اپنے لئے ایک وسیع و عریض علاقہ  
 پاکستان آزاد مملکت حاصل کر کے نہ صرف انگریزوں سے آزادی  
 حاصل کر لی بلکہ ہندو کی زنجیروں کو بھی توڑ پھینکا۔ لیکن ہندو کی  
 عیاری خاموش نہ رہی۔ اُس نے یہودیوں کی طرز پر مسلمانوں کی اختلاف  
 سر و جنگ جاری رکھی۔ جو آج تک جاری ہے۔ جس طرح یہودی  
 لابی نے "کے جی بی" K.G.B کی خفیہ تنظیم قائم کر کے پوری دنیا کو تخریب  
 کاری کی لپیٹ میں لے لیا۔ اُسی طرز پر ہندوستان کی ہندو حکومت نے  
 اپنی خفیہ تنظیم "را" RAW قائم کی اور ان دونوں تنظیموں یعنی "را"  
 RAW اور "کے جی بی" K.G.B نے جنگی معاہدوں کے ساتھ ساتھ  
 خفیہ معاہدے بھی کئے۔ یہ دونوں تنظیمیں آپس میں مل کر مسلمان  
 حکومتوں کے خلاف خفیہ ہمت تیار کر کے ان کو سر کرنے میں دن رات  
 تگ و دو میں لگے ہوئے ہیں۔ مگر کاش کہ مسلمان اب بھی جاگ اٹھیں  
 اس خوابیدہ غفلت قوم کو جگانے والے اور اس بے فکر  
 قوم کی راہنمائی کرنے والے تو اس قوم نے بہت پیدا کئے۔ مگر کاش  
 کہ قوم مسلم اپنے ان محسنوں کی بات مان لے جنہوں نے ان کو جگانے  
 کی کوشش کی۔ ان کی آواز سن لیں۔ اب آئیے ذرا بھارت اور روس  
 (یعنی ہندو اور یہود) کے خفیہ معاہدات کا تاریخی پس منظر میں

مختصر سا تجزیہ کریں۔  
 حکومت برطانیہ نے جب گاندھی کو ملک بدر کیا۔ یا یوں کہہ لیجئے  
 کہ جب گاندھی نے انگریزوں کو ہندوستان سے نکلنے کے لئے  
 بیرون ملک جا کر ۱۸۹۳ء سے ۱۹۱۴ء تک کے دوران جنوبی افریقہ  
 میں قیام کیا۔ اسی عرصہ میں ان کے دو قریب ترین دوستوں میں  
 ایک ایچ۔ ایس۔ ایل (H.S.L. POLOCK) پولاک نامی ایک یہودی  
 انگریز تھا یہ شخص جو ہنزبرگ کے ایک اخبار سے منسلک تھا پورے  
 گاندھی کا دست راست تھا۔ اور اُس نے ۱۹۰۵ء سے ۱۹۰۸ء  
 تک گاندھی کے امانی کی حیثیت سے کام کیا۔ وہ ۱۹۱۳ء میں ایک  
 مختصر عرصے کے لئے گاندھی کے ہمراہ جیل بھی جا چکا ہے۔  
 جنوبی افریقہ میں گاندھی اس کا دوست رہی دوست ہر مین کوٹن

HERMAN COLN تھا جو لیٹونیا کا یہودی اور صہیونیت کا زبردست حامی  
 تھا۔ جب گاندھی نے برطانوی حکومت کے خلاف ستیہ گرہ کی تحریک شروع  
 کی تو کوٹن نے اس میں سرگرمی سے حصہ لیا۔ بالآخر ۱۹۴۵ء میں یہی ردِ شتم  
 چلا گیا۔ اور وہیں مر گیا۔ اس کے خاندان کے بہت سے افراد اب  
 بھی وہاں آباد ہیں۔

اسی طرح ایک اور برطانوی یہودی ایل۔ ڈیویرنچ لافرم Law

FIRM ملازم تھا۔ جسے بعد میں ۱۹۰۶ء میں ساؤتھ افریقن برٹش انٹرن  
 کیمنٹری کا سیکرٹری بنا دیا گیا اور یہ گاندھی کا معتمد و دست تھا

اگست ۱۹۳۶ء میں ایک اور یہودی مینوئل اولس وینر تجارت میں

خفیہ مقاصد کے لئے آیا۔ اور اس نے گاندھی، نہرو اور خان عبدالغفار

خان اور کانگریس کے دیگر رہنماؤں سے ملاقات کی۔ اور نومبر کو وہ اس

فلسطین چلا گیا۔ ایک اور یہودی خفیہ مقاصد کی تکمیل کے لئے ۱۳۹

میں آیا اس کا نام جوزف فیربلی تھا۔ ۱۹۴۶ء میں یہودیوں کا ایک

زندگاندھی سے خفیہ مذاکرات کے لئے آیا اس وفد میں ظاہری طور پر پروفیسر تھے جو دراصل یہودی فوجی اور خفیہ جاسوس تنظیم کے نمائندے تھے الغرض اس طرح کسی تاریخی مثالیں موجود ہیں۔

بھارت پہلا ملک ہے جس نے اسرائیل کو تسلیم کیا۔ ۱۹۵۰ء میں بھارت میں اسرائیلی سفارت خانہ قائم ہوا۔ ۱۹۶۲ء میں اسرائیل اور بھارت کے درمیان ہائٹی سفیدان میں تعاون کا معاہدہ ہوا۔ اور اسرائیلی ایٹمی توانائی کمیشن کے چیئرمین برکمان نے اس معاہدے پر دستخط کئے۔

۱۹۶۲ء میں اسرائیل کے جنرل شائٹلر نے بھارت کے ساتھ فوجی معاہدہ کیا اور ساتھ ہی خفیہ مذاکرات اور معاہدے طے پائے اور اس کے کچھ ہی عرصہ بعد بھارت کا کرنل ایم۔ ایم سنڈھی اسرائیل کے خفیہ دورے پر گیا اور اسرائیل سے ۱۹۹۰ مارچ میں اور ۵۰ بھاری مارٹر توپیں بھارت نے خریدیں۔ ۱۹۶۲ء میں بھارت نے چین کے خلاف اگتھال ہوتے والا اسلحہ اسرائیل سے خرید کر ۱۹۶۹ء سے ۱۹۸۴ء تک بھارت اسرائیل سے دس کروڑ ڈالر سے زائد کا فوجی ساز و سامان خرید چکا تھا۔ ۱۹۶۷ء میں بھارتی فضائیہ نے اسرائیل کے ساتھ تل کرمصر کی ہوائی فوج کو شکست دی۔ دراصل جو بھارتی افسر مصری پائلٹوں کو فضائی تربیت دینے پر مامور تھے مصر کی شکست میں ان کا بھی بڑا ہاتھ اور عمل دخل تھا۔ اگر مصر اس وقت بجائے بھارت کے کسی دوسرے مسلم ملک سے تربیتی عملہ حاصل کرتا تو لازمی طور پر مصر کو فتح ہوتی۔

جس طرح یہودیوں نے جنگِ عظیم دوم سے پہلے اور اس کے دوران امریکا اور یورپی ممالک میں ہتھیاری جذبے کے تحت خفیہ تنظیمیں قائم کر کے جاسوسی جان پھیلا دیے تھے۔ اور یورپی اور امریکہ کے صنعتی فوجی اور

ایٹمی راز اور دستاویزات چوری کر کے ماسکو کے حوالے کئے تھے جس کے نتیجے میں ماسکو کی یہودی حکومت جو پہلے انتہائی معاشی بد حالی کا شکار تھی اب ترقی یافتہ اور ایٹمی طاقت بن کر ابھری اسی طریقے سے مشنری جذبے کے تحت بہت سے یہودی بھارت میں بھی آکر آباد ہو گئے۔ یہ اسی خفیہ دستاویزی معاہدے کی رُو سے عملدرآمد ہوا۔ جس کے تحت بھارت اور اسرائیل مل کر مسلمانوں سے تاریخی بدلہ چکانے کے لئے دن رات کوشش ہیں۔ بھارت میں یہودیوں کو چھوٹی چھوٹی بلستوں میں آباد کر کے اہم شہروں میں آباد کیا گیا۔ سفارت خانے قائم کئے گئے۔ جس کے نتیجے میں بھارت کی خفیہ تنظیم "آر۔ ای۔ وی" سرگرم عمل ہوئی۔ کیونکہ بھارت اسرائیل کو کئی طور پر تسلیم کر چکا تھا۔ تاریخ کا بغور جائزہ لینے سے یہ حقیقت سامنے آجاتی ہے کہ جب رُوں کا امریکہ سے کام نکل گیا تو وہ امریکہ اور یورپی ممالک کے خلاف ہو گیا۔ حتیٰ کہ کئی ایک یورپی ممالک کو اپنی کالونیوں میں شامل کر لیا۔ جیسے ہنگری۔ پولینڈ۔ چیکو سلواکیہ۔ مشرقی جرمنی وغیرہ۔ اسی طرح انگریزوں سے تاریخی بدلہ چکانے کے بعد مسلمانوں سے بھی بدلہ لے لیا۔ اور کئی مسلمان ریاستوں کو ہرب کر گیا۔ مثلاً ازبکستان۔ تاجکستان۔ ترکمانستان۔ قزغیزستان۔ قازقستان۔ آذربائیجان وغیرہ وغیرہ اس کے علاوہ ترکستان کا کچھ علاقہ۔ ادھر ہندوستان نے پہلے سکھ کو ہرب کیا۔ پھر چونا گڑھ۔ مقبوضہ کشمیر اور اُس کے بعد مشرقی پاکستان کو الگ کر کے (بنگلہ دیش) کا نام دیا۔ ان تمام ممالک اور علاقوں پر قبضہ کرنے کے لئے کس قدر عسکری قوت اور کتنا وقت درکار ہو گا۔ آپ خود خوب اندازہ کر سکتے ہیں۔ مگر ایک بات یاد رہے وہ یہ کہ کسی ملک پر قبضہ کرنے اور اس پر اپنی حکومت قائم کرنے کے لئے جارح ملک کے لئے اُس وقت تک آسان نہیں ہوتا جب تک اُس ملک کے باشندے جارح کا ساتھ

نہ دیں۔ اور اس کو خوش آمدید نہ کہیں۔ تاریخ کا مطالعہ کرنے سے یہ بات بالکل واضح ہو کر سامنے آتی ہے۔ کہ روس نے جس ملک پر قبضہ کیا سب سے پہلے اُس ملک کے باشندوں اور لیڈروں کو خرید لیا۔ اُن کی زبان سے مدد و المدد کا ادبلا کر اُن کی مدد کرنے کے بہانے اس ملک میں کود پڑا۔ اور بالآخر قبضہ کر لیا۔ نیز المدد و المدد پکارنے والوں کو سب سے پہلے تر تیغ کیا۔ کیوں کہ یہودی ہونے کے باوجود اس کو یہ یقین ہے۔ کہ جو لوگ اپنی قوم اور اپنے ہوطنوں کے ساتھ غداری کرتے ہیں وہ بھلا رُوس کے کیوں خیر خواہ ہو سکتے ہیں۔ اگر مسلمان ریاستوں میں غدار نہ ہوتے تو آج اس قدر ڈھیر ساری ریاستیں روسِ مفت میں حاصل نہ کر سکتا۔ یہی حال افغانستان کا ہو رہا ہے۔ اگر وہاں کے غدار لوگ رُوس کو المدد و المدد کی صدا نہ دیتے تو آج شاید صفحہ ہستی سے اُن کا نام و نشان نہ ملتا۔ کہاں گئے داؤد۔ حفیظ امین اور اُن کے پیردکار اور پیسرد اور کہاں ہے روسی گیدڑ برک کارمل۔

اسی طرح اگر شیخ مجیب الرحمن ہندوستان کو المدد کی ندا سے نہ لپکارتا تو شاید آج وہ زندہ ہوتا۔ نہ خود رہا نہ مشرقی پاکستان۔ کیونکہ ہم کا نعرہ لگانے والا تاریخ کا مطالعہ کر کے حقائق کو پہچاننے کی کوشش کر دے۔ تم جن آقاؤں کو مدد کے لئے پکار رہے ہو۔ بالآخر وہی تمہارے سردوں کو اپنے پاؤں تلے روند ڈالیں گے۔ اور تمہارا کوئی پرسان حال نہ ہو گا۔ تاریخ تم کو غداروں کے نام سے پکارے گی۔ اور تمہارے بھائی اور زندہ پنج رہنے والے تم کو لعنتِ ملامت کرتے رہیں گے۔ کیا تم جعفر اور قاسم کے پیردکار بننے کا عزم کر چکے ہو۔ تو پھر اپنے انجام بد کی بھی انتظار کرو۔ کیا تم کو نہیں معلوم کہ جی بی اور RAW تم کو نہ صرف مغرب اور مشرق سے اپنے پنجے میں جکڑ رہی ہیں۔ بلکہ تم میں سرایت کر چکی ہیں۔ کیا اب بھی کوئی ملک کی بات باقی رہ گئی ہے۔ جو سمجھ میں نہیں آ سکتی۔ تو پھر سنری رو سیز کی تصنیف کا مطالعہ کر کے

دیکھیں THE K. G. B THE EYES OF RUSSIA وہ اپنی اس کتاب کے پیش لفظ میں لکھتا ہے۔ کہ کے۔ جی۔ بی کے مشہور ترین اور اعلیٰ ترین دو کارنامے کبھی نہیں بھلائے جاسکتے۔ ان میں ایک تو فرانس میں "ORLEY" اڈلی کے مقام پر امریکی فوجی ڈاک خانہ اور دوسرا کیلیفورنیا میں امریکہ کا "سٹیٹسٹ" مواصلاتی مرکز جو سی آئی اے "CIA" کے زیر نگرانی تھے ان کے راز افشا کر کے سویت یونین سمگل کر دیئے۔ نیز ان دونوں آپریشنوں میں کے جی بی K. G. B نے ماسکو کو بڑی اہم ترین حقیقی دستاویزات فراہم کر کے مغربی ٹیکنالوجی کے علاوہ عسکری اور سیاسی پالیسیاں تیار کرنے کے منصوبے اور ان پر عملی جامہ پہنانے کے طریقے تجویز معلوم ہو گئے اور یورپ کی تمام امیریں خاک میں مل کر رہ گئیں۔ بالخصوص مسٹرن -

خرد شیفت اور برنزیف۔ "RAW" کی فراہم کردہ دستاویزات اور اور اطلاعات پڑھ کر بہت خوش ہوئے۔ کیونکہ مغرب کی تمام عسکری چالیں ان کو "RAW" کی وساطت سے جتیا ہو رہی تھیں کیوں کہ "RAW" کے کارکن کے جی بی کے ساتھ مل کر کام کر رہے تھے۔ کیا اب بھی یقین نہیں آئیگا سرد جنگ دو طرح سے لڑی جاتی ہے۔ ایک بین الاقوامی سطح پر

اور دوسرے سفارتی سطح پر بین الاقوامی سطح پر کوئی ملک اپنی پالیسی منوانے کے لئے یا تو فرزند افراد ملکوں اور ان کے سربراہوں سے مل کر حاصل کرنا ہے۔ اور یا پھر اقوام متحدہ کا ادارہ جہاں پر اپنا موقف بیان کر کے دوسرے ممالک کو قائل کیا جاتا ہے۔ اور دنیا کی حمایت حاصل کی جاتی ہے۔ لیکن سفارتی سطح پر اس کا عمل کچھ عجیب و غریب بلکہ حیران کن ہے۔ اور اگر روس اور بھارت کے سفارت کاروں کی کر تو تو کا بغور جائزہ لیا جائے تو عمل بڑی حد تک پریشان کن بھی نظر آتا ہے لہذا اس سلسلے میں مزید معلومات حاصل کرنے کے لئے دو تصانیف کا مطالعہ ضروری ہے۔ (۱) بھارت کے خفیہ چہرے جو بھارتی مصنف کی۔ کتاب ہے۔ (INSIDE RAW) کا ترجمہ اور تلخیص ہے (۲) کے

جی بی اور را کے مظالم مصنف موسیٰ خان جلال زئی کی کتاب ہے۔  
 یہ دونوں کتابیں رُوس اور بھارت کے گٹھ جوڑ کی ترجمان اور ان  
 کے خفیہ دھندوں کی عکاسی اور طریقہ کار سے پردہ اٹھاتی ہیں۔ کیا کوئی  
 بھی محب وطن پاکستانی مسلمان چند سکٹوں کے عوض بک کر اپنے ملک  
 کو تباہ کے دہانے پر کھڑا کر سکتا ہے۔ ایسا کرنے والا یقیناً غدار،  
 ملک دشمن اور عاجب القتل ہے۔

سکے۔ جی۔ بی۔ کی K.G.B اور RAW کا اصل مقصد یہی ہوتا  
 ہے کہ وہ پاکستان کے غدار لوگوں کو خرید کر ان سے ملک کا اہم دستاویز  
 خفیہ رازیں عسکری قوت کا اندازہ لگانے کے لئے کاغذات وصول کر کے  
 ملک میں تخریب کاری۔ قتل و غارت گری اور خوف و ہراس پھیلاتے ہیں  
 یہ لوگوں کو حکومت کی پالیسیوں کے خلاف بھڑکا کر ملک کے اندر  
 افواہیں پھیلا کر لوگوں میں خوف و ہراس اور بے چینی پھیلاتے ہیں  
 افغانستان میں رُوسی فوجوں کی آمد سے قبل اس ملک عزیز پاکستان  
 میں نہ تو اتنے ڈاکو تھے اور نہ ہی کبھی اتنے دھماکے ہوتے تھے۔  
 نہ کبھی اتنی ریل کی پٹریاں اکھاڑی جاتی تھیں اور نہ ہی اتنے جانی حادثے  
 وقوع پذیر ہوتے۔ پشاور میں پی آئی اے کی عمارت کی تباہی۔ کراچی میں  
 سعودیہ کا ایئر ڈپارٹمنٹ کے دھماکے کی نذر ہو گیا۔ بے شمار پبلک اڈا دیئے گئے  
 نیز خیبرمیل کا حادثہ۔ شہروں میں گرفتار۔ ڈاکے اور ہتھیار۔ اگر وہپ اور  
 یونیورسٹیوں میں پولیس تصادم۔ طلباء کا قتل۔ آخر یہ سب کیا ہے۔  
 کہاں سے آگے سندھ میں اتنے ڈاکو۔

یہ سب کچھ کے جی بی اور را کی حربانیاں ہیں جس طرح ۱۹۷۱ء میں  
 مشرقی پاکستان میں RAW کئی بارہنی کے نام سے داخل ہو گئی تھی۔ بعد میں  
 اسی طرح سندھ میں راداکوؤں کے روپ میں داخل ہو گئی ہے اور یہ  
 سب اسی کے کارنامے ہیں۔ سندھ میں زیادہ اس لئے ہے کیوں کہ

وہاں ہندوؤں کی اکثریت آباد ہے۔ اکثریت کا مطلب یہ ہے کہ دوسرے  
 صوبوں کی نسبت سندھ میں ہندو زیادہ آباد ہیں۔ بالکل اسی طرح  
 جس طرح امریکہ میں یہودیوں نے مشنری طرز پر خفیہ تنظیمیں قائم کی  
 تھیں اسی طرح سندھ میں خفیہ ہندو تنظیمیں قائم ہیں۔ جن کو راکے  
 کارکن چلا رہے ہیں۔ اور یہ سارا کاروبار ان کی بدولت ہو رہا ہے  
 ادھر صوبہ سرحد میں افغان ہاجرین کے روپ میں مساجد کے جی بی  
 کی دوسری شاخ ہے۔ اس کے کارکن مصروف عمل ہیں۔

گزشتہ ماہ بمبئی سے آنے والے پین امریکن طیارے پر ہائی جیکر  
 کے قبضے اور ان کے خلاف پاکستان کمانڈوز کی کارروائی پر بھارتی  
 رد عمل۔ اسلام آباد میں روسی سفارت خانے میں سوویت ملٹری اینٹی  
 جنس (GRU) کے ایجنٹ کی قتل۔ دہلی میں بھارتی وزیر اعظم راجیو  
 گاندھی پر RAW کے ایجنٹ کرم جیت سنگھ کے قاتلانہ حملہ کے  
 مضحکہ خیز ڈرامے اور اس کے ساتھ ہی ورجستان میں بھارت کی  
 چھ ڈرینٹن فوج کی تعیناتی تاریخ کی سب سے بڑی اور پاکستانی سرحد  
 سے بالکل متصل فوجی مشقوں کی تیاری۔ بھارتی اخبار امرت بازار پرنیکا  
 کی یہ اطلاع کہ روس ستمبر سے دسمبر تک بھارت پر سخت دباؤ ڈال  
 رہا ہے۔ پاکستان کی فوجی اسمبلی میں وزیر خارجہ صاحبزادہ یعقوب خان  
 کا یہ بیان کہ بھارت نے اکتوبر میں پاکستان پر حملے کا پروگرام بنایا تھا۔

”THE NEW K.G.B ENGINE OF SOVIET POWER“  
 K.G.B THE EYES OF RUSSIA  
 اردو کا ترجمہ۔ جس کا میں نے (مصنف) ترجمہ کیا ہے۔



اور جدید اسلحہ سے ملے بھارتی فوجیں جنگی مشقوں کے بہانے اسی مقصد کے لئے پاکستانی سرحدوں پر لائی گئی ہیں اور ان تمام خبروں کے ساتھ ساتھ سندھ میں ہونے والی تخریب کاری۔ عسکریت پسندیوں کے دھماکے اور بلوچستان میں لینن اور سٹالن کی کتابوں کی تقسیم اور کے جی بی، راء اور خادکی سرگرمیاں گزشتہ چند ہفتوں کی خبروں میں ملاحظہ فرمائیے۔

بھارت کے برسر کار اور ریٹائرڈ فوجی جنرلوں۔ دانشوروں اور اعلیٰ افراد کے ترجمان ششماہی (انڈین ڈیفنس ریویو) دہلی کے شمارہ جولائی ۱۹۸۱ء میں پاکستان کے قیام۔ اس کے جواز۔ اس کی بڑھتی ہوئی قوت۔ دہشت گردوں کی مبینہ مدد و سرپرستی پر ایک تفصیلی بحث شائع ہوئی ہے۔ اور ایفینٹ جنرل ای اے داس کا ایک خصوصی مضمون آئندہ دس برسوں میں پاکستان کی فوجی قوت کے زیرِ عنوان شائع ہوا ہے۔

دہشت گردی پر ایک تحقیقاتی ٹیم کی جو رپورٹ پیش کی گئی ہے۔ وہ درحقیقت پاکستان کے خلاف جارحانہ عزائم کا ایک مکمل منصوبہ ہے اس میں سیکھوں کے لئے تربیتی کیمپوں ایک خالصتاً سیل کے قیام۔ اسلحہ اور وسائل کی فراہمی۔ لندن اور واشنگٹن کے پاکستانی سفارت خانوں میں "خالصتاً سیل" کی تشکیل اور اسی نوعیت کے دوسرے من گھڑت الزامات کا طوار ہے اور پھر تین متبادل صورتوں میں اس کا علاج جو نیز کیا گیا ہے اگر مہم تقاب کے اٹھول پر عمل کرتے ہوئے پاکستان میں قائم تربیتی کیمپوں پر حملہ کیا جائے ۲۔ پاکستان کو دوطرفہ بات چیت کے ذریعہ دہشت گردوں کی ایاراد سے باز رکھنے کی کوشش جاری رکھی جائے۔ بھارت خفیہ طریقے سے سندھ اور بلوچستان کی علیحدگی پسندانہ تحریکوں کی مدد کرے اور انہیں ہر ممکن مدد و بہم پہنچائے۔

ٹیم کا کہنا ہے کہ بلوچستان کے قبائلی رہنما پاکستان کے لئے مسئلہ بنے

ہوئے ہیں۔ ہم سندھ اور بلوچستان میں علیحدگی پسندوں کی مدد کریں۔  
 مندرجہ بالا بھارت کے الزامات سراسر غلط اور بے بنیاد ہیں بلکہ  
 بھارت خود افغان کمیونسٹوں کو تربیت دے رہی ہے اور بھارت کی  
 پائلٹ براؤ راست افغان مجاہدین مجاہدین پریم برسا رہی ہے۔ اس کے  
 علاوہ بھارت افغان لٹھی لٹھی حکومت کو خود کارجم سبلائی کر رہی ہے جس  
 کے نتیجے میں مندرجہ بالا تمام الزامات بھارت پر صادق آتی ہے۔ کیوں کہ بھارت  
 تخریب کاروں اور دہشت گردوں کا گھر ہے۔ اور مسلمانوں کا ازلی دشمن ہے۔



## بنگلہ دیش میں راہ- RAW کی سرگرمیاں

بھارت کی روانے زمانہ جاسوسی تنظیم (را-RAW) نے بنگلہ دیش میں پاکستان کے مسلمان مساکو کے خلاف روسی کے جی بی (KGB) کے ساتھ مل کر زور و شور سے حصہ لیا تھا۔ پاکستان کا تمام فوجی اور سیاسی راز بھی ہندو ملٹری کو را-RAW نے پہنچائی تھی۔ بنگلہ دیش میں فوجی کارروائی کے دوران بھارتی مداخلت کے ناقابل تردید ثوابد منظر عام پر آئے۔ کئی مقامات سے بھارتی اسلحہ اور گولہ بارود کی برآمدگی محض پروپیگنڈہ نہیں تھی۔ لہذا ان اس امر کے واضح ثبوت منظر عام پر آئے۔ کہ سادہ کپڑوں میں ملبوس را-RAW کے ایجنٹ بڑی تعداد میں مشرقی پاکستان داخل ہوئے تھے۔ ایک معروف بھارتی مبصر نے انکشاف کیا کہ انڈین بارڈر سکیورٹی فورس کو باغیوں کو مدد کے بے سپاہی اور اسلحہ بھیجنے کی اجازت دے دی گئی تھی۔ اور بھارتی فوج کو ہر طرح کے نتائج سے نمٹنے کی ہدایات کی جا چکی تھیں۔ دراصل عوامی لیگ کے رہنما بہت پہلے سے بھارتی حکومت سے فوجی رابطہ قائم کیے ہوئے تھے۔ اور مشرقی پاکستان کی علیحدگی کے لیے سرگرم تھے۔ گلڈیپ نیر نے اس امر کی تصدیق کی ہے کہ بنگلہ دیش کے رہنماؤں نے یچی خان کے ساتھ اپنے

مذاکرات نامکام ہونے کے فوراً بعد ہی بھارتی حکومت سے رابطہ قائم کر لیا تھا بھارت نے پروپیگنڈا کے محاذ پر بھی پاکستان سے سبقت لے جانے میں کامیابی حاصل کی اس نے صورت حال سے بھرپور فائدہ اٹھایا اور غیر ملکی پریس کی مدد سے بنگالیوں کے نجات دہندہ کے طور پر پیش کیا۔ (۱) دراصل اسرائیل کی جاسوسی تنظیم (MUSSEAD) اور شیبن بٹ (SHEEN BUTT) نے مغربی دنیا میں بننے والے اپنے ایجنٹوں کو یہ پیغام بھیجا دیا تھا کہ وہ بنگالی علیحدگی پسندوں کی اخلاقی اور مادی مدد کریں اور اس ضمن میں (را-RAW) کے ایجنٹوں سے پورا پورا تعاون کریں۔

مارچ اور اپریل میں انتہا پسندوں اور (را-RAW) اور (ایب) کے تحریک کاروں کی پیدا کردہ دہشت کے نتیجے میں مشرقی پاکستانوں کی ایک بڑی تعداد نے سرحد عبور کر کے بھارت چلی گئی۔ عوامی لیگ اور بھارتی حکومت کے پروپیگنڈہ سے متاثر مغربی پریس نے پاکستان فوج پر قتل عام کا الزام تو عائد کیا مگر کسی نے یہ سوال نہ کیا کہ مغربی پاکستانی تاجروں، صنعتی کارکنوں، سرکاری ملازموں اور دیہی علاقوں میں متعین فوجی آفیسروں کا قاتل کون تھا۔ اگر مہاجروں کی نقل مکانی کی وجہ پاک فوج کے مظالم تھے تو مارچ اور اپریل کے درمیان بے شمار مغربی پاکستانیوں نے سرحد پار کر کے بھارتی جیلوں میں سڑنے کو کیوں ترجیح دی۔ فوجی اقدام اور تحریک کاروں کی کارروائیوں سے پیدا ہونے والی دہشت آمیز فضا کے نتیجے میں تقریباً دو لاکھ ہندو اور مسلمان مشرقی پاکستان باشندے سرحد پار کر کے مغربی بنگال اور آسام میں داخل ہو گئے (۱) اس موقع پر بھارتی حکومت نے اعلان کیا کہ بھاری تعداد میں مہاجرین بھارت آچکے ہیں۔ علاوہ ازیں بھارت نے مہاجرین کے لیے سکول قائم کر کے انہیں پاکستان کے خلاف لڑنے کے لئے خوب تربیت

(۱) پاکستان کیوں ٹوٹا۔ ڈاکٹر محمد رفیع

دی اور مہاجرین کے مسئلے کو پاکستان پر فوجی حملے کے لیے استعمال کیا۔

اس کے برعکس ۱۹۷۲-۷۵ء کے دوران بھارت کے سرحدی دستوں نے ۲۹... افراد کو جو سرحد پار کرنے کی کوشش کر رہے تھے۔ واپس بنگلہ دیش بھیج دیا۔ تارکین وطن کو جنگ کے جواز اور نکستی باہنی کے گوریلوں کو بھارتی فوج کے نمائشی گروپ کے طور پر استعمال کیا گیا۔ مئی ۱۹۷۱ء میں را۔ RAW) کے گوریلوں نے جنہیں بھارتی حکام نے خوب تربیت دی تھی۔ نہایت سرگرمی سے اٹاک کو نقصان پہنچانا شروع کر دیا۔ علاوہ ازیں ہیل کی پٹرلیوں اور بموں کے دھماکوں کے علاوہ کئی لوگوں پر دن دھاڑے حملے کئے۔ اس بات کی مکمل ثبوت موجود ہے کہ بھارت نے نہ صرف را۔ RAW نے ارکان کو تربیت دیکر استعمال کیا بلکہ بھارتی فوج کے کئی ارکان نے ان کے ساتھ گشت و خون میں حصہ لیا تھا۔ حقیقت یہ ہے کہ جنگ سے بہت عرصہ پہلے ڈھاکہ کے گرد نواح میں سادہ کپڑوں میں ملبوس را۔ RAW کی میت سے ارکان دیکھے گئے۔ بعد ازاں منظر گاندھی نے خود اپنے ایک بیان میں کیا کہ را۔ RAW کے ارکان کی تربیت اور انہیں بھارتی اسکیم کی فراہمی ہی مشرقی پاکستان کے بحران کا حل ہے اور یہ حل آزاد بنگلہ دیش کے سوا کچھ نہیں۔ اس اسر کی واضح شہادتیں موجود ہیں۔ بھارتی تخریبکاروں کا بڑا حصہ بھارتی فوجوں پر مشتمل تھا۔ ٹائمر (لندن) کا یہ تبصرہ بالکل بجا تھا کہ فوجی کارروائی کے بعد بھارت سے اسکیم کی فراہمی رک گئی۔ اب بھارت کا اگلا اقدام یہ تھا کہ پاکستان افواج کے اقدام میں رکاوٹ کے لئے ذرائع مواصلات کو سبوتاژ کرنے اور باغیوں کی حوصلہ افزائی کرنے کی غرض سے مشرقی پاکستان میں را۔ RAW کے تخریبکار بھیجے جائیں۔ ابتداء میں بھارت نے کلتی باہنی

۱۱، پاکستان کیوں ٹوٹا۔ ڈاکٹر مصدق محمد

کر اس لمحہ اور گولہ بارود فراہم کیا۔ لیکن جب یہ بات واضح ہو گئی کہ نتیجہ منسلکہ کا حصول  
 تنہا کتنی باہمی کے بس کا کام نہیں تو بھارتی ملٹری جاسوس بھی میدان میں کود پڑی  
 (دی بلیکراف) نے اپریل میں شائع ہونے والے ایک خبر میں کہا کہ قرآن بتاتے  
 ہیں کہ بھارتی اسلیم سے بھارتی ہوائی ایک ٹرین مداری پور کے قریب علیحدگی پذیر  
 کے پاس پہنچ چکی ہے (۱)، غالب علموں خصوصاً کتنی باہمی میں شمولیت کے خواہش  
 مند ہندوؤں میں سے رضا کار بھرتی کیے گئے جن کا اہم مقصد سبوتاژ کارروائیاں  
 کرنا تھا۔ ان رضا کاروں کو بھارتی فوج اور RAW کے قائم شدہ پچاس سے زیادہ  
 تربیتی مراکز میں تربیت دی گئی۔ دوسری طرف بائیں بازو کی نیشنل عوامی پارٹی اور  
 کمیونسٹ پارٹی کے گوریلا گروپ نے بھارتی فوجوں کے تعاون سے مشرقی پاکستان  
 کے اندرونی علاقوں کو اپنی تخریبی سرگرمیاں کا مرکز بنا لیا۔ بھارت نے کتنی باہمی  
 کے چھاپہ ماروں کو پناہ دینے کے علاوہ اس کے رضا کاروں کے تربیت کا انتظام  
 بھی کر رکھا تھا۔ میں نے بعض موقعوں پر انہیں توپیں اور مارٹر فائر بھی بھیجے (۱)  
 ۱۱ ستمبر کو پاکستان نے اپنے دوست ممالک سے فوری مدد کی درخواست کی  
 دھاکہ کو اس امر کی اطلاع بھی دے دی گئی کہ بیرونی مدد منقریب متوقع ہے  
 مگر یہ مدد کبھی نہ پہنچی اور جنگ جاری رہی۔ پندرہ دسمبر تک بھارتی فوجیں دھاکہ  
 شہر کے مضافات میں پہنچ چکی تھیں۔ چودہ دسمبر کو بھارتی فضائیہ نے گورنر ہاؤس  
 پر راکٹوں سے حملہ کیا جس کے نتیجے میں گورنر اور ان کی کابینہ نے اپنے  
 عہدوں سے استعفیٰ دیکر ریڈ کراس سے پناہ طلب کر لی۔ بھارتی فوجوں کو سائنسی  
 بنیادوں پر تربیت دی گئی تھی اور انہیں پاکستان کے خلاف لڑنے کے لیے

(۱) پاکستان کیوں ٹوٹا۔ ڈاکٹر صفدر محمود

خاص طور پر یہ تیار کیا گیا تھا۔ عرب اسرائیل جنگ کے بعد بھارت نے میجر جنرل جبک کو عربوں کے خلاف اسرائیل کی مخصوص حکمت عملی کے مطالعے کے لئے مامور کیا تھا۔ اس مطالعے کا مقصد اسرائیلی حکمت عملی کو پاکستان کے خلاف جنگ میں استعمال کرنا تھا۔ مثلاً بھارت ان بنگالی فوجی آفیسروں کے ذریعے پاکستانی فوج کے بارے میں صحیح معلومات حاصل کر چکا تھا۔ جو مشرقی پاکستان میں فوجی کارروائی کے بعد بھارت چلے گئے تھے۔ چارم ستمبر ۱۹۶۵ء کے برعکس بھارت اپنی فوجوں کو روس سے ملے ہوئے جدید ترین ہتھیاروں سے آراستہ کر چکا تھا۔ جب کہ پاکستانی اہل سب سے محروم تھا (۱)۔ یہ ہندوستان کی جاسوسی تنظیم (را۔ RAW) کی وہ سرگرمیاں جس نے مشرقی پاکستان میں مغربی پاکستان کے خلاف جاری رکھی تھی۔ ہندوستان کی جاسوسی تنظیم (را۔ RAW) نے پاکستان افواج سے متعلق کافی معلومات پاکستان کے افواج میں بنگالی فوجیوں سے حاصل کیا تھا۔ پاکستان کی افواج میں بنگالی سوتھوں کو فوجی سے لیکر جنرل تک اہلوں نے پیسہ دیکر اہم راز حاصل کی۔ علاوہ ازیں پاکستان کے اہم سیون، تنفیبات اور دیگر اہم فوجی اور سول مراکز سے متعلق معلومات حاصل کی تھی۔

# افغان مجاہدین کے خلاف (را- RAW) کی سرگرمیاں

ہندوستان کی جاسوسی تنظیم (را- RAW) نے روسی کے جی بی کے ساتھ ملکر افغان مجاہدین کے خلاف تخریبی سرگرمیوں کا آغاز کیا ہے۔ ہندوستانی جاہلوں براہ راست مجاہدین کے خلاف جنگ میں حصہ لے رہے ہیں۔ افغان اور ہندی جاسوسوں کو تربیت دینے کے لئے (را- RAW) نے ضلع جلال آباد اور قندھار میں تخریب کاری کی کئی سکول قائم کیے ہیں۔ ان سکولوں میں جاسوسی تربیت کے علاوہ جنگی تربیت بھی دی جاتی ہے۔

(را- RAW) نے پچھلے تین سالوں سے کے جی بی کے ساتھ ملکر پاکستان میں تخریبی کارروائیوں کا آغاز کیا ہے۔ جلال آباد اور قندھار سے ہزاروں انجیلوں کو افغان مہاجرین کے کیمپوں اور دفاتر میں بھیجے گئے ہیں۔ جن سے افغان مجاہدین کے مندرجہ ذیل اور جنگی حکمت عملی کے متعلق معلومات حاصل کرنے کے لیے کام لیا جاتا ہے۔ جلال آباد اور قندھار کے دمشق گرد سکولوں میں ہندوؤں اور افغانوں کے علاوہ چند پاکستان دشمن عناصر بھی زیر تربیت ہیں۔ جن کو تربیت دینے کے بعد پاکستان میں فوجی اور ایٹمی راز کے علاوہ دوسرے اہم راز داخل کرنے کا کام لیا جاتا ہے۔ گذشتہ تین ماہ کے دوران افغان مجاہدین نے کافی مہمیں ہندوستان سے لائے گئے۔ خود کار پم پکڑے گئے ہیں۔ علاوہ ازیں کئی ہندوستانی زخمی مارے گئے ہیں۔ ایک ہندوستانی پابنڈ خاتون پکڑی گئی ہے۔ مزید برآں کئی اور اسناد بھی ہفتہ میں آگئے ہیں۔

پاکستان میں حالیہ بموں کے دھماکوں میں ان لوگوں کا ہفتہ سو فیصد تصدیق شدہ

ہے۔ جن کو جلال آباد اور قندھار کے دہشت گردوں میں تربیت دیا گیا ہے۔ یہ نہیں بلکہ را۔ RAW کی ستر ہزار جاسوس عورتیں عرب ملکوں میں بھی سرگرم عمل ہیں۔ ایک اور اطلاع کے مطابق کے جی بی۔ را۔ RAW کی وساطت سے مشرقی یورپ اور مشرق وسطیٰ کے ملکوں کا اہم راز حاصل کرتا ہے۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ کے جی بی امریکہ اور دوسری مغربی ملکوں کا راز بھی را۔ RAW کی وساطت سے حاصل کرتا ہو۔ جی کہ پہلے ذکر کیا گیا تھا کہ بھارت کی جاسوسی تنظیم (را RAW) سوویت یونین کے لیے کام کرتا ہے۔ اسی طرح مشرقی یورپ، مشرق وسطیٰ کے علاوہ اب بحر ہند میں بھی روسی بحریہ کو مختلف ملکوں کی نقل و حرکت کے بارے میں معلومات فراہم کرتا ہے۔ حالیہ چند دنوں سے بھارتی بحریہ خلیج فارس کی طرف روانہ ہوئی ہے۔ جس میں جدید جاسوسی آلات کے علاوہ انتہائی خطرناک اسلحہ سے ایس روسی طیارے موجود ہیں۔ عرب ملکوں میں ستر ہزار ہندو عورتوں کو جو کہ را RAW کے لیے کام کر رہی ہیں۔ پیغام بھیجا ہے کہ وہ خلیج اور بحر ہند میں امریکی فوجی حکمت عملی اور CIA کی سرگرمیوں کے متعلق معلومات فراہم کریں۔ کئی دنوں سے یہ جاسوس عورتیں بہت سرگرم ہیں۔ تاکہ بھارت کو معلومات فراہم کر سکیں۔ را۔ RAW کے اکثر کارکن جو مشرقی یورپ میں مقیم ہیں۔ ان کو بھی امریکی سرگرمیوں سے متعلق معلومات جمع کرنے کے لیے کہا گیا ہے۔ ان حالات کے پیش نظر اب ہندوستان نے بحر ہند میں روس کے لیے جاسوس کا کام شروع کر دیا ہے۔

# ”را“ کیسے وجود میں آیا؟

۱۹۶۹ء میں جب کانگریس میں بھوٹ پڑ گئی تو کچھ عرصہ تک ”را“ تنظیم اپنے خطرناک ارادوں اور ہتھیاروں سمیت اپنی غفنی کمین گاہوں میں چھٹی رہی کیونکہ سیاسی حلقوں میں اس بات کا بڑا پرچا ہو گیا تھا کہ ہندوستان کی خفیہ تنظیم کی موجودگی اور اس کی کارکردگی کے تمام ذرائع منظر عام پر آچکے تھے۔ چنانچہ ہندوستان کے رسالہ

نے اپنے جولائی ۶۹ء کے شمارے میں اس پر بھرپور اظہارِ خیال کیا جس پر کان شوہر پراہو اوریکے بعد دیگرے کئی واقعات منظرِ عام پر نمودار ہوئے جو کہ (RAW) ”را“ اور اس ادارے کے چیف بنام ”کاؤ“ کے نام سے واقفیت کا موجب بنے۔

مسٹر کاؤ نے سینکارن نار کے ساتھ مل کر اس خفیہ تنظیم ”را“ کی بنیاد رکھی تھی۔ چنانچہ اس (RAW) را تنظیم کا سربراہ مقرر کرنے کے لیے مناسب انسان کی تلاش کا کام بڑا کٹھن مرحلہ تھا کیونکہ اکثریت ایسے لوگوں پر مشتمل تھی جنہیں انٹیل جنس یعنی جاسوسی کے کام میں بالکل کوئی تجربہ اور واقفیت نہ تھی۔ چنانچہ کاؤ ہی ایک ایسا شخص تھا جس کی طرف بار بار نظریں اٹھتی تھیں اور حکومتِ ہندوستان کے لیے اس سے بہتر انتخاب نظر نہیں آ رہا تھا۔

رامیشوار ناتھ کاؤ نے نہرو کے دورِ حکومت میں آئی بی (IB) کے کارکن کی حیثیت سے دنیا کو مصیبت میں ڈال دیا تھا اور جاسوسی کے شعبے میں نام پیدا کر چکا تھا۔

گھانا کی حکومت نے یکم جولائی ۱۹۶۰ء کو آزادی حاصل کرنے کے لیے ہندوستان سے اپنے تعلقات استوار کر لیے تھے۔ چنانچہ گھانا کا صدر مسٹر کواسے نکروما جو کہ ہندوستان

کے ذریعہ اعظم مسٹر نہرو کا دست بھی تھا۔ مسٹر نہرو سے درخواست کی کہ وہ گھانا کی خارجہ جاسوسی تنظیم کو منظم کرنے کے لیے گھانا کی مدد کریں۔ مسٹر نہرو نے یہ درخواست فوراً قبول کر لی اور اس اہم کام کے لیے دو آدمیوں کے نام منتخب کیے جن میں پہلے تو مسٹر کاؤ کا نام تھا اور دوسرا نارٹر اور ان دونوں کو گھانا کی حکومت کے حوالے مستعار کر دیا۔ یہی وہ دونوں شخص تھے جنہوں نے بعد میں "را" (RAW) تنظیم کے بکھرے ہوئے ٹکڑوں کو پھر سے یکجا کر کے منظم کیا تھا اور یہی وہ دونوں شخص ہیں جنہوں نے اپنی قابلیت کی بنا پر گھانا کی خفیہ تنظیم کو راول سل دی۔ مسٹر کاؤ نے اس تنظیم کے لیے مضبوط بنیاد فراہم کی اور مسٹر نارٹر نے اس کو صحیح خطوط پر چلانے کے لیے مدد دی۔

ان کی اس سہرنی سائل کی اپنی قابلیت کی بنا پر خدمت نے اور ان کی گزشتہ تجرباتی زندگی نے ان کو اور بھی اپنے میدان عمل میں مستعد بنا دیا تھا۔ چنانچہ اس کے آٹھ سال بعد ان کو ہندوستان کی کیبنٹ سیکرٹری ایٹ کے R AND A-W یعنی را (RAW) تنظیم میں تعینات کر دیا گیا۔ اگرچہ اس تنظیم کے قائم کرنے کے احکامات ۲۱ ستمبر ۱۹۶۸ء کو جاری کیے گئے مگر مسٹر کاؤ اور نارٹر کو اپنی ۲۵۰ افراد کی جماعت کے ہمراہ (۱B) انٹیلی جنس بیورو کے سایہ سے بغیر کسی انعام و اکرام اور تحسین و آفرین کے الگ کر دیا گیا۔ اس کی غاص وجہ یہ تھی کہ (RAW) را کے لیے کوئی ایسا خاص مقام یا جگہ نہ تھی جہاں اس تنظیم کو رکھا جاتا اور دارالحکومت نئی دہلی پہلے ہی بے شمار سرکاری دفاتر سے اٹا پڑا تھا۔ چنانچہ اس شعبے کو شمالی بلاک سے جنوبی بلاک میں منتقل کر کے اس کے موجودہ ڈھانچے کی مکمل اور مانگ کر کے اس کو نئے سرے سے منظم کرنے کا خیال اُسٹبر جس کا نام RAW جو کہ RESEARCH AND ANALYSIS WING کے مخفف نام سے موسوم کیا۔ اس تنظیم کے سامنے دو میدان تھے (۱) پاکستان (۲) چین، جن کو یہ سب سے پہلے آگ کی پٹیٹ میں لانا چاہتے تھے اور یہی ان کی پہلی منزل تھی۔ کیونکہ ۱۹۶۵ء کی مضحکہ خیز

نماکانی نے ثابت کر دیا تھا کہ راء اور سنگھ کی مستیا کردہ اطلاعات اور ان کی تجزیاتی حیثیت میں بڑا نمایاں فرق نظر آیا جس کو سمجھنے میں غلطی سرزد ہوئی اور ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا۔ چنانچہ تجربے کی بنا پر بہت سے دوسرے شعبہ ہائے زندگی سے ذہین افراد کا انتخاب عمل میں آیا۔ اور تقریباً ہر شعبہ زندگی سے مفرد نکال کر (RAW) میں سمودیا۔ نتیجتاً بعد کے برسوں میں بڑے اچھے اثرات مرتب ہوئے۔ اس طرح سے راء (RAW) جو کہ بلا واسطہ وزیر اعظم کے زیر سایہ اور زیرِ تعمیل تھی۔ ۱۹۶۹ء سے اس نے دو خصوصی ذرائع (۱) طبری (۲) خارجہ ذرائع سے اطلاعات حاصل کر کے ان کا تجزیہ کر کے حکومت کے لیے داخلہ اور خارجہ پالیسیاں تیار کرنے میں بڑی مدد و معاون ثابت ہوئی۔ ایک اہم پہلو یہ بھی تھا کہ اس کے سربراہوں کو ڈائریکٹر کے بجائے سیکرٹری کے نام اور عہدے سے نوازا گیا جس سے یہ تنظیم سرٹھ فیسے کے چکر سے بھی محفوظ رہ گئی اور ایک قابلِ اعتماد ادارہ بن گیا جس نے بعد میں مشرقی پاکستان کو پوری طرح اپنی پلیٹ میں لے کر ایسا بھسپور و وار کیا کہ مشرقی پاکستان بنگلہ دیش کی صورت اختیار کر کے اپنی موجودہ صورت میں پاکستان سے الگ ہو گیا گویا پاکستان کی کمر ٹوڑ دی۔ - SEE. ۲

( SPECIAL OPS: BANGLA DESH AND SCHKIM

## عسکری خفیہ ادارہ :

طبری میں خفیہ تنظیم کے انعقاد کا کوئی نیا خیال نہ تھا کیونکہ اسی منج پر روس کی KGB امریکہ کی CIA اور برطانیہ کی SIS کے نام کی خفیہ تنظیمیں پہلے سے موجود تھیں۔ چنانچہ ہندوستان کی حکومت نے بھی اسی طرز پر RAW تنظیم میں عسکری بازو قائم کیا۔ یہ ادارہ مشکل کاموں کو اور مہموں کو سر کرنے کے لیے بڑا موثر ثابت ہوتا ہے جو کہ بین الاقوامی اہم شخصیات اور سربراہوں کے میل جول کے مواقع فراہم کرتا ہے۔ مرارجی گویسانی اور موٹھے دیان کی خفیہ ملاقات کرانا بھی اسی ادارے کی کارکردگی کا حصہ ہے جسے ہندوستان میں RAW

کے نام سے موسوم کیا گیا۔ اس نے یہ ملاقات نیردہلی (NEW DELHI) میں ترتیب دی تھی۔

## راکی ذمہ داریاں :

اس تنظیم کے ذمے چار اہم اور خصوصی کام سپرد کیے گئے :

۱۔ ہندوستان کے تمام پڑوسی ملکوں کی عسکری اور سیاسی ترقی کے متعلق طلاعات فراہم کرنا اور راز معلوم کرنا جس سے اُس کی خارجہ پالیسی کا انکشاف ہو سکے تاکہ ہندوستان پر اثر انداز نہ ہو سکے۔

۲۔ دوسری اہم ذمہ داری یہ تھی کہ کیوزم اور سوشلزم کے قوی ہیکل دیو (جتن) یعنی چین اور روس کے اثرات کا بین الاقوامی طور پر ہندوستان کی حکومت پر اندازہ لگانا اور زیرِ نگاہ رکھنا۔

۳۔ پاکستان کو مغربی ممالک امریکہ اور چین سے اسلحہ کی فراہمی کا کام۔

۴۔ بیرونی ممالک میں ہم خیال لوگوں کو کثرت سے پھیلانا اور بکثرت ہم خیال لوگوں کی لابی کی خدمات حاصل کرنا۔

یہ وہ چار خصوصی ذمہ داریاں RAW کے سپرد تھیں۔

## خفیہ حکمت عملی :

اس خیال کے برعکس جیسا کہ عام طور پر سوچا جاتا ہے، ضروری نہیں کہ انٹیلی جینس کے کام کو جاسوسی کے نام سے جانا جائے۔ تاہم یہ بھی ایک اہم ذہنی صلاحیتوں کو بروئے کار لانے کے علم کا نام ہے۔ ابتدائی دور میں (IB) نے بہت سے لوگوں کو اس علم سے روشناس کیا اور بہت سے انسر اور کارکن تیار کیے۔ بعد کے اندازے سے یہ اخذ کیا گیا کہ کسی ایک ہی ادارے میں جاسوسی میں

روس کے تجربات سے استفادہ کیا گیا جس کی بنا پر مختلف شعبوں کے لیے مختلف مقامات کا انتخاب کیا گیا۔ یعنی الگ الگ شعبوں کے لیے الگ الگ تربیت گاہیں بنائی گئیں جو مقاصد کے حصول کا باعث بنیں۔

### ادارہ جاسوسی :

را ( RAW )، اس ادارے کے ذمے اہم ملکی ضروریات کو پورا کرنے کا کام سونپا گیا تھا جس میں دوسری ذمہ داریوں کے علاوہ ایسا مواد اکٹھا کرنا جو ملک کی سلامتی کے لیے ضروری ہو۔ اس کا حلقہ کار بیرونی ممالک ہیں۔ اس نے داخلی طور پر کوئی کام سرانجام نہیں دیا۔ چنانچہ اپنے مقاصد کے حصول کے لیے جیسا کہ پہلے ذکر کیا جا چکا ہے، اس تنظیم کو بڑے طریقے سے ترتیب دیا گیا اور یہ ادارہ بلا واسطہ وزیر اعظم کے زیرِ نگران ہے جیسا کہ درج ذیل نقشہ سے ظاہر ہے۔

اس نقتے کا بغور جائزہ لینے کے بعد اس ادارے کی تنظیم کے متعلق مزید وضاحت کی ضرورت نہیں رہتی۔ تاہم اس کی کارکردگی کے متعلق تھوڑا سا مفصل ذکر کرنا ضروری امر ہے تاکہ بہتر طور پر سمجھ میں آسکے۔ سب سے پہلے تو یہ ادارہ غیر ملک میں اپنے ہم خیال (ایجنٹ) لوگوں کی تلاش کرتا ہے جو کہ اسی ملک کے تنخواہ دار کارکن ہوتے ہیں۔ اور یہی کارکن (ایجنٹ) حضرات ہی اس ادارے کی کامیابی کا بڑا سبب بنتے ہیں۔

عوام کے ذہنوں میں انٹیلی جینس (INTELLIGENCE) اور جاسوسی (ESPIONAGE) کے متعلق شکوک پائے جاتے ہیں اور عام طور پر دونوں شعبے جاسوسی کے شعبے ہی تصور کیے جاتے ہیں۔ حالانکہ دونوں شعبہ جات کی کارکردگی میں فرق ہے۔ اگرچہ دونوں شعبے ایک دوسرے سے قریبی تعلق رکھتے ہیں اور پہلا دوسرے کے لیے لازم و ملزوم ہے۔ تاہم انٹیلی جینس کا شعبہ اپنے ملک کی ترقی اور سلامتی کی خاطر میزبان (HOST) ملک کے خفیہ راز اسی ملک کے ہکاؤ (ایجنٹ) لوگوں کی وساطت سے حاصل کر کے اس ادارے کو فراہم کرتے ہیں جس میں عسکری راز، صنعت و حرفت، تعمیر و ترقی، توانائی اور تجارتی یہاں تک کہ موصلاتی نظام کے تمام تر راز حاصل کیے جاتے ہیں اور اس کام کے لیے ایسی اور اس کا ملٹری سرگرم عمل رہتا ہے اور یہ ایک امن کا مشن کہلاتا ہے (یعنی پرامن مشن)۔

لیکن (ESPIONAGE) جاسوسی کے ذمہ مشکل کام اور ایسے راز معلوم کرنا ہوتے ہیں جو آسانی سے یا روپیہ پیہ خرچ کرنے کے باوجود بھی حاصل نہ ہو سکتے ہوں۔ چنانچہ یہ شعبہ اپنا کام یا مہم سر کرنے کے لیے کچھ بھی کر سکتا ہے۔ مثلاً خوف و ہراس پھیلانا، منافرت، فرقہ بندی، عصبیت پھیلانا، خانہ جنگی کا بندوبست کر کے کسی ملک کی پرسکون آبادی کو جہنم زار بنانا یہاں تک کہ اپنے مقاصد کے حصول کے لیے اہم شخصیات کے قتل سے بھی گریز نہیں کیا جاتا۔ گویا ہر وہ کام جائز و ناجائز کی تمیز کیے بغیر اس شعبے کے لیے جائز ہے۔ یہ شعبہ حراف و عورتوں، فقیروں، ڈاکوؤں، غرض کہ ہر شعبہ فنی کے لوگوں کو اپنے استعمال میں لاتا ہے۔ چنانچہ اس شعبے کو آپ خود

ہی جو نام دینا چاہیں دے سکتے ہیں۔ لیکن فرنگیوں نے اس شعبے کو (ESPIONAGE) یعنی جاسوسی کا نام دیا ہے جو اپنی معنوی سمٹت میں ہی بڑا فوٹناک نظر آتا ہے۔

## گوڈاڈیا ہوسٹل :

اس مقصد کے حصول کے لیے تجربہ کار کار اسٹاف کی ضرورت تھی اور حصول تجربہ کار اسٹاف یا کارکن کے لیے تربیت گاہ کا ہونا لازمی امر ہے۔ چنانچہ سب سے پہلی تربیت گاہ گوڈاڈیا ہوسٹل جو کہ دارا امخلاف نئی دہلی کی ایک سمت ایک اونچی پہاڑی (انڈ پربت) پر واقع ہے، کا انتخاب عمل میں آیا۔ اور اس طرف کی طرف لگی جاتی ہے۔ یہ شکستہ عمارت اپنی پہلی اور پرانی شکل میں انگریزی دور میں تربیت گاہ کے طور پر استعمال ہوتی رہی ہے۔ لہذا اسی خیال کی تائید میں (IB) انٹی جینس بیورو نے انڈ پربت کی اس بوسیدہ عمارت کو تربیت گاہ کے طور پر استعمال کیا جو کہ بعد میں (RAW) ریسرچ اینڈ اینیلیسز ونگ (RESEARCH AND ANALYSIS WING) کے کچھ حصہ کے لیے زیر استعمال رہی۔

## وسنت و ہار ہاؤس :

جو نئی را (RAW) دو دہریں آئی اس کی ضروریات نے مجھ لیا جس میں سب سے پہلے اور اہم ضرورت ایک عمارت کی بڑی شدت سے محسوس کی گئی۔ اس مقصد کے لیے جنوبی دہلی کے ایک رہائشی علاقے میں ایک سینما کے پچھلے طرف ایک عمارت کرایہ پر حاصل کی گئی جو کچھ حصہ کے لیے را (RAW) کے زیر استعمال رہی۔ لیکن بعد میں یہ عمارت بھی خیر مزدوں اور ناکافی ہونے کی وجہ سے دوسری جگہ کی تلاش شروع ہوئی جب کہ دارالحکومت شہر دہلی میں مکانات کی پہلے سے بڑی قلت محسوس کی جا رہی تھی۔ چنانچہ اس مشکل پر قابو پانے کے لیے ایک مرتبہ پوسر وسنت و ہار کے رہائشی علاقے میں ذرا کھلا مکان کرایہ پر حاصل کیا گیا۔ ایک ریٹائرڈ ہونو

کے چیف کی ملکیت تھا۔ تقریباً اسی دہائی میں جب کہ راء (RAW) کے اسکول کو تبدیل کیا جا رہا تھا، کوشش کی گئی کہ راء (RAW) کی اپنی ایک گیارہ منزلہ عمارت بنائی جائے جس کے دونوں جانب چار منزلہ ضمنی عمارتیں ہوں۔ یہ خیال اس لیے اُبھرا کہ اس ادارے کی تمام برائیں (شامیں) ایک ہی چھت تلے موجود ہوں تاکہ ہر طرح کی سہولت مہیا ہو سکے کیونکہ ابھی تک راء (RAW) کے تمام دفاتر شہر کے مختلف حصوں میں اس طرح بکھرے پڑے تھے گویا پورے شہر پر چھائے ہوئے تھے اور یہ صورتِ حال کارکردگی پر بُری طرح اثر انداز ہو رہی تھی اور متحدہ طور پر کوئی کام آسانی سے سرانجام دینے میں دشواری پیش آرہی تھی کیونکہ تنظیم کا سربراہ منسٹرل ایکڑٹیٹ کے جنوبی بلاک واقع دبے چک میں اپنے ٹھوڑے سے اسٹاف کے ساتھ بیٹھا تھا۔ جب کہ دوسرے ملحقہ دفاتر آفس کپلیکس کے مشرقی بلاک میں پھیلے ہوئے تھے اور سپیشل اپریشن سیکشن راماکرشنا پورم میں جب کہ دیگر بہت سے دفاتر شہر کی ایک بہت اونچی تجارتی عمارت میں واقع تھے۔ یہ کنٹاٹ محل اور ایف آئی سی آئی کی عمارت تھی جس میں آج کل تاریخی عجائب گھر قائم ہے۔ یہ تمام عمارات کرایہ پر حاصل کی گئی تھیں۔ تعمیراتی کام ۱۹۷۶ میں شروع ہوا۔ لیکن راز پوشیدہ رکھنے کے لیے یہ کام طہری کے پتہ دیا گیا۔

لیکن جب کانگریس آئی (اندر گاندھی) کی حکومت کو زوال آیا اور سُرخ فیتے کی افسر شاہی ختم ہوئی تو راء (RAW) کو ایک ہی چھت تلے اکٹھا کرنے کا خیال بھی ختم ہو گیا۔ مگر عمارت کی تعمیر جاری رہی اور جنوبی عمارت نے سر اُونچا کیا تو زبان زدِ خاص دھام اس کے تذکرے شروع ہو گئے اور یہ عمارت جاسوسی کے اڈے کے نام سے دہلی کے لوگوں میں مشہور ہو گئی۔ چنانچہ راء (RAW) پر دباؤ پڑا اور یہ سوال اٹھا کہ راء کو الگ عمارت میں کیوں اکٹھا کیا جا رہا ہے۔ چنانچہ جنتا پارٹی کی حکومت کے وجود میں آتے ہی ایک شور برپا ہوا۔ چیخ پکار شروع ہو گئی اور راء (RAW) پر اندلانی مداخلت اور بے گناہ لوگوں کو قتل کرانے کے الزامات لگنے شروع ہو گئے۔ اور یہ سارے الزامات اندر گاندھی پر لگائے گئے۔ چنانچہ اس کے نتیجے میں یہ فیصلہ ہوا کہ اس عمارت کو مختلف دفاتر اور

حصوں میں بانٹ دیا جائے۔ اس طرح راکو ایک چھت تلے اکٹھا کرنے کا کام کچھ عرصہ کے لیے روک دیا گیا۔ اور اسی طرح راکے سرکردہ گننام افسروں کی دانشمندانہ چال بازی کام آگئی اور اہستہ آہستہ عمارت میں بکھرے ہوئے راکے دفاتر کو اکٹھا کرنا شروع کر دیا۔ مخالفین نے محسوس کیا کہ یہ کیا ہو گیا۔ مگر اس وقت اندرا گاندھی دوبارہ برسرِ اقتدار آپکنی تھی اور کانگریس دوبارہ چھاگئی جس کے نتیجے میں یہ شوہ بھی خود بخود ختم ہو گیا۔ لہذا راکو (P.A.W) کے تمام دفاتر یکجا ایک چھت کے تلے اکٹھے ہو گئے اور اصل مقصد مل ہو گیا۔

## تربیت گاہ :

یہ تربیت گاہ جو کہ "ہاؤس" کے نام سے موسوم تھی اس کو پانچ اساتذہ پر مشتمل مستقل سٹاف جس میں ان کا ڈائریکٹر بھی شامل تھا، چلاتے تھے۔ ۱۹۷۰ء میں تمام خارجہ انٹیلی جینس کارکنان کی تربیت اس ادارے کے سپرد کر دی گئی۔ اس میں ڈائریکٹوریٹ جنرل کی تمام ایجنسیاں بھی شامل تھیں جنہوں کو روس کی تعلیم دلانے کے لیے متعلقہ مخصوص شخصیات کی خدمات کی جاتی تھیں۔ القصد تمام تربیت گاہیں ایک ہی چھت تلے آ جمع ہوئیں۔

## جاسوسی یا خفیہ حکمت عملی :

را (RAW) کے اساتذہ کے لیے فوادرڈ طلبا کا صحیح انتخاب ایک بنیادی مسئلہ تھا اور ان کا تقرر در دوسرا بنا ہوا تھا۔ کیونکہ اس وقت راکو (RAW) میں موجود بہت سے افراد مختلف ملکوں سے تعلق رکھتے تھے جس میں پولیس، (IB) آئی بی، فوج وغیرہ شامل تھے اور چونکہ یہ لوگ پہلے سے ہی اپنے آبائی دفاتر سے اپنے اپنے مختلف شعبوں میں کافی تربیت اور سہارت حاصل کر چکے تھے اس لیے انہیں خارجہ انٹیلی جینس اور جاسوسی کے شعبوں میں ذمہ داری قبول کرنے میں شامل ہوا۔ ان فوادرڈوں کو روس، برطانیہ اور امریکہ کے جاسوسوں کی مثالیں دی جاتی تھیں۔

لیکن جب ہندوستانی جاسوس کے متعلق دریافت کیا جاتا تو جواب صفر ہوتا۔ کیونکہ (RAW) بالکل ایک نیا اور انجانا ادارہ تھا۔

## پہنچتے کلام :

پہنچتے کلام کی تربیت کا طریقہ کار بھی ویسا ہی تھا جیسا کہ کسی بھی تربیت گاہ میں اختیار کیا جاتا ہے۔ اس طریقہ کار سے کسی ریکروٹ کو دنیا کی انٹیلی جنس اور جاسوسی کے اداروں کے متعلق واقفیت فراہم کرنا اور اس کو جاسوسی کی افسانوی دنیا سے الگ کرنا ہوتا ہے اور یہ ایک ہفتہ یا دس یوم کا کورس ہوتا ہے۔

یہ جاننے کے لیے کہ کوئی ریکروٹ کس قدر کامیاب ہو چکا ہے تو اس سلسلے میں مباحثے قائم کیے جاتے جس میں مختلف موضوعات زیر بحث لائے جاتے ہیں۔

ایک ہی قسم کے دو واقعات کی یکسانیت میں فرق ہو سکتا ہے کیونکہ دو مختلف تہذیبیں ایک ہی قسم کا کام اپنے اپنے مختلف طریقوں سے سرانجام دیتی ہیں۔ اسی طرح جاسوسی کے کام کا طریق کار ایسا ہے جو دوسرے حالات میں بالکل مختلف (بلکہ ناقابل عمل) ہوتا ہے۔ سی آئی اے (C-I-A) یا کے جی بی (K-G-B) یا چین کی سیکرٹ سروس (SECRET SERVICE) اور پاکستان کی انٹیلی جنس ایجنسی کے واقعات کے مطالعے سے بھی بالکل واضح ہو جاتا ہے کہ ان کے مہمات کو سر کرنے اور مقاصد کے حصول کے اپنے اپنے طور طریقے ایک دوسرے سے کوئی مماثلت نہیں رکھتے۔ حالانکہ سب کا مقصد ایک ہی ہے یعنی خفیہ طریقوں سے اطلاعات اور معلومات فراہم کرنا۔

## تسلل تربیت :

برطانوی انٹیلی جنس سے کچھ جملے اس لیے مستعار لیے گئے یا شاید ترسے (ورثے

میں مل گئے اور مثال کے طور پر اس لیے استعمال کیے جاتے کہ شاید یہ بہترین حوالہ جات ثابت ہو سکیں۔ مگر یہ بات قابل ذکر ہے کہ "جاسوسی کے کام کو احسن طریقے سے سر انجام دینے سے وہ خوشی نصیب ہوتی ہے جو کبھی کسی کو شادی کے موقع پر ہی حاصل ہوتی ہے" اور یہ خوشی عام آدمی کو زندگی میں صرف ایک ہی بار حاصل ہوتی ہے۔ اگر اچھی کمائی تیار نہ کی جائے تو سارا کام بے کار ہو جاتا ہے اور ساری محنت اکارت ہو جاتی ہے۔

ایک نوا۔ دس یوم کی محدود مدت میں صرف چند ایک طریقے یا ہنریکے سکتا ہے جنہیں کہ اُس نے اپنی عملی زندگی میں زیرِ عمل لانا ہوتا ہے۔ اُسے اس بات سے روشناس کرایا جاتا ہے تاکہ وہ اپنے ملک کے دوست اور دشمن میں تمیز کر سکے اور اُس کو یہ بھی باور کرایا جاتا ہے کہ انٹیلی جنس ادارہ کی یہ ذمہ داری نہیں کہ وہ دوست اور دشمن میں فرق ظاہر کرے۔ بلکہ اس بات کا اندازہ ملک کی خارجہ پالیسی سے لگانا ہوتا ہے۔

اس کے دوسرے کورس کی ابتدا اس کام سے ہوتی ہے کہ اُس کو رواجی معاملات و معمولات، فارم، اطلاعات کی درجہ بندی یا اوپنچ پنچ اور حکمہ جاتی بویوں اور اشارے کنایوں سے روشناس کرایا جائے کیونکہ اس کے سوا کوئی چارہ نہیں اس حد تک اس کو یہ محسوس کرایا جاتا ہے کہ بعد میں پیش اور خصوصی تربیت میں جو کہ اُس کے سامنے آنے والا ہے اُس سے آگاہی حاصل ہو جائے۔ سب سے پہلے اُس کو اس بات سے آگاہ کیا گیا تھا کہ جب قومی سلامتی کا مسئلہ درپیش ہو تو بلا امتیاز سرکاری مشینری کے کارکنوں کے عہدے کا لحاظ کیے بغیر سرنج فینا کیے کا جاتا ہے یعنی حالات پر قابو کیے پایا جاتا ہے۔

اُس کی تربیت کا دوسرا حصہ شہر سے دور جنگوں میں کسی بارڈر کے ساتھ ساتھ ایف آئی بی (FIB) سیل آفیسرز پر نگرانی ممکن ہوتا ہے اور یہ سیل آفیسر (FIB) کے رابطہ کی حیثیت سے مقرر ہوتا ہے اور یہ کورس چھ ماہ سے ایک سال کے عرصے میں مکمل ہوتا ہے۔ یہاں پر آکر اسے معلوم ہوتا ہے کہ حقیقت کیا ہے اور خفیہ جہات جو کہ او۔ ایس۔ او (OSO) پیشل بورو (SB)

کے زیرِ نگرانی سرکی جاتی ہیں اُس کی کیا اہمیت ہے۔ رات کی مشقوں میں بارڈر کے پہرے داروں سے پنج بچا کر خار دار تانوں کو پار کیا جاتا ہے۔ یہ سب عمل سپیشل سروس بیورو جو کہ خفیہ تنظیم کا ہی ایک ادارہ ہے، کی سرکردگی میں مکمل کیا جاتا ہے۔ یہ تنظیم بارڈر کی حفاظت کرتی ہے۔ اگرچہ ان کو بارڈر کے محافظوں سے بچنے اور قابو نہ آنے کی کوشش کرنے کو کہا جاتا ہے۔ تاہم یہ ان کی ابتدائی میٹرھی ہے کہ وہ پکڑے جاتے ہیں اور ان پر محدود پُر زور سوالات کی بوچھاڑ ہوتی ہے۔ یہ نقلی مشق ان کی تربیت کا جزو لازم ہے۔ ایسی مشقوں کے لیے جہاں جاسوسی کی مشق کرائی جاتی ہے۔ شہروں اور قصبوں کے قریب کے علاقے کا انتخاب کیا جاتا ہے۔

ان کی تربیت کا دوسرا مرحلہ مصنوعی دشمن کے فوجی علاقے میں آپس میں ملاقات کرنے کے طریقے بتانے سے شروع ہوتا ہے اور ایسی ملاقات کے لیے کوئی محفوظ مقام کا انتخاب کیا جاتا ہے تاکہ وہ دشمن کے علاقے کا بغور جائزہ لینے کے بعد اور طے شدہ پروگرام کے مطابق صحیح وقت پر اکٹھے ہو سکیں۔ بعض اوقات ایسے مواقع بھی آتے ہیں کہ وہاں کے رہنے والے وہ لوگ جو ان کی تربیت کے پروگرام سے نا بلند ہوتے ہیں۔ ان کو پکڑ کر اور مشکوک جان کر مقامی پولیس کے حوالے کر دیتے ہیں جن کو ان کی تربیت کا کوئی علم نہیں ہوتا اور ایک ادھر رات جیل میں بھی گزارنی پڑ جاتی ہے۔ ایک استاد نے بتایا کہ چند ایک نوواردوں (ریکروٹوں) کو ضمانت سے پہلے اس قسم کی مسیبت سے دوچار ہونا ہی پڑتا ہے۔

ایسی مصنوعی تربیت اور اس قسم کے حادثات سے ریکروٹ کو سبق حاصل ہوتا ہے کہ اسے جنگ کے دوران کس کس قسم کے واقعات سے دوچار ہونا پڑتا ہے۔ بارڈر کے علاقوں میں ان کی یہ تربیت ان کو صحیح پونج بچار کے اہل بناتی ہے۔ ہندوستان کے شمال جنوبی اور مشرقی بارڈر کے علاقے ایسے کاموں کے لیے بے حد موزوں ہیں۔ شہروں میں تربیت مکمل ہونے کے بعد اُس کی تربیت کا دائرہ عمل تبدیل کر کے اونچے درجے میں پہنچ جاتا ہے جس میں کہ اس کو اُدبھے اونچے مپھاڑوں، گہری وادیوں اور ہالیہ کے برساتی جنگلوں ہندوستان کے مشرقی علاقے میں شقیں کرائی

کو اندازہ نہیں ہو سکے گا کہ وہ کس قدر تربیت یافتہ ہیں کیونکہ ظاہری طور پر بالکل معصوم دکھائی دیں گے مگر ان کے پائل کی نگاہ و جنبش ان کی کامیابیوں اور قابلیت کی کہانی بیان کر رہی ہوتی ہے۔ پھر اس کے بعد میں ہم ان کو فائل مرحلے کے لیے گفتگو میں پختگی پیدا کرنے کی تربیت دیتے ہیں۔

## نیا تصور :

را (RAW) کے تربیتی کورس کو ۱۹۷۰ء کے بعد بڑی جانچ پڑتال کرنے کے بعد تھوڑا سا تبدیل کر دیا مگر ابتدائی اور بنیادی اصول ویسے کے ویسے رہنے دیے۔ یہ ۷۹-۱۹۷۰ء کے آغاز کا وہ تھا جب نئے خیال نے جنم لیا۔ ایسے لوگوں کو پیشہ وارانہ تربیت دینے کے علاوہ (یعنی جو لوگ پولیس اور انٹیلی جینس بورڈ سے لیے جاتے) وسیع تعداد میں سول حکموں کے مختلف شعبوں سے تعلق رکھنے والے ماہرین اور اعلیٰ افسروں پر فائز افسروں، ہنرمندوں، ہوائی فوج اور ایکٹرائٹک سے تعلق رکھنے والے لوگوں کو بھی را (RAW) میں لقمہ کیا گیا۔

پیشہ وارانہ اپنے اپنے شعبے میں ماہر تو تھے ہی، مگر پھر بھی ان کو مختصر عرصے پر محدود تربیت دی جاتی جس سے ان کی ذہانت کو بلا طبعی اور وہ متعلقہ خبریں اور اطلاعات اکٹھا کرنے کی صلاحیت کے مکمل طور پر قابل ہو جاتے۔ اسی طرح سے تربیتی کورسوں میں مناسب تبدیلی لائی گئی تاکہ یقینی طور پر مناسب اور کارآمد مواد مہیا ہو جو کہ ان کے پیشے کے لحاظ سے موزوں ثابت ہو۔

"THE NEED TO KNOW" یعنی واقفیت حاصل کرنے کے اصول بار بار دہرانے جاتے تاکہ ان افسران کے ارتقائی اور سطحی تعلقات اپنے ہی دفاتر سے (جہاں کہ وہ خود موزوں کرتے ہیں) قائم رہیں۔ انٹیلی جینس ادارے کا تعلق محض سطحی تصور کیا جاتا۔ اس سے پیشتر ادارے کی انتظامی صلاحیت اور نئے تخلیقات تک پہنچ کا فقدان تھا جسے اس تربیتی پروگرام نے ایک ناقابل فراموش جلا بخشی اور ہر کمی کو پورا کر دیا۔ اطلاعات کا تجزیہ کرنا صرف جمید کاویٹز

جاتی ہیں اور یہ مرحلہ ہر ایک کے لیے نہیں بلکہ صرف اُن لوگوں کے لیے ہے جو (oso) کے پیشل سیکشن میں متعین کیے جاتے ہیں۔ شہری اور جنگلی علاقوں میں تربیت مکمل کرنے کے بعد اُن کو آخری مرحلے کے لیے واپس لا کر اُن کی ذہنی نشوونما کو بلادی جاتی ہے اور اس مرحلے کو پہلے لوگ جو اس دور سے گزر چکے ہیں، ذہن کی صفائی (BRAIN WASH) کا نام دیتے ہیں۔ یہاں پہنچ کر ریکورڈ مکمل تربیت حاصل کر کے عملی زندگی میں قدم بڑھاتا ہے اور انٹیلی جینس اوپریٹو کی حیثیت پر فائز ہو جاتا ہے۔

یہاں پرائس کو ایسے دور سے بھی گزرنا پڑتا تھا کہ اُسے یہ ذہنی نامک میں تشریح مل جائے تو وہاں سے ایجنٹ کو خریدنے اور اس کی تربیت کرنے کا طریقہ بتایا جاتا ہے۔ عام طور پر صحیح خطوط پر استوار کی ہوئی (انٹیلی جینس تنظیم) خفیہ تنظیم کا ایجنٹ اپنے معمولات اور روزمرہ کی ڈیوٹی معمولی ذہانت کی بنا پر آسانی سے سرانجام دے سکتا ہے۔ مخصوص انداز میں اس کو براہدانی تربیت دی گئی تھی اس کا مطلب یہ ہے کہ اُس کو ایسے پھندوں سے روشناس کرایا جائے جو کہ امیر جنسی (جنگ) کے دوران حفاظتی دستے پکھاتے ہیں اور اُن سے بچ کر اپنی مخصوص جائے ملاقات پر باحفاظت طریقے سے کیے پہنچا جائے جب کہ سخت نگرانی کا عالم ہو۔ اور اگر اُس کو ایسے معاملات میں الجھایا جو کہ ایک پیشہ درند مات کا حصہ ہیں تو پھر وہ ایجنٹ ہاتھوں میں نہیں رہے گا کیونکہ یہ چیز ایک ایجنٹ کے لیے ضروری نہیں کیونکہ اس قسم کا جاسوس مخفی انداز میں نہیں رہ سکتا اور اپنے مقاصد تک پہنچنے سے پہلے ہی گرفتار ہو سکتا ہے۔

یہاں تک اس کی ذہنی صفائی اور قربانی کا جذبہ ودیعت کرنے کی تربیت مکمل ہو گئی۔ اب وہ ارتقائی بلندیوں کو کامیابی سے سر کرنے اور ہر معاملے کو صحیح سمت میں سوچنے اور سلجھانے کے قابل ہو گیا۔ جیسا کہ ر (RAW) سکول کے ایک انٹرکٹر نے بیان کیا کہ جب وہ (ریکورڈ) نے ذہنی تربیت سے فارغ ہو کر آتے ہیں تو ان کی قدر خود اعتمادی اُجاگر ہو جاتی ہے کہ جب کے سامنے بیٹھے ہیں۔ یہاں تک کہ وہ کتنا ہی کیوں نہ جھانک کر دیکھ لیں آپ

کی ذمہ داری تھا مگر دوسرے کام کے طریقے دیئے ہی رہنے دیئے۔

اس کے بعد عملی تربیت کا کام سیکھنے کے دوران ایک تجربہ کار اُستاد سے حاصل کی جاتی۔  
تربیت کا طریقہ کار اس طرح سائنسی طریقے پر لاکر اپنی منزل کا رخ موڑ دیا۔ بیرونی ممالک کے تربیت یافتہ انٹیلی جینس اوپریٹو (جاسوسی افسر) کسی طرح بھی خود کو ڈیک آفیسر کے مددگار سے کم نہ سمجھتا۔ بالکل انہی لوگوں کی مانند جنہیں مختلف شعبوں میں خصوصی تربیت فراہم کی گئی۔ پہلے پہل اُس کو کم اہمیت کے علاقے (ڈیک) میں متعین کیا جاتا ہے اور اس اہمیت کا دار و مدار اس بات پر ہے کہ کسی ملک کے ہندوستان کے ساتھ کیسے تعلقات ہیں۔ گویا جس ملک کے تعلقات ہندوستان کے ساتھ جس قدر زیادہ خراب ہوں۔ اس ملک کو اتنی ہی زیادہ (Priority) اہمیت دی جاتی ہے۔ اور دوسرے فوڈ کو کیس آفیسر محسوس کرتے اور ان دونوں کا ابطالی عرصہ دو سال سے زائد نہیں ہو سکتا۔

## جاسوسی :

ایک مرتبہ جب اس میدانِ عمل میں قدم رکھا تو اسٹیشن چیف کے زیر سایہ مہمات کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے۔ چاہے سرکاری وروی میں ہو یا ہمیں بدل بدل کر وقت کے تقاضے پورے کیے جاتے ہیں اور سفارت خانہ بھی اس کی پشت پناہی کرتا ہے اور جب ضرورت پڑے پوری پوری مدد کرتا ہے۔ اب اسے اپنے سفارت کاروں اور اپنے ہی لوگوں کے ہاتھوں انتہائی مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ بیرونی سفارت کار اور کارکنوں کے خدمت آمیز رویے سے اکثر سامنا کرنا پڑتا ہے۔ (RAW) تنظیم کے کارکن اور بیرونی سفارت کار اپنے کام میں اس قدر مہارت حاصل کر لیتے ہیں اور ایک دوسرے سے اس قدر غماط رہتے ہیں کہ آپس میں مصافحہ کرنے کے فوراً بعد ہر شخص اپنی اپنی انگلیاں شمار کرنے لگتا ہے۔ اس خیال سے کہ کہیں کوئی انگلی غائب تو نہیں ہوگئی۔ یہ ایک اعلیٰ فنی مہارت کا نمونہ ہونے میں۔

اُس کا اہم ترین کام یہ ہوتا ہے کہ وہ مختلف ذرائع سے اطلاعات فراہم کرتا ہے اور دست  
ممالک سے تعلقات استوار کرتا ہے اور محبوزوں سے اطلاعات موصول کرتا ہے۔ اس مقام پر  
اُسے پہلی بار معلوم ہوتا ہے کہ ایک ایک خاص مہم کو کس طرح سے سرانجام دیا جاتا ہے۔

## کارگزاریاں :

اکثر و بیشتر انٹیلی جنس اداروں کا ذاتی طور پر طریقہ کار تقریباً یکساں ہوتا ہے۔ ریڈیڈنٹ  
(پولینیکل ایجنٹ) جس کا تذکرہ حال ہی میں ہوا ہے۔ روایتی طور پر کسی جاسوسی (OPERATION)  
مہم کا اصل محرک اور مددگار ہوتا ہے۔ وہ یعنی ریڈیڈنٹ اپنی مہم کا آغاز قریبی علاقے سے کرتا  
ہے۔ لیکن اُس کا اس (OPERATION) سے قریب رہنا ضروری نہیں۔ کسی مہم کا آغاز مصر میں  
کیا گیا ہے تو وہ بیروت یا بغداد میں قیام پذیر ہو کر بھی اُس مہم کی نگرانی باسانی کر سکتا ہے۔ ملک  
میں وہ قانون شکنی نہیں کرتا۔ کیونکہ اُس کو مکمل طور پر قانونی پشت پناہی حاصل ہوتی ہے۔ کیونکہ وہ  
مالی طور پر مستحکم، سماجی طور پر علاقے میں مقبول ہوتا ہے۔ اور پھر ہندوستان کا شہری جو ٹھہرا۔  
وہ ہمیں بدل بدل کر بات سر کرنے میں نہیں اُلجھتا۔ بلکہ میدانِ عمل میں وہ (OPERATIVE)  
یعنی وہ افسر جو مہم چلاتا ہے اور ایجنٹ کا درمیانی بلا واسطہ رابطہ ہوتا ہے اور اسی طرح  
کیس آفیسر (یہ وہ افسر ہوتا ہے جس کے پاس کسی مہم کا مکمل ریکارڈ ہوتا ہے) اور اسٹیشنر  
چیف سے بھی اُس کا رابطہ ہوتا ہے۔

کیس آفیسر (CASE OFFICER) کا کام اور ذمہ داری یہ ہے کہ وہ ریکارڈ ترتیب  
دیتا ہے اور وہ دیکھتا ہے کہ کسی پروجیکٹ کی تکمیل کے لیے کتنے آدمیوں کی ضرورت ہے اور  
پھر اس مہم کی کارکردگی کی نگرانی کرنا، اور سب کتاب درست کرنا۔ اور کے علاوہ وہ میدانِ عمل میں  
اوپر ریڈنٹ سے قریبی رابطہ رکھتا ہے۔ بعض اوقات اس سلسلے میں کبھی کبھار اسے مخصوص ایجنٹ  
کی مدد کی بھی ضرورت پڑتی ہے۔ (یہ مخصوص ایجنٹ اُس ملک کا باشندہ ہوتا ہے جس

ملک میں جاسوسی کا جال پھیلا یا جائے اور یہ ایجنٹ جاسوسی کی تربیت سے پوری طرح آراستہ ہوتا ہے۔ ایجنٹ کے لیے ضروری ہوتا ہے کہ وہ ہر قسم کی اطلاعات فراہم کرے جس کی کہ کیس آفیسر کو اپنا ریکارڈ مکمل رکھنے کے لیے ضرورت ہوتی ہے۔ ایسا کام کرنے کے لیے کیس آفیسر ذاتی طور پر یا بلا واسطہ پر نپل ایجنٹ کی وساطت سے ایجنٹ تیار کرتا ہے جسے جاسوس کہتے ہیں۔ درحقیقت یہی وہ جاسوس (ایجنٹ) ہے جس کا ہر عمل ملکی قانون شکنی کے مترادف ہوتا ہے اور کسی بھی (OPERATION) عمل کی تکمیل کے لیے جاسوسی کرتا ہے۔ ایجنٹ اسی ملک کا باشندہ ہوتا ہے جس ملک کی جاسوسی کرتا ہے۔ سماجی حلقوں میں اس کو ملک دشمن کے نام سے پکارا جاتا ہے اور اس کام کے لیے (جاسوسی کے لیے) اس کو تربیت دی جاتی ہے۔

اس خریدے ہوئے ایجنٹ سے وقتاً فوقتاً حسب ضرورت فری طور پر بھی کام لیا جاسکتا ہے اور یا اسے عرصہ دراز کے لیے بھولا بھی جاسکتا ہے۔ اس بات کا انحصار نئی دہلی میں (RAW) کے چیف سربراہ کے فیصلے پر ہوتا ہے۔ اس خریدے ہوئے ایجنٹ (جاسوس) سے اگر قطع تعلق بھی کر لیا جائے تو کوئی فرق نہیں پڑتا۔ مگر دوسرے جاسوس اور ایجنٹ حضرات جن کو سفارتی سطح پر پشت پناہی حاصل ہوتی ہے۔ بانڈا بھوٹ جانے کی صورت میں اس ملک میں ناپسندیدہ شخصیت قرار دے کر وہاں سے نکالا بھی جاسکتا ہے جس سے ہم (یعنی جاسوس) کے کام میں رکاوٹ پیدا ہوتی ہے۔

ریڈیٹنٹ کا کام ایجنٹ اور جاسوس کے درمیانی رابطے اور خود کو سامنے لانے سے احتراز کرنا اور اپنی ذات کو ایسے مواقع سے محفوظ رکھنا کہ اس پر شک نہ کیا جاسکے۔ خود پس پشت رہتا ہے اور اگر کوئی ایسا واقعہ پیش آئے تو ایسے حالات کا خاتمہ کرتا ہے۔ ایک وقت میں ایک مہم سے زیادہ کا آغاز نہیں کرتا۔ بالخصوص حفاظتی اقدام کے تحت (OPERATIONS) مہمات کی تعداد محدود ہوتی ہے تاکہ اگر کسی خاص مہم جوئی کے وقت اگر کسی وقت راز افشا ہو جائے

تو کم از کم ایک ہی مہم متاثر ہوگی۔

پرانان نظام جاسوسی آج مناسب نہیں سمجھا جاتا (حالانکہ اکثر ممالک اب بھی اسی کی تقلید کرتے ہیں) اور یہ نظام زیادہ تر دوسری جنگِ عظیم میں برطانیہ اور جرمن ایجنٹوں پر پھیلا ہوا ہے اور اس نظام نے اُن ممالک کو بہت نقصان پہنچایا تھا کیونکہ اس نظام جاسوسی میں بڑی خرابی یہ ہے کہ اگر ایک جاسوس پکڑا جائے تو اس کی وجہ سے دوسرے جاسوس بھی پکڑے جاسکتے ہیں اور ایسی صورت میں آدمیوں کی اور متعلقہ جات کی صورت میں کافی بھاری نقصان اٹھانا پڑتا ہے۔ آج سائنس کی ترقی کے ساتھ ساتھ اس نظام نے اتنی ترقی کر لی ہے کہ دوسری جنگِ عظیم کے نظام جاسوسی کو تیسرے درجے کا نظام تصور کیا جانے لگا ہے۔ طریقہ کار تبدیل ہونے کی وجہ سے ایک ہی ایجنٹ اب بھی میدانِ جنگ میں موجود رہتا ہے اور جتنا وہ کم علم رکھتا، تو اسی قدر ہی اُس ملک کے مفاد میں ہے جس میں کہ اس کو مقرر کیا گیا۔

## بے اصل داستان یا باطل خیال :

ایک ایجنٹ یا جاسوس کسی مصنف کے لیے جو کہ جاسوسی کے قصے کہانیاں لکھتا ہے بالخصوص اپنے فرائض منصبی کے پیش نظر ایک ناقابلِ اعتبار اکائی تصور کیا جاتا ہے۔ اس خیال سے کہ وہ جو کچھ جاسوسی کے نام کرتا ہے دوسروں کو اس سے باخبر رکھنے کو تیار نہیں ہوتا۔ ایسا شخص نہ تو اعلیٰ درجے کا ایجنٹ ہوتا ہے اور نہ ہی ایسا سنگدل ہوتا ہے کہ جو کچھ اُس نے کیا اور یا یہ چاہے کہ اپنی اعلیٰ کارکردگی کو اندھیرے میں رکھے جس میں خود اُس کی ذات چھپی رہے۔ درحقیقت ایک اچھے جاسوس کی خوبیاں بالکل اس کے برعکس اور مختلف ہوتی ہیں۔ سب سے پہلے تو اُس کی یہ قابلیت کیا کم ہے کہ جس کام کے لیے اس کو منتخب کیا گیا ہے وہ اپنی منزل مقصود تک خفیہ طریقے سے پہنچنے کے لیے اور مقاصد کے حصول کے لیے کن دشواریوں سے گزر کر کامیابی حاصل کرتا ہے لیکن جب تک وہ اپنی منزل تک نہیں پہنچ پاتا اُس کا کچھ فائدہ نہیں۔

یہ باطل عقیدہ ایک اور حقیقت سے ختم ہو جاتا ہے۔ جب کہ یہ معلوم ہوا کہ مزدی بنین جاسوس ایجنٹ اسی ملک کا باشندہ ہو جس ملک کے لیے جاسوسی کی جاتی ہے وہ کسی بھی شہریت کا حامل ہو سکتا ہے۔ اس کا انتخاب بطور جاسوسی ایجنٹ اس نظریے سے کیا جاتا ہے کہ چونکہ اُس میں ہر ممکن طوع پر یہ صلاحیت محسوس کی جاتی ہے کہ وہ آسانی سے مقصود حاصل کر سکتا ہے اور اپنی منزل طے کر سکتا ہے۔ مثلاً ایک ہندوستانی جاسوس کے لیے یہ ممکن نہیں کہ وہ پاکستان کی ایٹمی توانائی کے دفاتر میں کام کرنے والوں کے ساتھ گھل مل کر ایٹمی بم کی تیاری کے متعلق معلومات حاصل کر سکے۔ یہ کام ایک پاکستانی ہی کر سکتا ہے باپھر کوئی دوسرا غیر ملکی جاسوس جو کہ اُس عملے کے ساتھ کام کر رہا ہو۔

اس حقیقت نے سب کو منوا لیا ہے کہ ایسا ایجنٹ دوسرا جاسوس بھی ہو سکتا ہے۔ دو بیک وقت دو مختلف جاسوسی تنظیموں کے لیے کارآمد ثابت ہو سکتا ہے (کیونکہ اس کی اپنی اصلیت ایک جاسوس سے زیادہ کچھ بھی نہیں۔ وہ ہو کرے مگر اس کے برعکس وہ بے کار بھی ثابت ہو سکتا ہے۔ ایک جاسوسی تنظیم اسی وقت ہی دوسرا ایجنٹ حاصل کرتی ہے جب کہ اسے یقین ہو جائے کہ اس کے سوا کوئی اور چارہ کار نہیں رہا۔

اس سے قطع نظر کہ ایک جاسوس ”بھاڑے کاٹو“ سمجھا جائے جس کو کہ اس کا اپنا کیس آفیسر ہیڈ کوارٹر سے کنٹرول کر رہا ہو اور وہ اس علاقے میں متعدد اسٹیشن چیف آفیسروں کے زیرِ نگرانی ہو۔ مگر پھر بھی اُس کی موجودگی کے متعلق کسی کو کچھ علم نہیں ہوتا ماسوائے ایسے حالات کے جب کہ اس کو کسی جگہ کے لیے پابند کیا جائے۔ اُس کے دھندے بڑے وسیع پیمانے پر پھیلے ہوتے ہیں جس کے لیے اُس کو عام حالات میں دوسرے ایجنٹ جاسوس وغیرہ کی مدد کی ضرورت محسوس نہیں ہوتی۔ لیکن بعض اوقات وہ ایسا بھی کرتا ہے۔ مگر اس کا تعلق ایسے ایجنٹ سے اپنے ہی ملک محدود ہوتا ہے اور اپنے ملک سے روانگی سے قبل وہ اپنے کیس آفیسر سے تبادلہ خیال بھی کرتا ہے۔ اگرچہ اس کا طریقہ کار محفوظ ہے اور اسے پشت پناہی بھی حاصل ہے۔ اس حد تک کہ وہ وہاں

موجود ہے (یعنی اپنے مخصوص علاقے میں) کیونکہ اس کی روایتی مصروفیت اس کو وہاں رکھنے پر مجبور کیے ہوئے ہے۔ ایسا آدمی (ایجنٹ) کوئی بھی ہو سکتا ہے۔ چاہے وہ ایک طالب علم ہو یا ٹریول ایجنٹ۔ ایک اخبار نویس ہو یا کسی نضائی کمپنی کا ملازم ہو۔ ایک تاجر ہو یا ایک ہنرمند۔ اس کے طریقہ کار میں کسی خاص اطلاع کے حصول کے لیے سیاسی صورتِ حال کو مد نظر رکھتے ہوئے کچھ تبدیلی بھی آسکتی ہے۔ اس کے اقدام کے طریقے پہلے سے مختلف بھی ہو سکتے ہیں۔ ہر حالت میں اس کو کچھ نہ کچھ ادا کیا جاتا ہے تاکہ اس کا تعلق اپنے کس آفیسر سے اپنی ہی صورت میں قائم ہے۔ ریکارڈ پر اس کو اس کے مخصوص نام سے پکارا جاتا ہے۔

جاسوسی میں کامیابی اشارہ اور تعزیب سے حاصل ہوتی ہے۔ وجہ کچھ بھی ہو۔ مگر یہ سوال اپنی جگہ مسلمہ حیثیت رکھتا ہے۔ یہ جاننے کے لیے کہ لوگ آخر کار جاسوسی پیشہ کیوں اختیار کر لیتے ہیں۔ اس کا جواب ایک محبتِ وطن جذبات رکھنے والے فرد سے یوں ملا کہ ایک شخص جس کو اس بات پر ایمان ہے کہ اس کی زندگی کو بچانے کی وہ جاسوس بن جاتا ہے اور ایک وہ شخص ہے جس کا ایمان صرف روپیہ پیسہ کمانا ہے جاسوسی کو اپنا پیشہ بنا لیتا ہے۔ لیکن اس میں پہلا جذبہ ہمیشہ کار فرما رہتا ہے۔ محبتِ وطنی کا جذبہ رکھنے والے کو اس قسم کی تربیت کی بھی ضرورت نہیں ہوتی کیونکہ یہ جذبہ بذاتِ خود انسان کے اندر بے پناہ صلاحیتیں سمودیتا ہے۔ اس کے کارنامے ایک پیشہ ور جاسوس کی نسبت محدود ہوتے ہیں۔ اور یہی پیشہ ور جاسوس ہے جس کو اس میدان میں تربیت سے آراستہ کیا جاتا ہے۔ پھر یہی وہ ایک ہی وقت میں اس قابل نہیں ہوتا کہ وہ کسی ملک کی جاسوسی مہم کو پوری طرح دریافت کر سکے کیونکہ اس کے بنیادی اصول اور کامیابی کا انحصار اس بات پر ہے کہ وہ زیادہ سے زیادہ مواد اکٹھا کرے۔ یہ جاننے کے لیے کہ اصلی وجوہات کیا ہیں۔ اس بڑی حد تک کئی مختلف شعبوں میں بٹے ہوئے نظام میں مختلف ادارے شامل ہوتے ہیں جن کے اپنے اپنے فراموش ہوتے ہیں۔ "اصول" صرف اوپر پڑا آفیسر تک ہی کو محدود نہیں رکھتا۔ بلکہ میدان عمل میں اسرائیلی تک کو بھی اس کا پابند

رہنا پڑتا ہے۔

ایک اعلیٰ تربیت یافتہ آفیسر جب کیس آفیسر کی حیثیت میں الگ ہوتا ہے تو اس کو جاننا جاسوسوں سے الگ دُور رہنے کی ہدایت کی جاتی ہے تاکہ کسی اپریشن (مہم) کی ناکامیوں کی غبر سے اُن کے جذبات کو ٹھیس نہ پہنچے۔ کیونکہ اکثر اوقات پچھلے تجربات نے ثابت کر دیا ہے کہ ایسے لوگ ناکامی کی صورت میں اپنا ذہنی تواناں کھو بیٹھتے ہیں۔ عموماً اسے افراد ہی ایڈیل ایجنٹ تیار کرتے ہیں۔ اس طرح ایک ایجنٹ کی تربیت سے بہتر ہے کہ ایک تربیت یافتہ ایجنٹ ہی خرید لیا جائے۔ بجائے اس کے کہ اس کو ہر کام کے لیے ادائیگی کرنی پڑے ایک ہی مرتبہ مناسب ادائیگی کر کے کم خرچ بالانشین کے فارمولے پر عمل کرنے سے بہت فائدہ پہنچتا ہے اور محدود رقم میں کافی کام لیا جاسکتا ہے اور اس طرح سے ایجنٹ اپریٹو آفیسر پر پوری طرح اعتماد بھی رکھتا ہے اور دست نگر بھی۔

بعض اوقات کسی اپریشن (مہم) کے دُور ان خاص اطلاعات حاصل کرنے کے لیے مزید روپے کلا لپٹ یا بونس کا سوال بھی اٹھایا جاتا ہے۔ ایسے حالات میں غلط خبر رسائی کا لاپٹ بھی آڑے آسکتا ہے۔ لہذا خواہش پوری کر دی جائے تو بہتر ہے تاکہ صحیح صورت حال سے آگاہی مکمل طور پر حاصل ہو سکے۔ ایسا موقع بھی آسکتا ہے کہ ایجنٹ دھمکیوں پر اُتر آئے۔ اس کے دل پر جذبات سوار ہو جائیں حالانکہ اس کو آپ نے تربیت دی تھی اور دوبارہ رابطہ قائم نہ کرے تاکہ آپ کو کوئی اطلاع موصول نہ ہو سکے۔ وہ دُور ٹھہر سکتا ہے اور آپ سے اختلاف رکھ سکتا ہے۔

یہ اطلاع (خبر) کی صحیح قیمت لگانا ایک خاص اہمیت کا حامل کام ہے۔ اس بات کا دار و مدار چند ایک مخصوص اصولوں پر ہوتا ہے۔ اطلاعات کی اصل وجہ صرف اُس کو معلوم ہوتی ہے جو ایجنٹ بھرتی کرتا ہے۔ اکثر اوقات یہ ضروری سمجھا جاتا ہے کہ رقم کی ادائیگی ایسی اور اس طریقے سے کی جائے کہ ایجنٹ کی خفیہ اُہدنی کی مقدار اس قدر زیادہ نہ ہو جس قدر کہ اُس کو اس کی

ملازمت سے حاصل ہوتی ہے کیونکہ ایسا کرنے سے وہ اپنے سربراہ کی نظروں میں آسکتا ہے۔ اس کی تربیت کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ اس کو اپنی منزل تک پہنچنے کے قابل بنایا جائے اور جس قدر عرصہ دراز تک اپنی فوکری پرفائز ہے گا اسی قدر وہ زیادہ سود مند ثابت ہوگا۔ اس طریقہ پر اس کو رقم کی ادائیگی کی جائے تاکہ وہ اپنی آمدنی اور خرچ کا پتہ برابر رکھ سکے۔ اس کے علاوہ بلیک میل کر کے اطلاعات حاصل کرنے کے طریقے پڑانے ہو چکے ہیں ہاں مخصوص حالات میں وہ بھی روا ہیں۔ بہت تھوڑی ایجنسیوں نے آخر کار اس طریقے کو خصوصی طور پر اپنایا ہے۔ یہ اس لیے نہیں کہ یہ ان کی اونچی سوچ، بچار کا نتیجہ ہے۔ بلکہ اس لیے کہ اس طرح سے ادائیگی کا توازن درست رہتا ہے۔ وسیع النظری یا دھمکی دینا ایجنٹ کو معاندانہ رویہ کی طرف لے جائے گا۔ نتیجتاً وہ اس علاقے کو چھوڑ دے گا جس کا حاصل مفرا ہو سکتا ہے۔ ایسے بہت سے واقعات ہو چکے ہیں کہ دھمکی کی بہت بڑی قیمت ادا کرنا پڑتی ہے۔ ایسے طریقے کئی ایجنسیوں نے اختیار کر رکھے ہیں جسے سب جانتے ہیں۔ جیسا کہ سی آئی اے (C.I.A.) کے جی بی اور ایس آئی ایس کے متعلق معلوم ہوا ہے کہ انہوں نے فنڈز اکٹھے کر کے چکلے چلائے ہیں۔ اس مشق سے اصل مقصد پھر بھی حاصل نہ ہو سکا کیونکہ وہ ایجنٹ جس پر کہ دار مدار تھا اصل مقصد سے ہٹ کر عصمت فروشی کے دھندے میں الجھ کر رہ گیا۔ ایسے موقع پر کس سے اُمید کی جاسکتی ہے کہ وہ متوقع راز باقول ہی باتوں میں اُگل دے گا۔ لیکن اس کے بجائے کہ وہ حمایتی بنتے اُلٹا دھمکی اور مصیبت کا باعث بنے۔ توقعات تو کسی سینئر ملازم جیسے کوئی MP یا کسی وقت کوئی وزیر بھی ہو سکتا ہے، سے وابستہ کی جاسکتی ہیں جو کہ کم از کم کسی نظرے کا نشان تو نہ بن سکے۔

۱۱ (R.A.W.) نے ایسا کوئی طریقہ اختیار نہیں کیا۔ (تاہم جس قدر کہ کوئی پسندیدہ طریقہ نظر آیا اس کو اپنایا)۔ ایک مرتبہ ان پر بھی چکلے چلانے کا الزام عائد کیا گیا تھا۔ مگر مجھے بعد میں خصوصی ذرائع سے معلوم ہوا کہ یہ الزام حقیقت پر مبنی نہیں اور غلط تھا۔ لیکن پارلیمنٹ میں یہ بڑی حد تک ممکن نہیں کہ جس قدر مخالفت کی جائے اسی قدر اس کو حمایت حاصل ہو۔

کئی ایسے ممالک جہاں کہ جنسی شہوانیت کو قانونی حیثیت حاصل ہے وہاں کے لڑکے اور لڑکیوں سے خارجہ دفاتر میں کام کرنے والے لوگوں کو ایسے ماحول سے دُور رکھنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ یہ تو کوئی بے وقوف ہی ہوگا جو ایسے لاپرواہی کے حال میں پھنسے گا۔ پھر بھی ایسے احمقوں کی کمی نہیں۔

جاسوس یا اینجینئر ان کو کہہ سکتے ہیں یہ کہانی کا ایک حصہ ہے۔ اس کے علاوہ ایک اور رابطہ بھی ہے جو بڑا اہم کردار ادا کرتا ہے اور یہ بڑے پیمانے پر ہوتا ہے۔ یہاں اسٹیشن چیف (جاسوسی ادارے کا سربراہ) ایک بڑی مشکل میں پھنس جاتا ہے۔ رابطہ اطلاع پہنچانے کے لیے تیار ہوتا ہے۔ تاہم اس پر عمل کرنے کے لیے وہ اپنی مرضی کا مالک نہیں ہوتا۔ اس میں مشن کے سربراہ کی مرضی شامل ہوتی ہے۔ کسی جگہ کی طرح سادھو لوگ بھی میدانِ عمل میں اپنا کردار ادا کرتے ہیں۔ اس دائرے میں را (RAW) کو کئی ایک مواقع پر مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ وہ لوگ را (RAW) افسروں کے متعلق یہ سمجھتے ہیں کہ ناکارہ ہیں ان میں دفاتر خارجہ کے ارکان ہیں جو کہ حالات کو اس کے برعکس پاتے ہیں۔ یہ صحتِ حال میں اس وقت واقع ہوتی ہے جب دو ممالک میں پرزور داری کی افتاد پڑتی ہے۔ ایسے مواقع بھی آتے ہیں کہ اسٹیشن چیف اور سفیر کا قریبی رابطہ ہوتا ہے، لیکن یہ ایک گزرا ہوا خیال سمجھا جاتا ہے۔ تنہا ان کی کمی نے کسی حالات میں تقویت بھی بخشی ہے۔ آئی ایف ایس کا کردار اور اس کے ساتھ ساتھ اس کے سفارت کار جاسوسی سے کام اہم رول ادا کر سکتے ہیں۔ اس کے بغیر بھی کہ ان کو براہِ راست اس کام میں اُبھایا جائے۔ کسی ملک میں سفارت خانوں کی وساطت سے اس ملک کی انٹیلی جنس ایجنسیوں کی بجائے مختلف سیاسی شخصیات سے کھلے بندوں تعلقات استوار کر کے بھی یہ کام لیا جاسکتا ہے۔ یہ کوئی نیا تصور نہیں۔ کئی ایک اداروں کو ان کی سفارت گروہوں کی وساطت سے فنڈ مہیا کیے جاتے ہیں۔ اس کے علاوہ سفارت خانہ اپنے طور پر بھی کئی طریقے اور ذرائع رکھتا ہے۔ سفارت خانے کی وساطت سے ایسے دروازے سانی سے کھلے جاسکتے ہیں جو کبھی نہ کھل سکتے ہوں۔

## اطلاعات کی بہم رسانی :

ایک ایجنٹ کو تیار کرنے کے بعد اطلاعات کو اس سے وصول کر کے آگے (Principal) بڑے اہل کاروں تک پہنچانے کی ضرورت پیش آتی ہے۔ اس کام کے لیے ایک ہرکارہ مقرر کیا جاتا ہے جو کہ وقت کی پابندی کے ساتھ ساتھ صحیح مقامات پر پہنچ کر اپنی ڈیوٹی ادا کر کے واپس ہوتا ہے۔ اس کا کام ایک ذائقے سے مشاہرہ ہے۔ بعض اوقات وہ ایسے کاموں کے لیے ڈیڈ لیٹر کس بھی استعمال میں لاتے ہیں جو کہ ایک مخصوص جگہ پر تعین ہوتے ہیں۔ اس ہرکارے کو اوٹ کٹ کا نام دیا جاتا ہے۔ اس کو نہیں معلوم کہ ایجنٹ کون ہے اور خبر کیا ہے۔ بس اپنے کام سے واسطہ رکھتا ہے۔ ضروری نہیں کہ یہ ایجنٹ معیار پر پورا اُترے۔ تاہم اس سے قریب ترین رابطہ رکھنے سے جاسوسی کے کام کی کامیابی ہے۔ ہر ملک کے انٹیلی جنس ادارے کا طریقہ کار تقریباً یکساں ہوتا ہے مگر جاپان اور روس کی (KGB) میں معمولی فرق ہے۔ اور جاسوسی ہی کی کارکردگی کو زیادہ اہمیت دیتے ہیں۔ پاکستان کی انٹیلی جنس تنظیم کمی بلڈ ہندستان میں ناکام ہو چکی ہے اور ان کی ناکامی کے متعلق بھی صحیح اندازہ لگانا بڑا مشکل ہے۔ منزل یا نشانہ جسے اس تنظیم میں کیا جاتا ہے چھوٹا ہو یا بڑا بہر حال اس تک پہنچنا آسان نہیں ہوتا۔ حال ملک میں خاص اطلاع وصول کرنا ہی منزل نہیں، جیسا کہ پاکستان میں ایٹمی توانائی کے متعلق اطلاعات حاصل کرنے کے لیے ایسے یورپین ممالک سے بھی یہ معلومات حاصل کی جاسکتی ہیں جو پاکستان کو اس میں مدد فراہم کر رہے ہیں۔ نشانہ چاہے پورا ملک ہی کیوں نہ ہو۔ مگر اس کو صحیح اندازے بنگلہ دیش کے اپریشن سے پرکھا جاسکتا ہے جو کہ را (RAW) کا کارنامہ ہے۔ یہ بھی ایک بہت وسیع و سرین جغرافیائی خطہ بن سکتا تھا جیسا کہ آج کل گلف میں ایران اور عراق کی جنگ و جہر کاوٹ ہے جسے دنیا کی تمام جاسوسی تنظیمیں جانتی ہیں۔ یہ کام رتوی کی ڈگریوں سے رین اور ٹائپ کے کاربن کاغذوں سے جہاں خفیہ کام ہوتا ہے، سے بھی حاصل کی جاتی ہیں۔ حالانکہ

ایک چیزوں کو جلا دیا جاتا ہے۔ نشا نہ یا سرل انسانی دماغ سے ہی نہیں بلکہ جہانی محنت سے بھی حاصل کیا جاتا ہے۔

مخصوص معلومات حاصل کرنے کے بعد اس کے مطابق اس پر عمل کرنے کا مرحلہ آتا ہے جس کے لیے کسی کو اپنی پلاننگ صحیح خطوط پر استوار کرنے کے لیے صحیح معلومات کی ضرورت پڑتی ہے۔ سراغ رسانی کا عمل اس بات کا عمل اس بات پر بڑی حد تک منحصر ہوتا ہے کہ اس علاقے میں کام کرنے والے افسروں کے نام معلوم ہوں۔ اس کے باوجود کہ حکومتیں حفاظتی انتظامات سخت کیے رکھتی ہیں۔ اس طرح کام آسان ہو جاتا ہے اور یہ اطلاعات اور معلومات ٹیلی فون کی ڈائریکٹری سے حاصل ہو جاتی ہیں جب میں کہ افسران کے نام ٹیلی فون نمبر اور رہائش گاہوں کے نشا نہ ہی باسانی ہو جاتی ہے۔ مکمل تفصیلات حاصل کرنے کے بعد منزل مقصود تک رسائی آسان ہو جاتی ہے اور اس طرح ان کی نگرانی شروع ہو جاتی ہے یہ جاننے کے لیے کہ کوئی کلب، ہوٹل، ریستورانٹ یا مذہبی مجالس میں کس وقت اور کہاں جاتے آتے ہیں۔ بعض سراغ رسانی اداروں کے پاس تو خانقاہوں، پیغام رسانی کے اڈوں کی بھی مکمل تفصیلات موجود ہوتی ہیں جن میں ہیلٹھ کلب بھی شامل ہیں جہاں کہ یہ سرکاری افسران اور ممبران پارلیمنٹ وقتاً فوقتاً مل سکتے ہیں اور یہ مشرقی اور مغربی ممالک کی حقیقت ہے۔ اب مذکورہ بالا شخصیات تک رسائی کی مشقیں شروع کی جاتی ہیں تاکہ مقصود حاصل ہو سکے۔ ہندوستان میں تو سی آئی اے اور کے جی پی کے گارڈن دونوں کو متوقع موضوعات پر بحث و مباحثہ کرتے سنا گیا ہے تاکہ سرکاری اور تجارتی اداروں سے ابتدائی معلومات حاصل ہو سکیں۔

اگرچہ ہر سراغ رسانی ادارے کا اپنا اپنا طریق کار ہے اور سی آئی اے یا کے جی پی کے ساتھ دوسری ایجنسیوں کا ذکر اس لیے نہیں کیا گیا کہ وہ اس طرح سے کارگزاری نہیں کرتے بلکہ ان مذکورہ بالا دونوں تنظیموں کا ذکر اس لیے چھیڑا ہے کیونکہ ان کا طریق کار بالکل واضح اور ان کے مفادات بہ نسبت دوسری ایجنسیوں کے اس علاقے میں زیادہ ہوتے ہیں۔ سی آئی اے کے

متعلق تو مشہور ہے کہ وہ فقہتھ کالم اسراغ رسان جاؤس، لوگوں کو بڑی حد تک اپنا دوست بنانے میں کامیاب ہو جاتی ہے! بعض اداروں کا نقطہ آغاز مختلف ہوتا ہے مگر بنیادی اصول یکساں ہوتے ہیں۔ اس حلقے میں سینئر سرکاری افسران، مہتمد سیکرٹری، سیکورٹی افسران اور اہم تجارتی شخصیتیں آتی ہیں جن کا تعلق کسی نہ کسی طرح دزیروں اور سیکریٹریوں سے قائم ہوتا ہے۔

کے جی بی تو اکثر دوسرے درجے کے لوگوں کے ساتھ تعلقات استوار کر کے اہم معلومات حاصل کرتی ہے۔ اس میں ٹائپسٹ، کلرک، ہر کارے شامل ہیں جو دفتری اوقات کے بعد یہ کارروائی کرتے ہیں اور اس طرح سے کسی شہ سے بھی محفوظ رہتے ہیں۔

تیسرے درجے میں ٹیلی فون آپریٹرز، ایکسٹریشن اور پلبرز وغیرہ آتے ہیں جو وقتاً فوقتاً اچانک طور پر مخصوص فائل حاصل کر سکتے ہیں۔

ان مذکورہ بالا افراد کا تجزیہ اس تجربے کی بنیاد پر پیش کیا جا رہا ہے جب کہ وہ ہندوستان میں "سی آئی اے" اور "کے جی بی" کے لیے کام کرتے پکڑے گئے اور انہوں نے اپنی غلطی کو تسلیم کیا۔ مذکورہ بالا امکانات کے علاوہ ایسے افراد جو بیرونی ممالک میں سفارت خانوں میں ملازم ہیں اور ان کی ملازما انتقال پذیر ہوتی ہے۔ اس میں سفارتی ممبران یا سرکاری کارکن بھی شامل ہیں جن کو سفارت کار تو نہیں کہا جاسکتا مگر اہم ڈیوٹی پر فائز ہوتے ہیں اور وہ متعلقہ حکموں اور وزارتوں کے رابطہ کا کام کرتے ہیں۔ وہ بھی مطلوبہ دلچسپ مواد جو کہ اہم خط و کتابت پر مشتمل ہوتا ہے اپنے پاس رکھتے ہیں جو کہ اسراغ رسانی مقاصد کے لیے بڑا موزوں ثابت ہو سکتا ہے۔

ایسی عورتیں جو کہ سفارت کاروں اور دیگر سفارت کاروں اور اسراغ رسانی ایجنٹس کی بیویاں ہوتی ہیں ان کو اس سے خارج سمجھا جاتا تھا لیکن اب ان کو بھی اس مقصد کے لیے مختلف ناموں سے یا بھیس بدل کر اپنے خاندانوں کے ساتھ کام کرنے کو ترجیح دی جانے لگی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آج کل سفارت کاری اور اسراغ رسانی کے لیے جوڑے کام میں

لائے جاتے ہیں اور طریقہ اکثر ایجنسیوں نے اپنائے رکھا ہے۔

اکثر ممالک میں سماجی تعلقات پیدا کرنا یا لوگوں سے گھل مل جانا بہت آسان ہے۔ مگر چین جیسے کمیونسٹ ملکوں میں بہت مشکل ہے کیونکہ ان کی سراغ رسانی تنظیم کے کارکن ہر اس جگہ موجود ہوتے ہیں جہاں سے یہ کام لیا جاتا ہے۔ "لیکن پھر بھی سراغ رسانی کے میدان میں کوئی پریز مشکل نہیں ہوتی۔" ایک استاد کہتا ہے کیونکہ ایسے مالک کے دوست مالک سے سیاح آتے ہیں جن میں جنرلٹ (مضمون نگار) طلباء اور دیگر کئی قسم کے لوگ شامل ہوتے ہیں ان سے بروقت رابطہ قائم کیا جاسکتا ہے لیکن یہاں بھی صحیح رابطے کے انتخاب کا سوال باقی رہتا ہے اور اس سلسلے میں "FIELD" کے اصول سے کام لیا جاتا ہے جس میں محبت کا عنصر اہم کردار ادا کرتا ہے۔ بعض اوقات یہ طریقہ کار بھی تباہی کا باعث بن سکتا ہے۔ مگر پھر بھی ایک نیا ایک وقت کامیابی حاصل ہو ہی جاتی ہے اور آہستہ آہستہ کوئی نئی ایجنٹ ہاتھ لگ جاتا ہے جس کو آزمانے کے لیے پہلے معمولی کام یا اطلاعات حاصل کرنے کو کہا جاتا ہے۔ بعد میں اس سے مخصوص معلومات اور کاغذات حاصل کیے جاسکتے ہیں۔ تب وہ ہتھیار اور نوازدار ایجنٹوں کی نمرست میں شامل کر لیا جاتا ہے۔ مگر دوسری دنیا میں حاصل کردہ ایجنٹ اپنی ہی ایجنسی کے ہاتھوں پکڑے بھی جاسکتے ہیں کیونکہ جب کوئی ایجنٹ اپنے معمولات میں ردوبدل کرتا ہے تو نظروں میں آ جاتا ہے اس لیے اسے سمجھانا ڈرانا ضروری عمل ہے۔ اس کے علاوہ معلومات کو آگے پہنچانے کا سلسلہ شروع ہوتا ہے اور یہ کام (CURIETY) ہر کار سے زیادہ انریس سیٹ کے ذریعے لیا جاتا ہے۔ سمگلر بھی اس کام میں استعمال کیے جاتے ہیں۔ ہنگویہ طریقہ خطرناک اور غیر سود مند ہے۔

## ضمنی سراغ رسانی :

ہندوستان کی راء (RAV) تنظیم کے ساتھ ایک کونٹرا انٹیلی جنس کا حصہ بھی شامل ہے

اور ان کا کام بھی تقریباً دیا سی ای ہے مگر سوانے اس کے کہ ان کے منہ میں زہانت ہوتے ہیں نہ زبان اور نہ ہی ان کے پاس کوئی پاورز (POWERS) ہوتی ہیں۔

ہندوستان کی (IB) کاڈنٹرائٹیل جینس بھی اسی طرح ہوشیار ہے جس طرح کسی دوسرے ملک میں۔ جن کا ڈنٹرائٹ (نشانہ انڈیا ہوتا ہے)۔ اس سلسلے میں پاکستان کی سراخ رسانی کے ٹھکے کی نظریں ہندوستان کی عسکری قوت پر مرکوز ہیں۔ ٹیکارام کشیپ کی گرفتاری جو کہ ہندوستان کے کمانڈروں کی میننگ کے منٹس پاکستان کے سفارتی نمائندے انوار احمد کے حوالے کرتے وقت عمل میں آئی۔ ۹ نومبر ۱۹۷۹ء کا واقعہ ہے جو کہ ایک مثال ہے۔ اسی طرح کی پاکستان سراخ رسانی ادارے کی ایک اور مثال موجود ہے جس میں کہ ہندوستان کے ۳۸ گیشٹنڈ آفسیور اور ۵۲ ملٹری کے آدمی گرفتار ہوئے اور اس حلقے پاکستان کے تین جاسوسوں کی گرفتاری عمل میں آئی۔ اس کیس کو سمبا کیس کے نام سے موسوم کیا گیا ہے اور کئی ایسی مثالیں جو CIA اور KGB سے متعلق ہیں اپنی جاکستی ہیں۔

## افواہیں پھیلانا :

را (RAW) پر مباحثے کے اختتام پر آخری بات جو اہم ہے وہ افواہیں پھیلانے کی پالیسی ہے۔ یہ کام پبلک کے خیالات بدلنے اور سوچ کا دھارا تبدیل کرنے کے لیے کیا جاتا ہے۔ اس کام کو ٹھکے سراخ رسانی میں DIS-INFORMATION یا DECEPTION کے نام سے پکارا جاتا ہے اور یہ چال زیادہ تر ملٹری میں کام آتی ہے جو جنگ اور امن دونوں صورتوں میں استعمال میں لائی جاتی ہے۔ خصوصاً ایسے مواقع پر جب کہ ملک کے مفاد میں ہو۔ دوسرے الفاظ میں اس کو دوسو کا وہی بھی کہا جاسکتا ہے۔ اس طرح دشمن ملک کو غلط قسم کی خبریں فراہم کی جاتی ہیں جو کہ اس کے لیے مذکورہ بالا ذرائع کے علاوہ موثر اور واضح ذرائع بھی استعمال میں لائے جاتے ہیں۔

اس طریقہ کار کو بنگلہ دیش پریش کے وقت بڑا موثر بنایا گیا تھا جب کہ مغربی ذرائع ابلاغ نے یہ مشہور کر دیا کہ ہندوستان کی فوج نہ تو اتنی کافی ہے اور نہ ہی جلدی سے علاقے میں پہنچ سکتی ہے کیونکہ یہ دور دراز علاقوں میں مثلاً حیدرآباد، بنگلور، پٹنہ اور جھانسی کے مقامات پر موجود ہیں۔ یہ غلط افواہیں پاکستان کو فراہم کر دی گئیں جس پر پاکستان نے بڑی حد تک اعتبار کر لیا مگر ہوا اس کے بالکل برعکس اور بڑی رازداری اور سرعت سے فوجیں بنگلہ دیش پہنچ گئیں جہاں جس میں ملک شاہ نے بڑی ذہانت سے کام لیا۔ گویا پاکستانی انٹیلی جنس بعد میں اپنا مقصد حاصل کرنے میں کامیاب ہو گئی تھی مگر اس وقت تک بہت دیر ہو چکی تھی اور ہندوستان اپنے مقصد میں کامیاب ہو چکا تھا۔

## خصوصی مہمات

را (RAW) کا ایک یہ اہم ادارہ (OSO) کے نام سے بڑے دھوکے اور گندے کام کرتا ہے اور بڑے خطرے مول لیتا ہے جو کہ را (RAW) کی کامیابی کا موجب ہے۔ وغیرہ وغیرہ۔ جاسوسی کے علاوہ اس ادارے کا کام اپریشن کو عملی جامہ پہنانا ہے اور ناکامی کی صورت میں مدد دینا اور راہ عمل دکھانا ہوتا ہے۔

سراغ رسانی اور خفیہ چالیں گو ایک برائی ہے مگر یہ جنگ سے کم تر برائی ہے۔ جب کسی ملک کے ساتھ سیاسی سطح پر مذاکرات فیمل ہوتے ہیں تو پھر را (RAW) کی اس تنظیم (OSO) کا کام ہے جو معاملات کو سدھارنے میں بڑی حد تک مددگار ثابت ہوتی ہے اس ادارے کا کام اونچے پیمانے پر اثر انداز ہوتا ہے اور اس ادارے کو قانونی تحفظ حاصل ہوتا ہے۔ اس لیے یہ دشمن ملک میں کھل کر یعنی احتیاط اور خفیہ طریقے سے ہی اپنے کام سرانجام

کے اپریشن راولیہاں

## بنگلہ دیش کا وجود :

دنیا میں بعض اوقات ایسے واقعات بھی رونما ہوتے ہیں جب کہ کوئی ملک کسی دوسرے ملک کی آزادی اور حفاظت کو چیلنج کرتا ہے اور امن کی فضا کو آلودہ کر کے خطرناک موڑ پر لاکھڑا کرتا ہے۔ ایسے واقعات چاہے جھوٹے ہی کیوں نہ ہوں مگر بیرونی دباؤ کی وجہ سے خطرناک مشکلات کے سامنے اچانک لاکھڑا کرتے ہیں۔ ایسی صورت میں اس کے سوا کوئی چارہ کار نہیں ہوتا سوائے اس کے کہ تباہی کا سماں پیدا ہو۔

ایسی صورت حال کا بلاواسطہ طور پر متاثر کرنے کے بجائے سیاسی مل تلاش کرنے کی کوششیں کی جاتی ہیں کیونکہ بیسویں صدی کی دنیا بڑی مذہب ہو چکی ہے اور جب یہ سلسلہ بھی تعطل کا شکار ہو جائے تو پھر اس کا عمل انٹیلی جنس ایجنسیوں کی دسالت سے جس میں مختلف ممالک کی ایجنسیاں حصہ لیتی ہیں، سوچا جاتا ہے۔ اس کی زندہ مثال "بنگلہ دیش کا وجود میں آنا" ہے۔ عام حالات میں ایسے مواقع پر بیرونی ممالک کی سراغ رساں ایجنسیوں کو نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔ کام کی نوعیت کے لحاظ سے ان کی کارکردگی عموماً خفیہ ہی رہتی ہے اور لوگوں کی زبان پر نہیں آتی جس کی وجہ سے ان کی کامیابیاں بھی چھپی رہتی ہیں۔ لیکن بعض اوقات ان کا تذکرہ بہت اہمیت کا حامل ہوتا ہے خصوصاً اس وقت جب کہ لوگوں میں غلط خبریں اور افواہیں پھیلی ہوئی ہوں کیونکہ حقیقت جاننا لوگوں کا حق بنتا ہے۔

## مہم کا آغاز :

بنگلہ دیش آپریشن کو کوئی کوڈ نام نہیں دیا گیا تھا۔ تاہم اس کے مکمل طور پر حرکت میں آنے سے تقریباً ایک سال پیشتر ہی اس مہم کا آغاز ہو چکا تھا۔ لیکن اس وقت تک بھی جب کہ لوگوں نے کئی باہنی کا نام سنا تھا (RAW) کی مداخلت سے بے خبر تھے اس وقت اس

اگریشن (مسم) کا پہلا حصہ مکمل ہو چکا تھا۔

دوسرا مرحلہ ہندوستان کی فوجوں کو طوٹ ہونا اور یا بنگلہ دیش کی آزادی تھا۔ ہندوستان کی ملٹری کی ان کامیابیوں کا تذکرہ بیرونی تجزیہ نگاروں نے دوسری جنگ عظیم کے دوران جرمن کی کامیابیوں سے مقابلہ کرتے ہوئے بیان کیا ہے۔ لندن کے "THE SUNDAY TIMES" سنڈے ٹائمز نے اپنے ۱۲ دسمبر کے شمارے میں بھی اس کا ذکر کیا ہے۔ اس نے لکھا کہ ہندوستان کی فوج نے صرف ۱۲ دن کے اندر ڈھاکہ پہنچ کر جرمن فوجوں کی یاد تازہ کر دی ہے جنہوں نے ۱۹۴۰ء میں فرانس کا سخت ترین محاذ عبور کیا۔ عسکری جارحانہ چال اور تحمل بالکل ویسا ہی تھا۔ آج بھی یہ تصور کیا جاتا ہے کہ ہندوستان کی فوج اکیلے یہ کامیابی نہیں حاصل نہیں کر سکتی تھی۔ اگرچہ ہندوستان کی فوج بڑی ہنرمندی اور پامردی سے لڑتی رہی۔ چند ایک مقامات پر تاریخ ساز اور سنسیٹو نیز واقعات بھی رونما ہوئے جو بڑے حیران کن تھے۔ لیکن بعض ایسے بھی تھے جنہوں نے بڑی تعویت بخشی۔ اس ساری کارروائی کا صلہ ان لوگوں کے زمرے میں آتا ہے جنہوں نے دشمن کی صفوں کے پیچھے جنگ کی اور جان دے دی۔ یہ لوگ راء (RAW) کے کارکن تھے جنہیں کئی باہنی کے نام سے پکارا جاتا تھا۔

راء (RAW) اور کئی باہنی نے جب کافی قوت جمع کر لی تو پھر ہندوستان کی فوج کو اطلاقات فراہم کیں اور اس سلسلے میں انہوں نے ناقابل گرفت لداخ سے کام لیا۔ نتیجتاً میدان جیتنے سے پہلے ہی جنگ ختم ہو چکی تھی۔ اس میں دوسرے عوامل کے علاوہ راء (RAW) کو خصوصی مقام حاصل ہے۔

## ابتدائی رپورٹ :

پاکستانیوں کی سوچ کے متعلق رپورٹ اپریشن شروع کرنے سے ایک سال پہلے ہی موصول ہو چکی تھی اور یہ رپورٹ (IB) فارن ڈیسک نے لندن میں پاکستانی سفارت کار سے

مامل کی مٹی جس میں یہ کہا گیا تھا / ظاہر کیا گیا تھا "مغربی پاکستان کے لوگ مشرقی پاکستان کے لوگوں کو ایسا ہی سمجھانے کی مچھ رہے ہیں جو ان کو کبھی نہ سمجھ سکے۔" یہ اطلاع (خبر) اُس مخبر نے یہ خبر فوراً نئی دہلی بھیج دی۔ جونہی یہ خبر مغربی اور مشرقی پاکستان کے دونوں حصوں میں پھیلی تو پاکستان (IB) کے ہیڈ کوارٹرز میں یہ تصویر کا دوسرا رخ لے کر ابھری اور لندن میں پاکستانی سفارت کار کے کلمات پر بڑی تشویش ہوئی۔ اُس وقت اس پر اعتبار نہ کیا گیا۔ چنانچہ اسے ایک طرف ڈال دیا۔

## اگر تلہ سازش

سچپوٹے بڑے واقعات کا ظہور ترتیب وار شمار میں لانا مشکل سا کام ہے۔ اس سلسلے میں ایک عیاں خاکہ نظروں کے سامنے ابھرتا ہے۔ ر (RAW) کی کارکردگی اُس کے اوائل وقت سے یعنی جب وہ ۱۹۶۸ء میں وجود میں آئی، کو مد نظر رکھ کر تجزیہ کیا جائے۔ لیکن اُس وقت تک ہندوستان کی (IB) مجیب الرحمن کے گروہ سے تعلقات استوار کر چکی تھی۔ چنانچہ اگر تلہ میں ایک میننگ بلائی گئی جس میں ۶۳-۱۹۶۲ء کے عرصے کے دوران خارجہ آئی بی اور مجیب کے عواریوں نے شرکت کی اور ایک واضح لائحہ عمل اختیار کیا گیا۔

اگر تلہ میننگ میں مجیب کے عواریوں نے کرنل مینن (جس کا اصل نام سیٹھکرا نہ نائرز تھا) سے پُر زور مطالبہ کیا کہ ان کی تحریک کو پُر زور طریقے سے آگے بڑھایا جائے۔ یہی وہ کرنل ہے جو ہندوستان کی (IB) اور مجیب گروہ کا درمیانی رابطہ تھا۔ چنانچہ کرنل مینن نے ان کو سمجھایا کہ کرنل کوئی اہم اقدام اٹھانا قبل از وقت ہو گا کیونکہ جو پلان انہوں نے پیش کیا تھا وہ ناچختہ اور ناقابل عمل تھا۔ جو اُس ہی اسس پلان پر عملدرآمد شروع ہوا، بنگال کی اواج پر حملے شروع ہوئے تو یہ تحریک ڈھاکہ میں ناکام ہو گئی۔ حقیقت میں یہ ایک مکمل تباہ کر دینے والا اقدام تھا اور کرنل مینن کی پیشین گوئی درست ثابت ہوئی۔

۶ جنوری ۱۹۶۸ء کو ایک غیر منظر عام پر آئی کہ مشرقی پاکستان کو ہندوستان کی مدد سے توڑنے کے الزام میں گرفتار کیا جا چکا ہے۔ شیخ مجیب الرحمن کو اس کے ۱۲ یوم بعد میں اس الزام میں موٹ کیا گیا اور ایک مجرم کی حیثیت سے اسے بمبئی لیٹ میں لے لیا گیا۔ اس واقعہ کو اگر ترمیم سازش کیس کے نام سے شہرت ملی۔ اور یہ الزام کمال الدین احمد کے اقرار کر لینے پر ثابت ہو گیا۔ مانی کورٹ کا فیصلہ پاکستانی روزنامہ ڈان (Dawn) میں چھپا جس میں یہ ذکر کیا گیا کہ یہ سازش اور سازشوں کا ہندوستان کی جاسوس تنظیم سے گہرا رابطہ ہے جو کرنل مینن اور کرنل ٹریپتھی کی زیر سرکردگی سرگرم عمل ہے۔ یہ واضح ہو گیا کہ پاکستان نے ہندوستان کو موٹ کرنے کے لیے اس کے دو افسروں کے نام لیے تاہم پوری غیر پاکستان کے ماتھ بھی ڈنگ ملی۔ انہوں نے کرنل مینن سے دو دینک (ہمدے) الگ ظاہر کر کے دو آدمی بنا دیے حالانکہ یہ دونوں ہمدے اور نام ایک آدمی کے تھے نہ کہ الگ الگ۔

## راکی تحریک کا آغاز :

اس وقت تک "ib" خارجہ شاخ نے پاکستان میں تنظیم نوکی۔ مشرقی حصے کا ہیڈ کوارٹر کلکتہ میں مقرر کیا گیا اور پی ایس بزرگی جوائنٹ ڈائریکٹر (RAW) کو نامزد کیا گیا جب کہ پاکستانی (ڈیک) کا انچارج نئی دہلی ہیڈ کوارٹر میں اس کا نام ایس۔ سینکارن نام تھا۔ چنانچہ مشرقی پاکستان میں نیزیم ختمیہ جال بچھا دیا گیا اور اس کام میں اس سال ۱۰۰ جاسوس مامور کیے گئے اور یہ سب کچھ پاکستان کے اس سلوک کے نتیجے کے طور پر ہونا ہوا جو اس نے اپنے مشرقی حصے کے ساتھ روا رکھا ہوا تھا۔ اس کی اولین بھی وجہ اور بنیاد تھی۔ RAW کے دستے کرنل مینن کے ساتھ قریب ترین رابطہ قائم رکھنے کے لیے بارڈر کے ساتھ ساتھ پھیلا دیے گئے۔ اور ان کا رابطہ مشرقی پاکستان اندرونی علاقے میں پھیلے ہوئے جاسوسوں کے ساتھ بہستور قائم رہتا۔ ان جانبا ز فورس کے نوجوان جن میں جذبہ قربانی کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا، شامل تھے۔

اس طرح سے ملاقاتوں کا طویل سلسلہ شروع ہوا جو سرداروں کی بھرتی میں بڑا مددگار ثابت ہو یعنی کئی باہنی کی تنظیم قائم کرنے میں جس کی قیادت کرنل ایم اے جی عثمانی کر رہے تھے اور کئی باہنی کے کمانڈر انچیف بنے یہی وہ نوجوان جانا نواز آزادی کئی باہنی تھے۔ میجر خالد مشرف (شاف آفیسر) اور میجر سیف اللہ اور عبدالقادر صدیقی جس کو صدیقی ٹائیگر کہتے تھے کئی باہنی اور راء (RAW) کے درمیان رابطے کا کام کرتے تھے۔

اس وقت تک مختلف تیار جا رہے تھے اور ہندوستان کے مختلف علاقوں سے نئے ریکروٹ بھرتی کر کے راء (RAW) کی سرکردگی میں مشرقی پاکستان میں بھیجے جا رہے تھے یہاں تک کہ اندھیری راتوں کے دن اُگنے بہت بعد میں مجیب کو معلوم ہوا تو اس نے کہا کہ اگر ہٹلر آج زندہ ہوتا تو وہ بھی شرماتا۔ مجیب نے ان کارروائیوں کو بنگلہ دیش کے ساتھ زنا با بجر کے نام سے تعبیر کیا۔

## مشرقی پاکستان کے لیڈروں کے مطالبے :

راء (RAW) نے مارچ ۱۹۵۲ء میں مشرقی پاکستان کے لوگوں کے اس مطالبے کو مد نظر رکھا کہ مشرقی پاکستان میں بنگالی کو قومی زبان کا درجہ دیا جائے۔

۱۹۶۹ء میں مشرقی پاکستان کے لوگوں میں بغاوت کے رجحانات نے جنم لیا جس کے اثرات باقی تھے۔

مشرقی پاکستان سے کھلی نفرت اور تحقارت آمیز سلوک ان تمام وجوہات نے راء (RAW) کے ہاتھ مضبوط کیے۔

۱۹۶۵ء کی پاک بھارت جنگ کے خاتمے کے فوراً ہی بعد مجیب نے اگر تہ سازش کیس کے سلسلے میں ایوب خان سے اپیل کی اور کہا کہ وہ مشرقی پاکستان کی سلامتی کے سپیشل ٹریبونل کے سامنے بیان دینے کو تیار ہے اور ساتھ چھ نکاتی پروگرام ۱۹۶۶ء کے آغاز میں پیش کر دیا۔



مختلف ذمّے۔ چنانچہ اُس نے ۱۰ اپریل کو حق بائع رائے دہی کے تحت انتخابات کا وعدہ کیا۔ چنانچہ اپنے وعدے کے مطابق اُس نے ۵ اکتوبر ۱۹۷۰ء کو انتخابات کے انعقاد کا اعلان کر ڈالا جس سے فضا میں ایک نئی لہر دوڑ گئی۔ بعد میں انتخابات کی تاریخ دسمبر ۱۹۷۰ء تک بڑھادی کیونکہ اُس کو معلوم تھا کہ یہ اس کی طہری حکومت کے خاتمے کا باعث بنے گا۔

را کے اندازے :

۱۱ (RAW) کے ایجنٹ مشرقی پاکستان کے کونے کونے میں پھیل چکے تھے (ڈبل ایجنٹوں کی تعداد اس قدر بڑھ گئی تھی کہ کبھی دیکھنے میں نہ آتی تھی) اور یہ لوگ حکمران طبقے کے بالکل قریب رہنے والے لوگ۔ ایک پاکستانی سینئر افسر جو کہ ڈھاکہ کال ہونے تک ڈھاکہ کے میں ٹھہرا ہوا تھا، نے راکو ایک بہت ہی قیمتی خبر پہنچائی اور اُسے ڈھاکہ کال ہوتے ہی دماغ سے اٹھایا گیا۔ راکو کے اندازے کے مطابق اگر انتخابات پر ڈوگرام کے مطابق دسمبر میں منعقد ہوتے ہیں تو ۵۰ فیصدی پیشین بنگالی جیت جائیں گے۔ اس بات نے راکو اور حکومت کے درمیان ایک جھگڑا سا کھڑا کر دیا کہ راکو تنظیم کو یعنی خاں کے انتخابات کے انعقاد کا صحیح طور پر کیوں علم نہ ہوا۔ راکو یہ ناکامی ص پاکستانی انٹیلی جنس کی کامیابی قرار دی گئی۔

عوامی لیگ نے انتخابات اکثریت جیت لیے :

۷ دسمبر ۱۹۷۰ء کو عوامی لیگ نے قومی انتخابات بڑی اکثریت سے جیت لیے۔ لیکن اُس کے ٹھوڑی دیر بعد ۲۰ دسمبر کے انتخابی نتائج سننے کے بعد سٹر زید۔ اسے بھڑکی چیخ و پکار نے تصویر کو دوسرا رخ دیا۔ اس نے کہا چیسپلز پارٹی تذبذب انتہائی کے کٹھڑے میں نہیں بیٹھے گی اور پھر کہا کہ ایک اکثریت اکیلی جی قومی سیاست میں کوئی حیثیت نہیں رکھتی۔ پاکستان نے اپنے الگ قانون بنانے شروع کیے ہیں۔

یکم مارچ کو یحییٰ خاں نے قومی اسمبلی بنانے کے فیصلے کو نامعلوم مدت کے لیے منسوخ دیا۔ اس اعلان سے یحییٰ خاں کی ملٹری حکومت فیمل ہو گئی اور جمہور گئے کہ مجیب کے ساتھ کیا سروسے بازی ہوئی تھی حالانکہ مجیب کو وہ نچا دکمانے میں ناکام ہو چکے تھے۔ دو یوم بعد طالب علم لیڈروں نے جلوس نکالے۔ عوامی لیگ نے بنگلہ دیش کا پرچم لہرا دیا۔ تحریک قافلہ شکنی ضرور پکڑ گئی اور جنگ آزادی شروع ہو گئی۔

تھوڈے ہی عرصے بعد (RAW) کے ذرائع نے یہ خبر حاصل کی کہ کراچی سے ڈھاکہ کے لیے ایفٹینٹ جنرل ٹکا خاں کی سرکردگی میں فوجیں بندیہ بحری سفر روانگی جا رہی ہیں۔ اور بلوچ رجنٹ ۳ مارچ کو چٹاگانگ پہنچ چکی ہے۔ بنگالی افسران تحریک کی سرپرستی کر رہے ہیں اور ہندوستان کی بارڈر سے فوجوں کو ڈھاکہ میں اکٹھے کرنا یہ سب ایک تباہی کی علامت ہے۔

اسی روز ڈھاکہ سے (RAW) کے کارکن سے کلکتہ میں ایک پیغام موصول ہوا۔ ”بہت بڑا خطا پیدا ہونے والا ہے۔“ کراچی اور چٹاگانگ سے موصولہ اطلاعات کو اس خبر نے بڑی تقویت دی کہ فوجیں اندرونی علاقے کی طرف حرکت میں ہیں۔ جو نئی یہ رپورٹ نئی دہلی پہنچی تو وہاں سے پیغام موصول ہوا کہ ”میں کو واضح ہو۔ ہمارے دوستوں کو اندر لے آئے۔“

“ADVISE MENON ..... TO BRING IN ..... OUR FRIENDS”

مجیب کی گرفتاری اور تاجیدین کی نقل مکانی برائے کلکتہ :

مذکورہ بالا پیغام موصول ہونے کے بعد جب پاکستانی فوجیں چٹاگانگ کی بند گاہ پر جہاز سے اتر رہی تھیں تو (RAW) کے کارکنوں کو اس عملد آد کرنے کے لیے بڑی بے تابی ہوئی۔ چنانچہ انہوں نے مجیب کو ڈھاکہ چھوڑنے پر رضامند کرنے کی کوششیں شروع کر دیں مگر مجیب نے بڑی سرکشی سے ان کی اس پیش کش کو ٹھکرا دیا۔ آخری لمحے ایک درمیانی فیصلہ طے پایا۔

سب سے پہلے اس نے عوامی لیگ کے رہنماؤں کو گرفتار کرنا شروع کیا۔ اس خلا سے تھوڑی دیر ہی پہلے مجیب نے اپنے چند ایک ساتھیوں کو ہندوستان پہلے جانے کی رضامندی ظاہر کر دی۔ ان میں تاجدین بھی شامل تھا۔ تاجدین جنرل سیکرٹری عوامی لیگ بعد میں بنگلہ دیش کا وزیر اعظم بننے والا تھا۔ وہ اپنے چند ہمراہیوں سمیت RAW کے کارکنوں کے ساتھ رات بھر سفر کرنے ہوئے مجیب نگر پہنچ گئے جہاں سے کہ بنگلہ دیش کی آزادی کا آغاز ہوا۔

حفاظتی دستوں سے بچتے بچاتے رات بھر سفر کرنے کے بعد کچھ لوگ میسور کے شمال میں بارڈر پار کر چکے تھے۔ یہ لوگ گندی ٹنگیوں اور پھٹے ہوئے چیمبروں میں ملبوس تھے ان لوگوں کے چہروں سے ظاہر ہو رہا تھا کہ اور بھی بہت سے لوگ سرحد عبور کرنے والے ہیں۔ تاج دین کے دوسرے ساتھیوں میں چند ایک مشہور لوگ جن کے نام نصر الاسلام، مشتاق احمد سلٹ آزاد اور دوسرے چار طالب علم لیڈر فضل حق مونی، طفیل احمد، عبدالرزاق اور سراج الاسلام خان تھے۔

یہ غلام بڑھتا گیا مگر مجیب اور اس کے ساتھیوں کی قیمت کے فیصلے کے متعلق ابھی تک کچھ خبر نہ تھی۔ اس سے پہلے کہ مشرقی یا مغربی پاکستان سے کوئی خبر نشر ہوتی ہمیں پتہ چل گیا کہ پرنس کے کوچہ میں بند کر لیا گیا ہے۔ یعنی مجیب کی گرفتاری نمل میں آپکل ہے۔ (۱۱)

کلکتہ میں مختصر قیام کے بعد تاجدین نئی دہلی روانہ ہو گیا۔ اس کے تھوڑی ہی دیر بعد میسور سے ۱۰۰ گز کے فاصلے پر مشرقی پاکستان کے اندر مجیب نگر قائم ہو گیا مگر نملی اقدام کے لیے مجیب نگر درحقیقت کلکتہ کے ایک غیر معروف گھر میں قائم کیا گیا تھا جو کلکتہ کے درمیان میں واقع تھا اور وہیں سے بنگلہ دیش کی نشریات ہونے لگیں۔ وقت آ گیا اور ۲۵ مارچ کو مکانات اپنی پوری قوت کے ساتھ آدمگما۔ ۱۲ اپریل ۱۹۷۱ کو اس نے دیکھا کہ بنگلہ دیش کی صوبائی حکومت کا دارالخلافہ کلکتہ میں قائم ہو چکا ہے۔ چار طالب علم لیڈروں نے مجیب کو لانے کے لیے پروگرام پیش کیا مگر تاجدین نے اس کی مخالفت کی۔ اپریل کے آخر تک نمل کئی شروع ہو گئی جس کا اندازہ دو لاکھ سے بھی تجاوز کر جاتا ہے اور تقریباً آٹھ لاکھ مہاجرین ہندوستان میں پہنچ

گئے۔ ہندوستان کی سلامتی کو خطرے کی دھمکی نے حقیقت کا روپ دھارا۔ مارچ ۱۹۶۹ء کی راکہ رپورٹ سے بھی ظاہر ہوتا تھا کہ پاکستان ہندوستان کے ساتھ جنگ کرنا چاہتا ہے۔ چاہے مشرقی پاکستان کو ہی میدان جنگ بنانا پڑے۔ چنانچہ وہ (IB) کی رپورٹ کے منظر تھے تاکہ آئندہ حالات کا اندازہ لگایا جاسکے۔ سی میں ر (RAW) کی ایک اور رپورٹ وزیر اعظم کو موصول ہوئی جس میں نتائج اخذ کرنے کے لیے کہا گیا تھا۔ بالآخر یہی نتیجہ برآمد ہوا کہ پاکستان جنگ کی تیاری میں ہے۔ ر (RAW) کو اشارہ ملتے ہی اس نے اپنے تمام تر وسائل کو برفے کا رلانے کی سعی تیز کر دیں۔

## ممکنی باہنی !

ر (RAW) کی مصدقہ اطلاعات کے مطابق ہندوستان اور مشرقی پاکستان کے سرحدی علاقے کے ساتھ ساتھ حفاظتی اقدامات سخت کر دیے گئے تھے اور پاکستانی سیکورٹی فورس کے لیے یہ ناممکن بنا دیا کہ وہ ہندوستان کے اندر گھس کر کچھ حاصل کر سکے۔ اس طرح سے ممکنی فوجوں کو پوری پوری پشت پناہی اور حفاظت مل گئی۔

ممکنی فوجوں کو ممکنی باہنی کا نام دیا گیا۔ چنانچہ اس فوج کے وجود میں آنے کے دو ماہ بعد ۲۵ مارچ ۱۹۷۱ء کو صاف ظاہر ہو گیا کہ پاکستانی فوج نے تنگ شروع کر دی ہے۔ لوگوں کے جذبات اس نطلانہ دباؤ کے خلاف بڑی طرح بھڑک اٹھے اور باغی قوتیں مقابلے کے لیے اٹھ کھڑی ہوئیں۔ ان میں طالب علم، بنانا، اساتذہ، کسان، مزدور، بیڈر، سپاہی اور ہزاروں کی تعداد میں لوگوں نے پاکستانی فوج کی مزاحمت شروع کر دی۔ ممکنی باہنی کی بجگہ دیش کو آزاد کرانے کی شاندار کہانی اور ر (RAW) کا اس میں ہاتھ بٹانے اور اس کو موٹہ بنانے کے شاندار کارناموں کا ذکر آگے آ رہا ہے۔

اخبار (پریس انفورمیشن) اور دوسرے ابلاغ عامہ کے ذرائع سے ظاہر ہوتا ہے

دھکیل دیا ہے اور اس کے موصلاتی رابطے منقطع کر دیے ہیں۔ ہم نے ان کو ہر وقت ہزار سال  
کیا۔ چین سے نہ بیٹھنے دیا۔ روزانہ تقریباً ایک سو سے زائد کو ہلاک کیا اور وہ روزانہ ہوائی جہاز سے  
کفن کا نوڈلے کر اپنی لاشوں کو لے جاتے۔

آہستہ آہستہ مختلف گروپوں کو اس طرح سے ترتیب دیا گیا ہے تاکہ ان کا آپس میں رابطہ  
قائم رہے۔

جون جولائی ۱۹۷۱ء کو پچاس ہزار نفوس پر مشتمل فوج کو چاروں سیکٹروں میں پھیلا دیا۔  
ان میں رنگپور، دیناج پور، راجشاہی سیکٹر، ڈھاکہ، کو میلا، چٹا گانگ سیکٹر، مین سنگھ،  
سلہٹ سیکٹر اور کشتیا، جیسور، کلنا سیکٹر شامل تھے۔ اس فوج کا ٹیکنجیاب سخت ہونے لگا۔  
ٹائم میگزین نے اپنے ۲ اگست ۱۹۷۱ء کے شمارے میں لکھا ہے۔ خفیہ لڑاکا فوج نے پورے  
ملک پر کنٹرول حاصل کر لیا تھا۔ کرنل عثمانی نے دعویٰ کیا کہ اُس نے ستمبر کے آخر تک ۲۵ ہزار پاکستانی  
فوجیوں کو ہلاک کر ڈالا۔ ۲۱ جہاز ڈبو دیے اور ۶۰۰ سے زائد پولوں اور راستوں کو تباہ کر دیا  
اور ریل گاڑی کی پٹریوں کو اکھاڑ پھینکا اور تمام تر موصلاتی نظام کو درہم برہم کر دیا۔

دسمبر ۱۹۷۱ء کے اوائل میں مکتی باہنی کی فوج میں دس ہزار مضبوط نوجوان مزید شامل کیے۔  
ایک محتاط اندازے کے مطابق یہ باور کیا جاتا تھا کہ مکتی باہنی خود ہی بنگلہ دیش (مشرقی پاکستان)  
سے پاکستانی فوجوں کو مار بھگانے میں کامیاب ہو جائے گی مگر اس گوریلا جنگ کے لیے عرصہ دراز  
درکار ہے اور جانی نقصان کا زیادہ تعداد میں خطرہ ہے۔ نیوزویک کے سینسز ایڈیٹر جس نے  
گوریلا علاقے کا بذاتِ خود معائنہ کیا تھا، لکھا کہ ”پاکستانی فوج کی برتری ختم ہو چکی ہے اور گوریلوں  
نے پورے ملک پر کنٹرول حاصل کر لیا ہے۔ سرکاری اہل کار اور سول ملازمین کے علاوہ دیہاتی  
لیڈر بھی خفیہ طور پر گوریلوں کی مدد کر رہے ہیں اور سوائے دریائی پتھروں کے حکومت کے تمام  
فوجی دستے شہروں اور قصبوں سے باہر بہت تھوڑی تعداد میں نظر آ رہے ہیں۔“

ڈھاکہ کی طرف مارچ کرنے وقت ہندوستان کی فوج اور مکتی باہنی دونوں مل کر

جنگ لڑے تھے۔ بلاشبہ بھارتی فوجوں کا راستہ مکھی باہنی نے صاف کیا تھا۔  
 ۴ جنوری ۱۹۷۲ء کو کلکتہ سے ایک بیان میں کہا گیا "کئی ماہ سے مکھی باہنی نے جو ابتدائی کام  
 شروع کر رکھا تھا خاص کر ڈھاکہ، کومیلہ اور مین سنگھ سیکٹر میں اس کی کارگزاری نے ہندوستان کی  
 فوجوں کو ڈھاکے کی طرف یادگار رفتار سے بڑھنے کا موقع فراہم کیا۔ تقریباً بیس ہزار کمٹی، ہائی فوجی  
 گوریلے دشمن کی فوج کا صفایا کرنے کے لیے مقرر کیے گئے اور پھر اسے پور اور زرنگھدی کے  
 علاقے کو روندتے ہوئے ہندوستان کی فوجیں جب ڈھاکہ پہنچیں تو اس میں بھی مکھی باہنی نے  
 بڑا اہم کارنامہ سرانجام دیا۔ کیونکہ اُس کے گوریلوں کا پورا پورا کنٹرول تھا۔

۱۔ (RAW) کا کام تقریباً مکمل ہو چکا تھا۔ اب جنرل ایس ایچ ایف جے مانگ شہاد  
 چیف آف آرمی سٹاف کا کام تھا جو ایک سپاہی کی نظر سے ساری صورت حال کا بغور جائزہ لے  
 رہا تھا۔ اب دوسرا مرحلہ ملٹری کے ذمے تھا اور یہ مانگ شاہ کی ذمہ داری تھی کہ اس کو سمجھ کر  
 اٹھائے۔ چنانچہ اس نے محسوس کیا کہ ہندوستان کی دفاعی پالیسی کو ملٹری کی نگاہوں سے نہیں  
 دیکھا جا رہا۔ اسے ہمیشہ پالیٹکس اندرونی پالیسی، معاشیات اور خارجہ پالیسیوں کے ساتھ نتھی  
 کر دیا جاتا ہے۔ جوائنٹ چیف آف سٹاف کمیٹی کے چیپرمین کی حیثیت سے اُس نے مجبور کیا  
 کہ حکومت کو سیاست میں اُبھرنے کو اب بہتر اختیار ہے۔ یہ ایک لانچر عمل اختیار کرنا چاہیے تاکہ اپنے  
 مقاصد میں کامیابی حاصل ہو سکے۔ اس سلسلے میں اُس نے بذریعہ خود وزیر اعظم سے ملاقات  
 کی اور اس کی وساطت سے سیاسی امور کی کمیٹی سے ملے۔ سب سے پہلے کونسل میں سٹریٹ  
 ڈی پی دہر کو پلاننگ کمیٹی وزارت خارجہ کا چیپرمین منتخب کیا۔ ادھر ملٹری کی طرف سے  
 ایک مشترکہ انٹیلی جینس کمیٹی جس میں RAW کے نمائندے انٹیلی جینس بیورو اور  
 ڈائریکٹر آف انٹیلی جینس شامل تھے جو تینوں افواج سے لے گئے تھے۔ یہ کونسل وائس چیف

کہ چار قسم کے لوگ مکھی باہنی میں شامل تھے جس میں :-

۱۔ زندگی کے ہر شعبہ سے رکھتے والے نوجوان جن کی عمریں ۱۵ سے ۲۰ سال سکلے درمیان تھیں۔

۲۔ عوامی لیگ کے نوجوان رضا کار جن کو ملٹری کی تربیت حاصل تھی۔

۳۔ ایسے نیم فوجی دستے جن میں (۱، انصار (۱، مجاہدین (۱، پولیس اور (۱۷، ہارڈر پولیس شامل تھے۔

۴۔ ایسٹ بنگال رجمنٹ (یہ ریگولر ملٹری تھی جو باغی ہو گئی)

مارچ۔ مئی ۱۹۷۱ء کے اوائل میں ان عوامل کی طرف سے بھرپور بغاوت نے سر اٹھایا لیکن ان کو کمک نہ مل سکی۔ پہلی ہی چوٹ میں انہوں نے سلہٹ، کومیلا، چٹاگانگ، نوکھلی میں سنگھ توٹنگیل کے علاقے آزاد کرالیے۔ مگر یہ کامیابی تھوڑی دیر کے لیے قائم رہ سکی کیونکہ (۸۰،۰۰۰) اسی ہزار سے زائد کی نفری پر مشتمل پاکستان کی فوج کے چار ڈویژنوں نے ٹینک، توپخانہ اور بمبار طیاروں کی مدد سے جلد ہی ان پر قابو پایا مگر راکے جاسوسوں نے اپنے دائرئیس کے ساتھ ہارڈر کے اندر قدم رکھا۔ مکھی باہنی کے کیمپ ہارڈر کے ساتھ پھیلے ہوئے ان میں مزید لوگ جن میں پڑھے لکھے نوجوان بھی تھے، شامل ہو گئے۔ اب ان ننگے بدن ننگے پاؤں لوگوں کی تعداد سینکڑوں تک پہنچ گئی جن کو مکمل تربیت سے آراستہ کیا گیا۔ یہ ایک بہت بڑا کام تھا جو بڑی جانفشانی اور سینتے سے سرانجام دیا گیا۔ ان میں پڑھے لکھے نوجوانوں کو تخریب کاری، جاسوسی اور خفیہ دائرئیس کی تربیت دی گئی اور گوریلے تیار کیے گئے۔ المختصر ہر اس بات کی تربیت دی گئی جس کی ضرورت تھی تاکہ اپنے دشمن کا مقابلہ ڈٹ کر کر سکیں۔ کرنل عثمانی نے خشونت سنگھ کو بتایا کہ اس کی فوج کو میدانی لڑائی کے ساتھ ساتھ گوریلا ٹریننگ سے بھی تربیت یافتہ بنا کر تیار کر لیا گیا ہے اور کمانڈرز کی مزاحم کرنے کے طریقوں سے روشناس کرا دیا گیا ہے۔ ہمیں کچھ زمین کی ضرورت تھی چنانچہ ہم نے دشمن کی افواج کو ترتر ہتر کر کے پیچھے

آف آرمی سٹاف کی سدارت میں قائم کی گئی۔

اسی طرح مشترکہ پلاننگ کمیٹی نے اپریشنل پلان کے لیے تعاون کیا۔ مشترکہ سرورسز اپریشنل بریڈ کوآرڈر قائم کرنے کے بعد کام شروع ہو گیا۔ اس طرح سے جنوبی بلاک اور یو بھادون کے ساتھ مل کر بہترین ٹیم بن گئی۔ ادھر سول کی طرف بھی ایک سیکریٹریٹ کمیٹی کی تشکیل عمل میں لائی گئی جو جنگ کے متعلق تیار کردہ اصول اور قوانین کو عمل جامہ پہنانے کے لیے مددگار بنی۔ اس کمیٹی میں سیکریٹری دفاع کے علاوہ سیکریٹری داخلہ، سیکریٹری خارجہ اور راکا چیف سیکریٹری کی حیثیت سے جن کا نام کاؤ تھا، شامل ہوئے۔ دوسرے معاملات میں تعاون کے لیے دوسرے سیکریٹریوں کو بھی اعتماد میں لیا گیا۔ بارڈر سیکورٹی فورس کے ڈائریکٹر جنرل، سول ڈیفنس کے سربراہ اور دوسرے نیم فوجی دستوں کو جنگ کے لیے بڑی ترتیب سے پلاننگ کے لیے شامل کیا گیا اور ان سب کا ادارہ مدار مانگ شاہ اور ڈی پی دہر کی پالیسیوں پر تھا۔ وزیر اعظم جو کہ سیاسی معاملات کمیٹی میں تھے، کے ساتھ ہمیشہ رابطہ قائم رہتا اور فیصلے دینے کے معاملات کو سرخ نیستے کی بجور وکریسی چالوں سے الگ تھلگ رکھا۔ (انڈیا زوارڈز سنس انڈی پیمنڈنس بانی میجر جنرل کھوانی سنگھ وکاس) ڈی پی دہر اور کاؤ اور اس طرح کا ڈیمانگ شاہ کے مسلسل رابطے اور ایک دوسرے کے ساتھ تعاون نے بڑا اچھا اثر دیا۔

دنیا کو دکھانے کے لیے کہ طرزی کی بجائے سول حکومت قائم کی گئی ہے۔ مغربی پاکستان کے منت نے کافان کی جگہ ہے۔ ایم ٹیک کو ترقی پاکستان کا گورنر مقرر کیا۔ ان میر آمدہ خیالی چالوں نے اچھرتی ہونی مکتی باہنی کو منظر عام پر آنے اور اپنے آپ کو دوبارہ تیار کرنے کا موقع فراہم کیا۔ را کے اندازوں سے یقیناً ہونے لگا کہ مکتی باہنی فوج میں اضافے کے باوجود اس کے لیے انتہائی مشکل ہے کہ وہ پاستانی فوج کا حصرہ دراز تک مقابلہ کر کے چھٹا چھوٹے مغربی کو جنگ کے لیے تیار کر دیا گیا جو اس کے لیے ہونے لگا۔

## پاکستان نے اعلانِ جنگ کر دیا :

یہی خاں نے ۳ دسمبر کو شام ۳۰-۵ بجے اس سوال کا جواب اعلانِ جنگ سے دیا۔ نئی دہلی کے حلقوں میں وقت کے تقاضے کے مطابق پاکستان کی طرف سے اس قسم کے اقدام کی کوئی اُمید نہ تھی۔ وزیرِ اعظم بہت دودھ لکھتے ہیں وزیرِ دفاع جگ جیون رام بھی دارا اعلیٰ سے غیر حاضر بہار میں تھے۔ وزیرِ خزانہ بھی می میں اور صدر وی وی گری پارلیمنٹ میں ایک استقبالیہ میں موجود تھے جب کہ نظر سے کاسائن بجا۔ وزیرِ اعظم اندرا گاندھی نے مغربی سرحد پر پاکستانی حملے کی خبر سنی اور وہ جلدی سے واپس دارا حکومت پہنچ گئی۔ اسی رات جنرل اروڑہ کو طبری ہیڈ کوارٹر سے اُگے بڑھنے کا حکم ملا۔ اس کے تھوڑی ہی دیر بعد وزیرِ اعظم نے اعلان کیا۔ ”بنگلہ دیش کی جنگ ہندوستان پر مسلط کر دی گئی ہے“

تمام ترتیاریاں مکمل کر لی گئیں۔ رائے پشاور سے روڈ ٹیجی کہ پاکستان طبری کا ساتوں بریگیڈ ۲ دسمبر کو ہندوستان کے مغربی بارڈر کی طرف پونچھ اور چھب یکٹر کی طرف بڑھ رہا ہے۔ جوئی جنرل اروڑہ کو اٹھ کھڑے ہونے اور اُگے بڑھنے کا حکم ملا، کلکتہ میں (RAW) کو دوبارہ اپنی پوزیشنیں سنبھالنا پڑیں اور مشرقی حصہ میں پھیل گئے اور پورے مشرقی پاکستان میں جال پھیلا دیا۔ مشرقی پاکستان جہاں پاکستانی حکومت کا مضبوط قبضہ تھا، تھرا گیا۔ طبری کا ڈھاکہ منزل تھی جو کہ پاکستان کی زندگی کا دھڑکتا ہوا دل تھا۔ اس کام میں صرف بارہ دن لگے۔ گوریلے حرکت میں آئے۔ ہر چھ ماہ بعد (RAW) دو ہزار گوریلے تیار کر رہی تھی جن کو اس قابل بنا دیا تھا کہ وہ پاکستانی فوجیوں کو ہر وقت پریشان کریں اور ان کا ڈٹ کر مقابلہ کر سکیں۔ جولائی تک محدود دفاعی عملوں کا سلسلہ جاری رہا۔ مشرقی پاکستان کی سرحد کے اندر دس میل تک را اور بی ایس ایف کے دستے پھیل گئے۔ خفیہ تنظیموں نے پاکستانی افواج کی مکمل نقل و حرکت کی اطلاعات فراہم کیں جو ایک بڑے علاقے پر پھیلی

ہوتی تھیں۔ مکتی باہنی نے بھی اپنی کارکردگی جو پاکستانی فوج کو صرف تنگ کرتا تھا فوراً بدل کر  
اسلحہ کا استعمال شروع کر دیا اور دشمن کے اسلحہ کو نقصان پہنچا کر اُسے مالی مار دینے کی جنگ  
شروع کر دی۔

ایک خاص آپریشن نمل میں لایا گیا جس کے تحت پاکستانی فوج کی نقل و حمل کی صحیح صحیح  
صورت حال کو ہوا میں لہرانے لگا جس سے پاکستانی فوج کو پریشان کرنا تھا۔ اس طرح سے  
پاکستانی فوج اپنے ہوا میں کھو بیٹھی۔ شروع میں تو پاکستانی فوج نے مکتی باہنی کے جوانوں پر  
قابو پایا۔ مگر بعد میں مکتی باہنی نے جب ان کا مواصلاتی نظام درہم برہم کر دیا اور تمام رابطے  
منقطع کر دیے تو پاکستانی فوج بے کار ہو کر رہ گئی۔

اب مشرقی پاکستان میں جنرل نیازی نے فوج کی کمان سنبھالی۔ مگر بڑے پیمانے پر  
تخریب کاری کے نتیجے میں ہندوستانی جال نے پاکستانی افواج کی زندگیوں کو خطرے  
سے دوچار کر دیا۔

وقت تیزی سے گزرتا گیا اور ہندوستان کی فوج پاکستانی فوج سے اٹکھ بچا کر ڈھاکہ کی  
طرف گامزن رہی اور اس کامیابی کا سہارا کے کارکنوں کے سر ہے۔ جنہوں نے پیشگی  
اطلاعات فراہم کر کے مشکل آسان کر دی۔ پاکستانی افواج نے جگہ جگہ جاسوسی کا جال پھیلایا جو  
تھا مگر مکتی باہنی کی کامیاب تخریب کاری نے ان کی ایک نہ چلنے دی جس سے دشمن بے دست  
پا ہو گیا۔ یہاں تک فوج کو ڈھاکہ کے علاقہ میں بھی کوئی حکم نہ مل سکتا تھا۔

بدقسمتی سے ۱۲ دسمبر کو جب ہندوستانی افواج فیصلہ کن فتح سے ہٹنا ہوا چاہتی تھی  
تو پاکستانی وفد نے (UNO) یونائیٹڈ نیشن میں جگہ بند کرانے کی کوششیں شروع کر  
دیں۔ اس سے پیشتر کہ کوئی سیاسی حل تلاش کیا جائے۔ اتنے میں ایک آخری بھر پور  
حملہ پاکستانی افواج کو محصور کرنے میں کارآمد ثابت ہوا۔ یہ ایک انٹیلی جنس کی چال تھی جو  
کئی ذریعے نشر کی گئی۔ اور یہ پیغام ”ہم ۱۲ بجے ڈھاکہ گورنمنٹ ہاؤس میں اکٹھے

ہور ہے۔ ایک خاص میٹنگ ہے، بمبارڈیا رے تباہی چارہ ہے تھے۔ مگر ان کو گورنمنٹ ہاؤس کی اچھی طرح نشاندہی نہ ہو سکی۔ یہ وہ میٹنگ تھی جو راکے افسران نے ڈھاکہ میں بلانی تھی۔ اور بوڈھا کہ میں کام کر رہے تھے اور انہوں نے پاکستانی اواج کی شکست کے فوراً بعد ہی ڈھاکہ چھوڑ دیا۔ راکے افسران میں سے ایک نے خراب سائنقہ بھی دکھایا جو کہ اس کی کارکردگی اور مقامات کی صحیح نشاندہی کر رہا تھا اور یہی نقشہ ہوائی فوج کے حوالے کر دیا جس میں فوج کا قیام ایک مسجد کے پاس ایک عمارت میں دکھائی دیتا تھا اور یہ عمارت دوسری عمارتوں سے بہت دور تھی اور یہی ڈھاکہ کا گورنمنٹ ہاؤس تھا۔ بس پھر کیا تھا، بمبارڈوں نے ۱۲ بجے تک اس کو تباہ کر کے رکھ دیا۔ یہ بمبار کلکتہ سے اڑان لے کر چلتے تھے۔

آمدہ اطلاعات سے پتہ چلا کہ مالک گورنمنٹ شرقی پاکستان بچہ ریز ہوا اور اپنے ہمراہیوں اہل کاروں کے ساتھ بھئی کی حکومت سے مستعفی ہو گیا اور انٹرنیشنل ہوٹل جس پر کہ ریڈ کراس کا جھنڈا لہرا رہا تھا، اس میں پناہ لے لی۔ اب حکومت کا ایک نمائندہ صرف جنرل نیازی مارشل لاء ایڈمنسٹریٹو پرنسپل بن گیا جو کہ جنگ کو طول دے رہا تھا۔ بنگلہ دیش کی آزادی کی جنگ قریب المرگ تھی۔ چنانچہ نیازی نے ہتھیار ڈال دیے اور بنگلہ دیش آزاد ہو گیا یا وجود میں آ گیا۔

ہنگامی اقدام :

جنگ آزادی اختتام کو پہنچی۔ بنگلہ دیش وجود میں آچکا تھا جس کا سربراہ شیخ مجیب الرحمن بنا۔ راکے افسران بھی کڑی نظروں جمائے حالات کا جائزہ لے رہے تھے۔ ان کی ۱۹۶۳ء کی رپورٹ نے ظاہر کیا کہ ملک کے حالات پھر سے خراب ہو رہے ہیں۔ بے چین ہیں۔ بی ہے۔ فروری ۱۹۶۴ء میں یہ حقیقت واضح ہو گئی جب دو بڑی اور عام ہڑتالیں جسے برتالیوں کے مارچ پر مبنی تھی جو مجیب الرحمن کو دن پارٹی حکومت کی

تشکیل پر زور دے رہے تھے۔ ۲۴ فروری ۱۹۷۲ء کو راکر رپورٹ کے مطابق بنگلہ دیش کی حکومت ناگفتہ بہ حالات سے دوچار تھی۔

اطلاعات کے مطابق مغربی سراغ رساں ادارے بڑی پھرتی دکھا رہے تھے چنانچہ نائٹر جو کہ مجیب کی حکومت کا پسندیدہ صحافی تھے ہمراہ عثمانی کو لے کر مجیب سے ملا اور حالات پر تبادلہ خیالات کیا۔ مجیب جو کہ پھرا بیٹھا تھا، فرد ابولاء اب ہنگامی اقدام لازم ہیں۔

چار ماہ بعد RAW) کو اطلاع ملی کہ میجر رشید، میجر فاروق، کرنل عثمانی نے ضیا الرحمن کے گھر پر ایک میٹنگ کی ہے۔ دوسرے معاملات کے علاوہ بات ہنگامی اقدام اٹھانے کے معاملات زیر بحث آئے تین گھنٹے کی مسلسل میٹنگ کا فیصلہ ایک رومی کاغذ کے ٹکڑے پر لکھا گیا جو بڑی بے احتیاطی سے رومی کی ایک ٹوکری میں پھینک دیا گیا۔ یہ کاغذ ایک کلرک نے رومی کی ٹوکری سے نکال لیا اور RAW) کے ایک افسر کے حوالے کر دیا اور یہ اطلاع فوراً نئی دہلی پہنچ گئی۔

کاؤ فوراً خفیہ طور پر ڈھاکہ پہنچا۔ مجیب سے مقررہ جگہ پر ملاقات کی مجیب نے بڑے درامائی انداز میں کہا کہ آپ مجھے اس طرح طے کیوں آئے ہیں۔ ظاہری طور پر سب کے سامنے کیوں نہ آئے۔ سب کچھ جانتے ہوئے بھی وہ پہیلیاں بوجھانے لگا۔ کاؤ مجیب میٹنگ ایک گھنٹے تک جاری رہی۔ کاؤ مجیب کو اس بات پر رضامند کرنے میں ناکام رہا کہ ہنگامی اقدام اٹھایا جائے کیونکہ اس کی زندگی خطرے میں ہے۔ اس کے باوجود کہ اس کو ان مذکورہ بالا افسروں کے نام بھی بتائے گئے جو اس کے خون کے پیاسے تھے۔ مگر اس کی یہ خوش فہمی کہ ”وہ میرے بچے ہیں، مجھے ان سے کوئی خطرہ نہیں“ اس کی موت کا باعث بنے۔

## قتل مجیب الرحمن شیخ

ابھی تین سال کا عرصہ نہ گزرا تھا کہ ایک رات ۱۲ اگست کو گرم مالنوں کے بے چلنے کے ساتھ ساتھ فوج حرکت میں آگئی۔ بنگال لانسرز اور بنگلہ دیش پلٹنیں چھاؤنی سے دارالحکومت کی طرف چڑھ آئیں اور زیر تعمیر ہوائی اڈے پر قبضہ کر لیا۔ اس سے پہلے بھی اس قسم کی تحریریں چل چکی تھیں۔ لہذا دیکھنے والوں نے اس بات پر کوئی توجہ نہ دی۔ چند گھنٹوں بعد اسی شام مجیب الرحمن اپنے خاندان کے ۴۰ افراد سمیت قتل ہو گئے اور یہ سارا کام تین منٹ میں اختتام کو پہنچا۔

شیخ مجیب الرحمن کے دو بھتیجے شیخ سوننی جو کہ بنگلہ دیش ٹائمز کے ایڈیٹر اور دوسرے شیخ اسلام، سیکرٹری سٹوڈنٹ فرنٹ عوامی لیگ بنگلہ دیش کا انوا ایک گھنٹہ بعد عمل میں آیا۔ انقلابیوں نے مشاق فخریہ کو کہ جو کہ مجیب الرحمن کا چار حکو متوں سے قریبی ساتھی تھا، ۲ اگست کو صدر بنا دیا۔

امریکہ کی سی آئی اے (CIA) نے اس سارے عمل کا الزام ہندوستان پر تھوپ دیا۔ مگر راء (RAW) کے حلقوں کو یقین ہو گیا کہ یہ سارا پلان مجیب الرحمن نے بنگلہ دیش کے وجود میں آنے سے پہلے ہی (CIA) کے ساتھ مل کر بنایا تھا اور اس سلسلے میں سی آئی اے (CIA) کا سربراہ فلپ چیری ڈھاکہ میں جون ۱۹۷۱ء میں کسی وقت آیا اور شیخ مجیب سے ملا تھا۔ شیخ مجیب کے قتل سے متوڑے دن پہلے چیری نئی دہلی بھی آیا تھا۔ اور اس سے پہلے وہ اگست میں ڈھاکہ بھی گیا تھا۔ چنانچہ بنگلہ دیش کے لیے سیاسی طور پر یہ آسان ہو گیا کہ وہ اپنی ہر مشکل کا الزام ہندوستان پر لگا سکے۔ مگر مجیب نے ایسا نہ کیا جس پر مجیب قتل ہو گیا۔

بدقسمتی سے وہ ٹینک جو اس ہنگامی اقدام کے طور پر زیر استعمال تھے وہ مصر

کے تھے جو کہ مصرنے عجیب کو ۱۹۷۳ء کو بنگلہ دیش کی فوج کے لیے دیے تھے۔

سیاسی سرانجام رسانی اور ہنگامی فوجی بغاوت میں امریکن سی آئی اے (CIA) کے لیے کوئی نئی بات نہ تھی کیونکہ وہ اس قسم کے تجربات اور اقدام جمہوری امریکہ میں کر چکے تھے۔ بات بڑھتی چلی گئی اور بڑی قیمت ادا کرنا پڑی۔ دنیا کو، بنگلہ دیش میں جو کچھ رونما ہوا انقلاب کے دوسرے دن تک کچھ علم نہ ہو سکا۔ ڈھاکہ سے یہ نشریہ بذریعہ ریڈیو شائع ہوا کہ یہ جو کچھ بھی کیا گیا ہے، ملک اور قوم کے مفاد میں ضروری تھا۔ ”عجیب الرحمن قتل ہو گیا ہے اور اُس کی مطلق العنان حکومت کا خاتمہ ہو گیا۔“

سنار بنگلہ دیش کی تمام توقعات عجیب کے قتل کے ساتھ ہی دفن ہو گئیں اور ۱۶ دسمبر ۱۹۷۱ء کو جو قوم وجود میں آئی اور ہزاروں لوگوں کے قتل کے بعد جو آزادی حاصل کی گئی اس کو تاریخ میں بدترین قصے کی حیثیت سے یاد کیا جائے جو اب اختتام کو پہنچا۔

## ضمنی انقلاب :

تاریخ خود کو دہراتی ہے اور جلد ہی ۳ نومبر کو جنرل ضیاء الرحمن نے بریگیڈیئر خالد مشرف کی مدد سے انقلاب برپا کر دیا اور حکومت اپنے ہاتھ میں لے لی۔ یہ جنرل ضیاء الرحمن ہی تھے جنہوں نے بنگلہ دیش کے صدر کی حیثیت سے وزیر اعظم اندرا گاندھی سے ملاقات کی اور کاڈ بھی وہاں موجود تھا جس کے متعلق جنرل ضیاء الرحمن نے کہا کہ کاڈ صاحب میرے ملک کے متعلق مجھ سے زیادہ واقف ہیں۔ اور راکہ کامیابوں کو سراہا۔

## حکومت کی فوجی مہمات :

بنگلہ دیش کے اپریشن ختم ہونے کے چند ماہ بعد جنرل بلاک کے برآمدے میں سے ہوتے ہوئے RAW کے سربراہ کے دفتر میں ایک سرکاری سول ملازم وارد ہوا۔





کا فیصلہ کیا ہے، وغیرہ وغیرہ۔

سکم، تبت کی ریجنش اینگلوچین معاہدہ ۱۸۹۰ء کے تحت ختم ہو گئی اور سکم کو انگریزوں کے زیر نگرانی علاقہ چین نے بھی تسلیم کر لیا۔ کلاڈواٹھ کو ۱۸۸۹ء میں حکومتِ برطانیہ نے اس ریاست کا حکمران معز کر دیا جس کو پوپیشکل انفر کے مہدے سے نامزد کیا گیا۔ سکم کا راجہ ۱۸۱۸ء میں حکمران بنا تھا مگر بعد میں سکم مسلسل برطانیہ کی زیر نگرانی علاقہ رہا یہاں تک کہ انڈین کانٹری ٹیوشن ۱۹۳۵ء کے یہ باقاعدہ ہندوستان کی ایک ریاست بن گیا۔ تاشی نامگیال کے دورِ حکومت میں متعدد ترقی پذیر اصلاحات نافذ کی گئیں۔ نتیجتاً بہت سی سیاسی پارٹیاں مختلف مقاصد لے کر وجود میں آئیں۔

ہندوستان کے وائسرائے لارڈ ویول نے مئی ۱۹۴۶ء کو اعلان کیا کہ درمیانِ سیاسی انتظامات ایک طرف اور برطانوی ہندوستان اور تاجِ برطانیہ کو دوسری طرف۔ دونوں کو ایک نقطہ پر اکٹھا ہونا ہوگا۔ لہذا یا تو ساری ریاستوں کو موجودہ حکومت کے زیر انتظام آنا ہوگا، یا پھر سیاسی حفاظت کا نظام عمل نافذ کرنا ہوگا۔ سکم کی صورتِ حال سے بھی سکی وفد کو مارچ ۱۹۵۰ء میں آگاہ کر دیا گیا یعنی ہندوستان کی آزادی کے بعد سکم کو آگاہ کر دیا گیا وہ بدستور ہندوستان کی ریاست رہے گا اور اس کے خارجہ تعلقات، دفاع اور مواصلات کی تمام تر ذمہ داری بدستور ہندوستان کی حکومت پر رہے گی۔ جہاں اندرونی حالات اور معاملات کا تعلق ہے، حکومتِ ہند کی زیر نگرانی قانون اور آرڈرز نافذ کیے جائیں گے۔

۱۹۴۶ء سے سکم میں ایک ذمہ دار حکومت کے قیام کے لیے مختلف سیاسی پارٹیاں آزاد ہندوستان کے زیر نگرانی مطالبہ کرتی رہیں۔ ان پارٹیوں میں سکم سٹیٹ کانگریس پیش پیش تھی۔ سکم نیشنل پارٹی دوسری معروف پارٹی تھی جس کا موقف یہ تھا سابقہ برطانوی حکومت کے ساتھ تعلقات جیسا سلسلہ ہندوستان کے ساتھ جاری رکھا جائے۔ جب کہ پرجا سملین کا خیال تھا کہ ہندوستان میں شمولیت ہی بہتر ہے اور یہی خیال سٹیٹ کانگریس کی تصدیق و تائید

تھے۔ ان مطالبات کے پہلے تحریکیں شروع ہو گئیں۔ سکم کی حکومت نے چند ایک سیٹ کانگریس لیڈروں کو گرفتار کر لیا۔ سکم دربار نے بالآخر یہ فیصلہ کیا کہ ایک عبوری حکومت جو منتخب شدہ یا نامزد نمائندوں پر مشتمل ہو، قائم کی جائے۔ صورتِ حال بڑی اہتر ہو گئی۔

اس حد تک تین گروپ واضح طور پر سمجھ میں آنے والے تھے۔ حکومت ہند اس بات سے متعلقہ تھی کہ ریاست کے کام چلانے کے لیے سماجی تعلقات اور معاشی ترقی میں لوگوں کی مدد اور اعتماد حاصل کیا جائے۔ سکم کے لوگ پُر زور مطالبہ کر رہے تھے کہ حکومت منتخب نمائندے چلائیں مگر دوسرا رُوب ایک کوشش میں تھا کہ موجودہ صورتِ حال کو ہی ترتیب دیا جائے۔ چوگا ل کے نامزد نمائندوں اور پیپلز کے حصول کے جھگڑے نے ایک معروف وزارت قائم کرنے میں رکاوٹ ڈالی۔ نتیجتاً ہندوستانی دیوان مقرر کرنے کا فیصلہ کیا گیا۔ ۲۰ مارچ ۱۹۵۰ء کو ایک پریس نوٹ میں یہ شائع کیا گیا کہ حکومت ہند ریاست کے دیوان کی حیثیت سے بدستور اپنا کام جاری رکھے گی۔ لیکن ہندوستان کی حکومت کے ترقی یافتہ پالیسی ریاست کے لوگوں کا حکومت کے ساتھ تعاون اور یہ ایک ایسی پالیسی تھی جس کے ہمارا جہ بھی پوری طرح سے مشفق تھا۔ یہ طے پایا کہ اولین اقدام کے طور پر زندگی کے ہر شعبے سے تعلق رکھنے والے لوگوں کو ایڈوائزری کونسل میں شامل کیا جائے۔ ریاست کے وہی علاقوں میں منتخب نمائندوں پر مشتمل پنچایت نظام جلد قائم کیا جائے۔ یہ تعلیم کا ایک مؤثر ذریعہ اور ایک معروف حکومت کے قیام کا سبب اور یہ پنچائیتیں اپنے طور پر کونسلیں بنا سکیں گی جو حکومت کی مشیر بنی چلانے کے لیے اہل ہوں گی اور پھر ان کی ذمہ داریوں کے دائرے کو اور وسیع کر دیا جائے گا۔ اس سلسلے میں ابتدائی معاہدہ طے پا گیا۔

مورخہ ۵ دسمبر ۱۹۵۰ء ہرنس دار دیوال پولیٹکل آفیسر سکم کے اور ہمارا جہ سکم تاشی نے اُس پر دستخط کیے۔ ہمارا جہ تاشی کی دعوت کے بعد ۲ دسمبر ۱۹۶۳ء کو پالڈین تھانڈو

تحت نشین ہوا۔ اس نے ۱۹۵۷ء میں اپنی بیوی کی وفات کے بعد ۱۹۶۴ء میں ایک امریکن فائونڈیشن سے شادی کر لی۔ اپریل ۱۹۷۵ء میں حکومت ہند نے مہاراجہ کی بجائے دہرماراجہ اور مہارانی کی بجائے گیمو کے خطاب تبدیل کر دیے۔

۱۹۶۷ء کے انتخابات کی سیاسی صورت حال کچھ ایسی تھی۔ ۱۸ منتخب نمائندوں کی سیٹوں میں سے آٹھ سب سے کم نیشنل کانگریس، پانچ سب سے کم نیشنل پارٹی، دو سب سے کم سٹیٹ کانگریس، تین ٹو سائیکو راہبوں اور دوسروں کے پاس چلی گئیں۔ ۱۸ منتخب نمائندوں کے علاوہ پوگاٹل نے چھ ممبران میں سرکاری اور تین غیر سرکاری نمائندے شامل کر دیے۔ اب سب سے کم کی صورت مختل بیرونی مداخلت کے لیے ہوا، جو چکی تھی۔

## سی آئی اے کے پھندے :

را (RAW) کی رپورٹ کے مطابق سی آئی اے سب سے کم کی چھوٹی سی سلطنت کے معاملات میں بے جا مداخلت کرنے کی کوششیں شروع کر دی ہیں۔ رانے اپنے تعلقات فی الحال منقطع کر رکھے ہیں لیکن سی آئی اے کا ریڈیو ایجنٹ جو کلکتہ میں مامور تھا۔ سب سے کم میں مختلف لوگوں کے مختلف گروہوں سے بات چیت کرتے دیکھا گیا ہے اور یہ بھی الزام لگایا گیا تھا کہ پوگاٹل کو آزاد شاہی سلطنت اپنے جھنڈے اور اپنے ہی قوم گیت کے ساتھ آزادی کا اعلان کرنا چاہیے۔ اس بات کی طرف بھی اشارہ کیا گیا تھا کہ پوگاٹل یو۔ این۔ او کا ممبر بننے کے لیے اجازت مانگے۔ اب سب سے کم میں پھندے ڈالنے اور سکارٹ تلاش کرنے کا کھیل شروع ہو چکا تھا۔ صحیح فضا قائم کرنے کے لیے پوگاٹل کو ضروری اقدام اٹھانے کے لیے سی آئی اے بدستور آساتی رہی اور چین کی مداخلت کا پورا یقین دلاتی رہی تھی حالانکہ را (RAW) کی رپورٹ نے اس قسم کی کسی بات کا ذکر نہ کیا تھا کہ ایسے امکانات بھی وجود میں آسکتے ہیں۔

## رانے بنیادی وجوہات کا تجزیہ اکٹھا کیا :

سکم۔ بنگلہ دیش نہ تھا کہ اس پر کوئی مٹھی قبضہ ناقابلِ تسخیر صورت اختیار کر لے اور اس پر قابو پانا مشکل ہو جائے (جب کہ عوام کی رائے اندرونی اور بیرونی حالات اور بین الاقوامی دباؤ راہ میں عامل ہو)۔ اس کا جواب تو سیاسی حل تلاش کرنے سے حاصل ہو سکتا ہے۔ ہندوستان سکم کو غیر مستحکم یا بے یار و مددگار نہیں چھوڑ سکتا اور نہ ہی بیرونی ممالک کی مداخلت کو سکم میں اجازت دے سکتا ہے۔

را (RAW) کے نمائندے (ایجنٹس) سکم کے چارہ اضلاع گھن ٹوک، مانگن، ناچی اور گائینگ میں روانہ کیے جا چکے تھے اور انہیں ضروری اور مفید مطلوبہ معلومات فراہم کرنے کی ہدایات دی گئی تھیں تاکہ ضرورت پڑنے پر اگر ہندوستان کو مجبور کیا جائے تو حالات کے مطابق مناسب کارروائی کی جائے۔ اٹھارہ ماہ بعد ایک ستیاج نے یہ بتا کر مطمئن کر دیا کہ را (RAW) کے چاروں اضلاع میں مکمل طور پر خفیہ کنٹرول حاصل کر لیا ہے۔ اور آئندہ کارروائی کے لیے مکمل نقشہ برائے لاکھ عمل تیار کیا جا چکا ہے۔ اس کے بعد وزیر اعظم مندر اگا ندھی نے سکم کے متعلق مکمل غور و خوض اور تبادلہ خیال کیا۔ اب حالات بظاہر اس موڑ پر تھے کہ سی آئی اے (CIA) کی تمام تر کوششیں ایک ظالمانہ اور جاہلانہ نظام حکومت سکم پر مسلط کرنے میں ناکام ہو چکی تھیں مگر خون ریزی کا خدشہ بہت بڑھ چکا تھا۔ لیکن ہندوستان تو سکم کی فضا کو پُر امن اور خوشحالی پر ایمان رکھتا تھا۔ کیونکہ یہ بھی ایک واضح امر ہے کہ ایک غیر مستحکم پڑوسی ہندوستان کی قومی سلامتی کے لیے خطرناک دھمکی کا باعث بن سکتا ہے۔

سکم میں حالات دن بدن گہرتے گئے۔ اکریشینی گروہ (نیپالی) کو بے یار و مددگار اقلیت کی حیثیت سے حکومت کے معاملات میں شمار کیا جانے لگا۔ جس کا نتیجہ کا یہ نکلا کہ

کھلے بندوں چوگاٹل کو ختم کرنے اور اس کی بڑی کے خاتمے کی دھمکیاں سننی جانے لگیں۔  
 را (RAW) کو آگے بڑھنے کا اشارہ مل چکا تھا۔ وزیر اعظم کے متعلق معلوم ہوا کہ وہ اس بات  
 پر بہت پشیمان تھی جب اس کے اس سوال کے جواب میں کہا گیا کہ راجو بیس گھنٹے کے اندر  
 اندر اپنا کام مکمل کر لے گی۔ یہ جواب اس کے اس سوال کا تھا ”را کب اپنا کام شروع کئے  
 گی“ تو یہ جواب سن کر شدید رگہ گئی۔

## رہتاؤں کے قتل کا منصوبہ :

ریفرنڈم کے سلسلے میں کی گئی کوششوں کے دوران جب ہندوستان سے الگ رہنے  
 کے لیے اور چوگاٹل کے خاتمے کے لیے لوگوں نے ناقابل برداشت حد تک ووٹ دیے تو  
 تو سوئم تشرنگ کی گرفتاری سے مکمل منصوبے کی تفصیلات واضح ہو گئیں۔ سوئم تشرنگ  
 سکم کے کانگریسی لیڈروں کے قتل کے لیے ایک کرائے کا ٹو (قاتل) تھا۔ سوئم نے یہ تسلیم  
 بھی کیا تھا کہ اس کو کیپٹن یونگڈا جو سکم گارڈز گروپ کا لیڈر تھا، نے ۶۰۰ روپے اور  
 اسلحہ فراہم کیا تھا۔ کیپٹن یونگڈا چوگاٹل کے اے ڈی سی کی حیثیت سے ملازم تھا اور  
 حال ہی میں اس کے ساتھ نیپال بھی جا چکا تھا۔ اسی وجہ سے کیپٹن یونگڈا کو سکم سے  
 دو کلومیٹر دور شمال میں گرفتار کر لیا گیا۔ کیپٹن یونگڈا نے پولیس کو بیان میں کہا کہ سیاسی  
 لیڈروں کے خاتمے کا منصوبہ چوگاٹل نے تیار کیا تھا اور یہ پلان یعنی منصوبہ دو ماہ قبل تیار  
 کیا گیا تھا۔ بڑے بڑے لیڈروں کو دھوکے سے قتل کرنے کا منصوبہ سکم کے لوگوں میں  
 بے چینی پھیلانے کے لیے تیار کیا گیا تھا۔ اپنے منصوبے کو کامیاب عملی جامہ پہنانے  
 کے لیے بھوں کے دھماکے، لوٹ مار اور آتش زنی کے ایک لمبی پروگرام تیار کیے گئے۔  
 کیپٹن یونگڈا نے مزید انکشاف کیا کہ مسز ایم رسیل آڈیٹر جنرل اینڈ پریس پبلسٹی سیکرٹری  
 حکومت سکم جو اب برطرف کر دیا گیا ہے اور کیپٹن ڈونا انڈ چیز می ایڈ جوئنٹ سکم گارڈز کو

پلان تیار کرنے پر مامور کیا گیا تھا۔ بارہ ایجنٹ گینگ ٹوک کے لیے اور آٹھ باقی سکم کے لیے تیار کیے گئے تھے اور ان کو اسلحہ فراہم کیا گیا تھا۔

ر سیل نے اسلحہ سکم گارڈز سے اور بم کلکتہ سے حاصل کر کے ایجنٹوں کو فراہم کیے تھے اور ہر ایجنٹ پر ۲۰۰۰ روپے فی کس بطور بیانا ادا کیے تھے اور ان کو اگر ضرورت محسوس ہو تو جعلی دستاویزات بھی برائے حفاظت مہیا کی گئی تھیں۔

اس کے چار یوم بعد ۱۱ اپریل کو چوگائل محل کے قریب مدفون اسلحہ کی ایک پٹی بھی برآمد کر لی گئی۔ یہ اسلحہ جان بوجھ کر اسلحہ خانہ سے چڑا کر چھپائی گئی تھی۔ مگر حکومت نے چوگائل کے اس بیان کو لغو سمجھ کر اس قصبے کو ختم کر دیا کہ اسلحہ اس لیے چھپایا گیا تھا کہ بددیانت لوگوں کے ہاتھ نہ لگ جائے۔

۱۱ (RAW) افران نے ایسے لوگوں کے ساتھ قریبی رابطہ بدستور قائم رکھا جن کو جمہوریت کی بحالی کے لیے موزوں اور مددگار سمجھا جاتا تھا۔ سکم کے لوگوں کی اولین خواہش تھی کہ موجودہ حکومت تبدیل کر دی جائے اور وہاں کی مختلف قبائل اور چھوٹے چھوٹے کنبوں پر مشتمل ساری آبادی کو بیرونی پروپیگنڈے کا مقابلہ کرنے میں پوری پوری مدد دے رہی تھی۔ اس پروپیگنڈے کا مقصد چوگائل کے ادارے کو ختم کرنے کے سوا کچھ نہ تھا۔

کی آبادی تقریباً ۲۵۰۰۰ نفوس اور ان کے حامی بھوٹانی ۲۳۰۰۰ نفوس پر اور جس میں کہ ایک اقلیت تسانگ بھی شامل تھی مگر نیپالی جن کی آبادی ایک لاکھ چونتیس ہزار نفوس پر مشتمل تھی (جیسا کہ ۱۹۷۱ء کے اعداد و شمار سے واضح ہوتا ہے) را کے لیے یہ کوئی مشکل کام نہ تھا کہ چوگائل سے روایتی طور پر چھٹکارا حاصل کیا جائے۔ اس خیال سے کہ ایسے لوگوں کو منتخب کر لیا جائے جو ان کے قبیلے میں مقبول ہوں۔ اور ان سے کہا گیا کہ اس خیال

یا تصور کا پروپگینڈا کریں۔ اس کام کے لیے فنڈز (رقوم) مہیا کی جا چکی تھیں۔ چند ایک کو یقین دلایا گیا کہ یہ خطرناک رقم ہے۔ تاہم ان کو ادائیگی نہ کی گئی، وغیرہ وغیرہ۔

(RAW) کے ذرائع کے مطابق چوگاٹل کی ہوپ لگ سے شادی اور سی آل کے مفاہات سکم میں ایک ہی وقت میں واقع ہوئے۔ ہوپ لگ امریکی خاتون تھی۔ اسی وجہ سے چوگاٹل کے خلاف لوگوں کا فہم و فہمہ آہستہ آہستہ بڑھتا گیا۔ اپریل ۱۹۷۳ میں ہندوستان کی فوج نے چوگاٹل کو بچانے کے لیے مداخلت کر دی۔ ۸ مئی ۱۹۷۳ کو چوگاٹل نے ایک معاہدے پر دستخط کیے جس میں یہ طے پایا گیا تھا کہ ایک آدمی ایک ووٹ کے اصول کے تحت ایک نمائندہ حکومت منتخب نمائندوں پر مشتمل مقرر ہر چار سال کے بعد بنائی جائے گی۔ اس معاہدے کی رو سے انتخابات کا انعقاد ۲۳ اپریل ۱۹۷۴ کو ہونا تھا۔ سکم سٹیٹ کانگریس، سکم نیشنل پارٹی اور پراجا سہیلین میں مقابلہ ہوا۔ نتیجہ قاضی ڈورجی کے قیادت میں ہوا۔ یہ فیصلہ سکم سٹیٹ کانگریس کے حق میں کیا جنہوں نے ۳۲ میں سے ۳۱ نشستیں جیت کر اقتدار حاصل کر لیا اور نیشنل اسمبلی وجود میں آگئی۔ سکم کی اس منتخب نیشنل اسمبلی نے ہندوستان کے ساتھ قریبی مضبوط تعلقات قائم کرنے اور سکم کو ہندوستان کا اتحادی بننے کی تجویز پیش کی۔ اس بنا پر انڈین پارلیمنٹ نے ایک قانون مرتب کیا۔ (۳۶ ویں تبدیلی) ایکٹ ۱۹۷۴ء کے تحت سکم کو اتحادی ریاست کا درجہ مل گیا۔ اس کے بعد سکم نیشنل اسمبلی کو چوگاٹل کے سامنے لاکھڑا کرنے کا دوبارہ کوئی موقع فراہم نہ کیا اور سکون قائم ہو گیا۔

نتیجہ ہضم :

ایک قرارداد سکم اسمبلی نے ۱۰ اپریل کو پاس کی جس میں کہا گیا کہ سکم اسمبلی ختم کی جانی سے اور ہندوستان اسمبلی کا ایک حصہ فروری ۱۹۷۴ء سے اس فیصلے کے اعلان سے

چند منٹ بعد وزیر اعلیٰ کا زری چوگانل نے وزیر اعظم کو مطلع کیا اور ملاقات کی خواہش کا اظہار کیا تاکہ وہ نئی دہلی میں صدر ہند کو اور وزیر اعظم کو ذاتی طور پر اس فیصلے سے آگاہ کر سکے۔ چوگانل ڈوہجی نے اس فیصلے پر جلد از جلد عمل درآمد اور مناسب ممکنہ اقدام کے لیے بھی مشورہ طلب کیا۔ خاص پول میں ۶۰ فی صدی سے زائد سبھی لوگوں نے اس ریفرنڈم میں اپنی رائے کا اظہار کیا تھا۔ اس بگڑتی ہوئی صورت حال اور جی او آئی کے فیصلے کو مشردائی بی جاون وزیر خارجہ کی مندرجہ ذیل بیان سے اخذ کیا جاسکتا ہے۔

”معرز ممبران کو میں سب میں متعدد ترقیاتی اقدام سے باخبر کرنے کے لیے اس موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے مطلع کرتا ہوں، جیسا کہ سب کو معلوم ہے۔ ۸ مئی ۱۹۷۳ء کے معاہدے جو کہ سب حکومت ایکٹ ۱۹۷۲ء کے تحت قرار پایا تھا، کی رو سے حکومت ہند نے سب کے لوگوں کی معاشی خوشحالی اور سماجی ترقی کے لیے جمہوری طرز حکومت کے تحت جو مخلصانہ کوششیں کی ہیں ان سے کون باخبر نہیں۔“

ان معاہدوں کو سب کی سیاسی تنظیم اور چوگانل دونوں کی تائید و تصدیق حاصل ہے۔ پھر بھی ایسے تمام انتظامات اور اقدامات جو کہ ایسی ذمہ دار حکومت نے ترتیب دیے جو منتخب نمائندوں پر مشتمل ہے اور دوسری طرف چوگانل حکومت کے سربراہ کی حیثیت سے قانون سازی میں مصروف ہے۔ ان سب اقدام کی کامیابی کا انحصار اس بات پر ہے کہ چوگانل کے خلوص کو بد نیتی سے دیکھا جائے اور اسی طرح چوگانل کو بھی جمہوری طرز عمل کو قبول کرنے پر ہے جس کے تحت کہ وہ جمہوری نظام حکومت میں اپنے اختیارات کا غلط استعمال نہیں کر سکتا جیسا کہ وہ گزشتہ دو ادوار سے کرتا چلا آ رہا ہے۔ جیسا کہ تمام ممبران کو معلوم ہے کہ گزشتہ ۲۰ برسوں میں کمی مواقع پر سب کے اور سیاسی لیڈروں نے متعدد بار۔ ہند سے چوگانل کے ادارے کو

ختم کرنے کی درخواست کی ہے۔ حکومت ہند نے ہمیشہ یہی کوشش کی ہے کہ اس ادارے کی حفاظت کی جائے۔ حالانکہ یہ ایک شاہی ریاست ہے اور ملک میں جمہوری نظام کی عملداری کے بعد شاہی نظام خود بخود ختم ہو چکا ہے۔ سکم کے معاملے میں حد سے بڑھنے کے عمل کو نظر انداز کرتے ہوئے ہم نے ہمیشہ خصوصی طرفداری سے کام لے کر اس خیال پر کہ چوگانل ذمہ داری کا ثبوت دے گا، چشم پوشی کی۔ جہاں تک موجودہ حکومت سکم اور اس کی قوم اسمبلی کا تعلق ہے۔ وہ ایک پہلی حقیقی نمائندہ حکومت ہے جو ایک آدمی ایک ووٹ کے اصول کے تحت آزادانہ اور بڑے اچھے ماقول میں منتخب ہوئی۔ اُس نے بھی گزشتہ کئی مہینوں کی طرح چوگانل کے خاتمے کا مطالبہ کیا ہے۔ حالانکہ وزیر اعلیٰ نے گزشتہ سال ستمبر میں واضح بھی کر دیا تھا اور تینہ کی تھی کہ اگر سکم میں جمہوریت قائم ہو گئی تو چوگانل ختم ہو جائے گا۔ ہم نے اپنی ہی کوشش کی ہے اور اس بات کے اس امید اور توقعات کے ساتھ پابند رہے ہیں کہ شاید چوگانل تعمیر اقدام اور قانونی کردار ادا کرے گا۔ تاہم ہم نے چوگانل پر واضح کر دیا تھا کہ جب کہ ہم سکم میں چوگانل کے ادارے کی حفاظت کے لیے گزشتہ کئی برسوں سے کوشاں ہیں۔ کیونکہ ہم خوشحالی سمیت سکم کے لوگوں اور منتخب نمائندوں کی خواہشات اور مفادات کو سب سے زیادہ اہمیت دیتے ہیں۔ اس لیے میں یہ کہنے میں حق بجانب ہوں کہ اب سکم میں حالات کی نوعیت بڑی خراب صورت اختیار کر چکی ہے۔ جس دن نئے انتظامات عمل میں لائے گئے ہیں اُس دن سے چوگانل نے اپنے بیانات اور اقدامات سے یہ ثابت کر دیا ہے کہ وہ مقصد کے ساتھ تعاون نہیں کر رہا ہے اور اُس نے اپنے اقدام سے منتخب نمائندہ حکومت کی اور اُس کے اقدام کی ہمیشہ مخالفت کی۔

گزشتہ چند ماہ سے سکم کے وزیر اعلیٰ اور اُس کے رفقاء کار نے وزیر اعلیٰ کو نسل اور اسمبلی میں کئی بار قراردادیں پیش کی ہیں اور متفقہ طور پر فیصلہ کیا ہے کہ حکومت ہند کی توجہ چوگانل کی ناپسندیدہ کارروائیوں کی طرف لانی جس سے واضح طور پر ثابت ہوتا ہے کہ چوگانل

کے ہوتے ہوتے جمہوریت پنپ نہیں سکتی، معزز اس امید پر ہیٹ سگم کے سیاسی لیڈروں کو  
 سبر کی تلقین کرتے ہے کہ شاید سگم کے لوگوں کی خوشحالی کی خاطر اور پوگائل خواہ اپنے مفاد کی خاطر  
 نقل و دانت سے کام لے گا۔ بد قسمتی سے ان تمام امیدوں پر پانی پھر گیا، گزشتہ چند ماہ  
 سے پوگائل نے جان بوجھ کر ریاست میں افراتفری پھیلانے کے اقدام اٹھائے۔ سگم کے  
 منتخب نمائندوں نے پُر زور احتجاج کیا ہے اور حکومت سگم کے ایکٹ کا اور جمہوری قدروں کا  
 جس کا کہ وہ خود گزشتہ چند ماہ سے پرچار کرتا رہا ہے، ان سوالوں کا براہ پیش کیا ہے۔  
 انہوں نے اس پروپیگنڈہ کو بھی افشا کیا ہے جس کی وہ خود پشت پناہی کرتا ہے۔ حکومت سگم  
 اور حکومت ہند کو بالخصوص دل صدمہ ہوا۔ گزشتہ ہفتوں میں یہ جان کر کہ عام لوگوں اور سیاسی  
 لیڈروں کو دھمکیاں، ہراساں کرنا اور جان سے مارنے کی دھمکیاں دی جا رہی ہیں اور سگم میں  
 قانون شکنی کی حوصلہ افزائی کی گئی جس سے سیاسی نظام درہم برہم ہو کر رہ گیا۔ وزیر اعلیٰ کو قتل  
 کرنے کی کوشش کی گئی، جموں کے دھماکے اور پوگائل کے کارکن نے ایک منتخب نمائندہ اسپل  
 کو چھرا اُس وقت گھونپ دیا جب کہ وہ پوگائل کے ساتھ دُورے پر تھا اور کئی ماہ سے سن  
 نمبروں گزشتہ چند یوم۔ سے سٹی گئیں۔ سوچتے سمجھتے منصوبے کے تحت منتخب نمائندوں کو  
 ہراساں کیا گیا۔

پوگائل کے منتخب نمائندوں کے ساتھ جلد بگڑتے ہوئے تعلقات کے پیش نظر بین  
 نے سیکرٹری وزارت خارجہ کو ہدایت کی ہے کہ وہ گھنٹوں کے حالات کا براہ ریزہ لینے کے لیے  
 وہاں جائیں۔ سیکرٹری خارجہ نے خاص کر پوگائل کو اس امر سے واضح کیا اور انتہائی کوشش  
 کی اور سمجھایا کہ تم نے منتخب نمائندوں کو اس امید پر پھر صبر کرنے کی تلقین کی ہے کہ پوگائل  
 ان کے مقابلے میں آنے کی بجائے ان کے ساتھ تعاون کرے گا۔ مگر بد قسمتی سے یہ  
 کوشش بھی ناکام ثابت ہوئی۔

قانون شکنی کے بدترین واقعات اور ناگفتہ بہ حالات کے بارے میں سابق کے

کے لیڈروں کی زندگی کے خاتمے کی دھمکیوں اور ٹھکوک کے پیش نظر (چیف منسٹر) وزیر اعلیٰ سکھ نے خاص درخواست دی تھی کہ سکھ کی گارڈز کو فوراً غیر مسلح کر کے آزاد کر دیا جائے اور چوگاٹل کے لیے بے شمار لوگوں کو سرکاری خزانے کے خرچ پر ملازمتوں پر نہ لگایا جائے۔ معزز ممبران کو واضح ہو کہ چوگاٹل کے لیے ۴۰۰ لوگوں کو محل کی حفاظت پر مامور کر کے پبلک کے خزانے پر جو بوجھ ڈالا ہوا ہے، اُسے ختم کیا جائے۔ یہ اقدام ریاست میں قانون اور امن کے لیے بہت ہیں جو کہ حکومت ہند کی ذمہ داری ہے۔ چنانچہ حکومت ہند نے ۹ اپریل کو سکھ گارڈز کو غیر مسلح کر دیا اور دوسری بڑی مانگ کے اعزاز میں سکھ کو ہندوستان کی ریاستوں کے اتحاد میں باسیوں ممبر پر شامل کر کے اس خواہش کے احترام کو بھی برقرار رکھا اور ۲۶ اپریل ۱۹۷۵ء کو ہندوستان میں شامل کر لیا گیا۔ اس سے ایک بڑی خونریزی اور جمہوریت کی تباہی سے نجات مل گئی۔ اس طرح سے راکا کام مکمل ہوا اور ایک بڑی طاقت کی سراخ رساں ایجنسی کے تمام منصوبے خاک میں مل گئے۔ یعنی سی آئی اے آف امریکہ۔

را (RAW) نے ان تمام حالات پر کیسے قابو پایا؟ یہ ایک راز ہے جو اس وقت تک راز ہے گا جب تک کہ اس کو عام لوگوں کی اطلاع کے لیے برسرِ عام لانے کی اجازت نہیں ملتی، یا ضروری نہیں سمجھا جاتا۔

ایٹم بم بنانے کے منصوبے کی منظوری؛

چار سال کی مسلسل جدوجہد کے بعد ۱۹۶۸ء میں ہندوستان کے سائنسدانوں نے جب کافی مقدار میں پلوٹینیم کا سٹاک اکٹھا کر لیا تو وکرم سربھائی، اندرا گاندھی سے ملے اور ان کو بتایا کہ ہندوستان اب ایٹمی دھماکے کے قابل ہو چکا ہے۔ اگر حکومت اجازت دے تو کام شروع کیا جائے۔ وزیر اعظم سزندر گاندھی نے اپنے رفیق کار سے مشورے

کے بعد "Go Ahead" یعنی آگے بڑھنے کا اشارہ کیا۔ اس سلسلے میں پورنیا پروجیکٹ کی منظوری دے دی گئی۔ لیکن اس پروجیکٹ کو خفیہ رکھنے کے لیے اہم اقدامات کی سخت ضرورت محسوس ہوئی۔ چنانچہ حفاظتی اقدامات کا یہ اہم کام راء (RAW) کے سپرد کیا گیا اور یہ پہلا موقع تھا کہ راء کو ہندوستان میں کسی پروجیکٹ میں ملوث کیا گیا۔

## پورنیا :

(Go) آگے بڑھنے کا اشارہ تو مل گیا مگر پورنیا پروجیکٹ کی عمارت پر فریج کا تختیہ لگانا ابھی باقی تھا۔ تجرباتی بریڈری ایکٹر جو کہ کلپکم کے مقام پر مدراس کے نزدیک بنانے کا منصوبہ تیار کیا جاتا تھا اس کے لیے بحث میں مطلوبہ فنڈز مہیا کر دیے گئے۔ مگر اس خبر کو چھپانے کے لیے کلپکم کے بجائے پورنیا کو مشہور کر دیا گیا تاکہ اصل ٹھکانے کا پتہ نہ پیں سکے۔ اور اس حکمت عملی سے سائنس دانوں نے راء (RAW) کی نصیحت پر سختی سے عمل کیا جس کے نتیجے میں راز افشا نہ ہو سکا اور حفاظتی اقدام درست ثابت ہوئے۔ راء کے ذمہ یہی کام تھا کہ سس کام کو مکمل طور پر خفیہ رکھا جائے۔ چنانچہ آخری لمحہ تک ایسا ہی ہوا۔

۱۹۶۴ء کے آخری ایام میں ہومی بابا نے ایک بیان میں کہا کہ ہندوستان کے سائنس دان اور انجینئرز ایٹمی بم کا دھماکہ اٹھارہ ماہ کے اندر کرنے والے ہیں۔ وہ ایٹمی توانائی کے ہر پہلو پر تجربہ حاصل کر چکے ہیں اور مختلف ایٹمی ماحولوں کو مختلف شہروں کے ساتھ وابستہ کر دیا۔ مثلاً اچودھیا بہار میں ایٹمی کام، دھات کا کام رائیے میں، حیدرآباد میں دوسرا کام اور اسی طرح، وغیرہ وغیرہ۔ اس کام میں فرانس کی حاصل کی گئی ہے۔

۱۹۶۴ء کے بعد اس میں مزید توسیع کی گئی۔ ہندوستان کے مغربی علاقہ راجستھان میں اس سلسلے کی کڑی کے طور پر کنسیڈا کے دیے ہوئے دوری ایکٹر (ایٹمی بجلی گھر) تعمیر کیے گئے۔ کنسیڈا کی حوصلہ افزائی کی وجہ سے ان ایٹمی بجلی گھروں کے بہت سے

حصے ہندوستان میں ہی تیار کر لیے گئے جس سے ایٹمی توانائی کو مزید ترقی دینے میں بہت مدد ملی۔ اس خاکے کو (پلان کو) یا منصوبے کو عملی جامہ پہنانے کے لیے پرائیویٹ صنعتی اور انجینئرنگ اداروں نے بڑی مدد دی جس میں لارسن ڈیرو (انڈیا) لیٹمڈ موچنڈر لیٹمڈ اور بھارت ایکسٹرنل لیٹمڈ کے نام سرفہرست ہیں جن کے تجربات کو مد نظر رکھتے ہوئے ہندوستان اس کام کے پاور پلانٹ انجینئرنگ ڈویژن ایٹمی توانائی کمیشن کے لیے ٹھیکے ہندوستان کے اندر ہی ۱۹۶۲-۱۹۶۰ اور ۱۹۶۰ کے دوران میں دینے اور ان کی تکمیل کے اہل ہو گیا جس کے لیے ری ایٹرسٹریڈز اور سٹیل کی ملی ہوئی دھات کی چادریں ہر ایک ۱۲۰ ٹن وزنی تیار کرنا تھیں۔ اس سلسلے میں ہندوستان کی کتاب "انڈیا ز نکلیر بوم شیا م بھاشیا دکاس ۱۹۶۹ء" ملاحظہ ہو۔

۱۹۶۰ء میں ری ایٹرز تکمیل کے قریب پہنچ گیا۔ تب حکومت کے ایٹمی توانائی کے منصوبے کی دھندلی سی تصویر نظر آنے لگی۔ اس راز کو پہلی بار سنڈے ٹیلیگراف کے ایک کالم نگار نے ایک اخبار میں افشا کیا اور یہ خبر کچھ اس طرح بن کر پھیلی کہ ۲۵ جنوری ۱۹۶۰ء تک ایٹم م تیار کرنے کے لیے ایک کمپنی کی تشکیل دی گئی ہے جو اس کی لاگت کا تخمینہ لگانے لگی۔ اس کے بعد ۲۵ مئی کو "ہندو" مدراس میں یہ خبر ایک مضمون بن کر آئی جس میں کہ ہندوستان میں ۱۹۸۰ء تک ایٹمی توانائی کا تخمینہ ۲۴۰۰ MW اور پہلا چھوٹا انڈین سینڈسٹ ۱۹۶۴ء تک تیار ہو جائے گا۔ اس کے بعد مختلف قسم کی قیاس آرائیاں شروع ہو گئیں۔

ایٹمی توانائی کا سامان جو کہ ہندوستان کے مختلف علاقوں سے خریداجا رہا تھا اور اس کی سپلائی نے (RAW) کے سیشنل ڈیک کی اس طرح سے بہت مدد کی کیونکہ پیرس کی قیاس آرائیاں اور بیرونی انٹیلی جینس کے تجزیہ نگاروں کے قیاس پر مبنی بیانات۔ اس پلان کو اپنی غنیمت جگہ پر غنٹی رکھنے اور اس کو ترقی کے لیے بڑے معادن ثابت ہو سے

تھے۔ لیکن جہاں کہیں کسی کام کے لیے لوکل مینوفیکچررز میں کوئی دشواری پیش آتی تو رانے اس کے لیے انجینئر اور ٹیکنیکل سٹاف مقامی کمپنیوں سے لے کر تربیت کے لیے کنسٹیڈیا بھیج دیا اور وہ ایک مخصوص مدت میں کنیڈا سے اس سلسلے میں مکمل مہارت حاصل کر کے واپس آگئے۔

کچھ ہی عرصہ بعد رانے (RAW) نے اپنے غاضبی جاسوس پاکستان میں بھی داخل کر دیے تاکہ وہ اس سلسلے کے مختلف مخصوص پہلوؤں کے متعلق تکنیکی معلومات فراہم کر سکیں۔ رانے کے اندازے کے مطابق یہ یقین سے کہا جاسکتا تھا کہ پاکستان اپنی مالی مشکلات کی وجہ سے ایٹمی توانائی کی وافر معلومات ہونے کے باوجود ۱۹۸۵ء سے پہلے اس پر عملدرآمد کرنے کے اہل نہیں ہو سکتا۔

اس وقت تک ہندوستان یورینیم کو بھاری پانی میں بدلنے کی صلاحیت نہیں رکھتا تھا۔ چنانچہ ایسا نہ ہو سکا۔ ایٹمی دھماکہ کرنے کی صلاحیت کا سارا دار و مدار اپنے ہی وسائل پر موقوف تھا۔ ۱۹۶۴ء میں پلوٹونیم سائرس ری ایکٹر میں تیار کیا گیا۔ یہ ری ایکٹر (REACTOR) ۱۰ کلوگرام پلوٹونیم تیار کرنے کی اہلیت رکھتا تھا جس سے سالانہ دو چھوٹے چھوٹے کم تیار کیے جاسکتے تھے مگر درحقیقت کچھ ناگفتہ بہ حالات کے پیش نظر سائرس ری ایکٹر اس سے بھی کم مقدار پیدا کرنے لگا۔ ۱۹۶۸ء میں ایک چھوٹے ماڈل کو بڑے پونٹ میں بدل دیا گیا۔

دسمبر ۱۹۷۲ء میں امپلوٹون میتھڈ (باریک کرنے کا طریقہ) استعمال کرنے کا فیصلہ کیا گیا۔ جس سے پلوٹونیم کے آمیزے کو بیرونی طور پر بارودی مادے کو پلینٹ کے ایک نیا طریقہ مل گیا۔ اس طریقے سے بارودی مادہ دھماکے سے پھینکنے کے لیے پلوٹونیم کی مدد کرتا اور اس طرح ایٹمی دھماکیوں کا سلسلہ شروع ہو جاتا۔ ان ملک انرجی کے ادارے کے سب لوگ رانے کی نگرانی میں پچھاراں سٹٹ کے لیے جمع ہو گئے۔ اس مرحلے تک ہندوستان ایٹمی دھماکوں

پر پابندی کے معاہدے کا ممبر تھا، اس لیے جو بھی تجربہ کیا گیا، خفیہ طریقے سے کیا گیا۔ اول  
اس طرح ایٹمی دھماکہ کی صلاحیت کا موقع فراہم ہو گیا۔

## سخت حفاظتی اقدام :

را (RAW) کا اہم اصول "معلومات کی ضرورت" "NEED TO KNOW" کے  
تحت اس بات پر پابندی ہے کہ اطلاعات صرف چند ایک منتخب چوٹی کے لوگوں کو ہی فراہم کرنا  
ہوتی ہیں جس میں وزیر اعظم اندرا گاندھی، ہومی سیٹھنا (جو کہ سارا بھائی کے بعد اس کی جگہ  
چیرمین انرجی مقرر ہوئے) ڈاکٹر اجیرامانا ایٹمی سائنسدان سربراہ (بی اے آر سی) ٹراہے۔  
ڈاکٹر پی کے آننگر اور آر این کاڈ سربراہ را (RAW) شامل ہیں۔

اس پلان کے مختلف حصے ملک کے اندر مختلف مقامات پر تیار کرنے کے لیے  
کئی ایک ٹیمیں ترتیب دے دی گئیں۔ اوپنچی سطح پر ایک گروپ کو صرف تجربات کے  
لیے چنا گیا جو تجربہ کرنے کے وقت آنا فانا تجربہ گاہ پر پہنچ جاتا۔ فوجی انجینئروں پر مشتمل  
ایک ٹیم جنوری میں ترتیب دی گئی جنہوں نے اس ضمن میں تجربات شروع کیے۔ طہری کے  
حرکت میں آنے کے عمل کو دیکھنے والے یہی سمجھتے ہیں کہ یہ معمول کی بات ہے اور ان  
پر کوئی شک نہ ہوتا۔ ابھی تک یوگھاراں تجربے سے کوئی تعلق پیدا نہ ہو سکا۔

مارچ ۱۹۷۳ء میں ایک فرضی جعلی تجربہ جنوبی ہندوستان کے اندھرا پردیش  
کے جنگلات میں عمل میں لایا گیا محض لوگوں کو یہ باور کرانے کے لیے کہ ہندوستان کا پہلا  
ایٹمی دھماکہ ناکامیاب ہو گیا۔ را (RAW) کی غلط افواہیں پھیلانے کی اس کوشش سے  
بیرونی ممالک کی سراغ دہاں ایجنسیوں کو یہ سب خبریں جھوٹ ہونے ثابت ہوئیں۔  
اور وہ خاموشی سے بیٹھ گئے۔

دوسری طرف منرا اندرا گاندھی کو روزانہ کی ترقیاتی سرگرمیوں سے باقاعدہ طور پر

آگاہی ہوتی رہی۔ ایک یہ افواہ منظر عام پر آئی کہ مذکورہ بالا منتخب شدہ کمیٹی کی میٹنگ کے نوٹس (MINUTES) غلطی سے گم ہو گئے۔ اس کے بعد راء (RAW) کی نصیحت کے مطابق اس سلسلے میں محکموں کے دوران نوٹس لینے کی پابندی عائد ہو گئی اور میٹنگ کی تمام کارروائی کے بعد ٹائپ کے کاربن اور ربن چلا دیے جاتے تاکہ کینٹ میٹنگ کی خاص خاص خفیہ باتیں راز میں رہ سکیں۔

## پوکھاراں کا حادثہ :

۱۸ مئی ۱۹۶۲ء کو جب ۱۵ کیلوٹن وزنی پلاٹینم پلان برائے امن کا دھماکہ کیا گیا تو پوکھاراں تجربہ کی خبریں دنیا کی اخباروں میں شہ سرخیوں کی سے چھاپی گئیں جس سے بیرونی نمائندگے انٹیل جینس تجزیہ نگار بہت حیران ہوئے۔ کیونکہ راء (RAW) نے اس تجربے کے سارے ترقیاتی مرحلوں کو سختی سے رازداری میں رکھا ہوا تھا۔

ہندوستان میں ایٹمی ہتھیاروں کی مانگ نہرو کی زندگی ہی میں ۱۹۶۳ء میں بڑھی۔ جب کہ چین نے ۱۹۶۴ء میں ایٹمی دھماکہ کیا۔ یہ مطالبہ بڑھنا ہی گیا۔ سیاسی پارٹیاں سکمران پارٹی بالخصوص کانگریس بھی اسی میں شامل تھی۔ شاستری نے جب نہرو کے بعد ۱۹۶۴ء میں اقتدار سنبھالا ایٹمی ہتھیاروں کی ترقی میں نچک دار رویہ اختیار کیا۔ ۱۹۶۵ء کے آخر میں ڈاکٹر ہومی بھابھا ایک فضائی حادثے میں ہلاک ہو گئے۔

اس حادثے سے مطلوبہ مقاصد کے حصول میں مایوسی پھیل گئی۔ تخریب کاری کا اہم تک کوئی سراغ نہ لگ سکا۔ بھابھا جس نے ہندوستان میں خود اعتمادی پر مبنی ایٹمی توانائی کا پروگرام تیار کیا تھا اور اس پروگرام کو ہندوستانی سائنسدانوں نے ایٹمی توانائی سے چلنے

والے ایٹمی پلانٹ کے لیے بھی یہی آپت کے لیے تیار کیا تھا۔ پُران مقاصد کے لیے ایٹمی توانائی بلاشبہ دفاعی ہتھیاروں کی پیداوار میں بھی مددگار ثابت آتی۔ اس کے ساتھ دو طرح کے مقاصد کا حصول ۱۱ ایٹمی بجلی گھر کا چلانا (۲) دفاعی ہتھیاروں کی تیاری تھے۔

۲۶ جون ۱۹۴۶ء کو ہرو نے بمبئی میں اپنی ایک تقریر میں خیالات کا اظہار اس طرح سے کیا تھا۔

”جب تک یہ دُنیا زندہ ہے، ہر ملک کو حق پہنچتا ہے کہ وہ سائنس کے میدان میں پلان تیار کرے اور جدید سائنس سے اپنی حفاظت کا بندوبست کرے۔ مجھے اس میں کوئی شبہ نہیں کہ ہندوستان کے سائنس دان ایٹمی توانائی تعمیراتی مقاصد کے لیے استعمال کریں گے۔ لیکن اگر ہندوستان کو دھمکی دی گئی تو ہندوستان اپنے ہر قسم کے وسائل سے اپنی حفاظت کرے گا۔ مجھے اُمید ہے کہ ہندوستان ایٹم بم کے استعمال کے خلاف ممالک کا ساتھ دے گا۔“

۳۴ سال بعد بھی ہرو کے خیالات ابھی زندہ ہیں۔ بیرونی ایٹمی جینس ایجنسیاں ہندوستان کے ایٹمی دھماکے کا سراغ لگانے میں ناکام رہے۔ وہ بڑا قریبی رابطہ اور کڑی نگرانی کرتے ہوں گے مگر ایٹمی توانائی میں ترقی کرنا ہندوستان پُران مقاصد کے لیے استعمال کرنے سے زیادہ کچھ اہمیت نہیں دیتا۔ وہ سراغ رسانی میں کامیاب ہو جائیں گے مگر اس کا انحصار ہندوستان کی سراغ رساں ایجنسی کے حفاظتی اقدام کی نوعیت پر ہے۔ فی الحال تو وہ خود کو نچماتا اور ناکام ہی سمجھیں۔

## اُمورِ خارِ ح :

تمام خفیہ یا کھلی خبریں کسی ملک کی خارجہ پالیسی یا دفاعی پالیسی میں بڑی مددگار ثابت ہوتی ہیں۔ لیکن محکمہ سراغ رسانی کا طریق کار وقتاً فوقتاً تبدیل ہوتا رہتا ہے۔ عام طور پر یہ

دشوق سے کہا جا سکتا ہے کہ سراسر رسانی کی فراہم کردہ اطلاعات پنجاس فی صد زبردستی اور پنجاس فی صد دفاعی امور میں پابلیس سازی میں مددگار ثابت ہو سکتے ہیں۔ کیونکہ ان دونوں پالیسیوں کا ایک دوسری سے گہرا تعلق ہے۔ یہ ایک عین امر ہے کہ ایک سادہ سی مشین ان خبروں کی فراہمی کے لیے ایمبسی یا سفیر کیمیشن کی پشت پناہی میں ایک کیس آفیسر یا ڈیک آفیسر اپنا کام سرانجام دے سکتا ہے۔

اسٹیشن چیف سفارت خانہ کی پناہ میں رہ کر مخصوص اور مفید مقاصد حاصل کر سکتا ہے۔ ساری دنیا میں یہ طریق کار رائج ہے۔ سفارتی پناہ نہ صرف سفارتی امور سے متعلق بلکہ ایسے مقامات تک رسانی میں بھی مددگار ثابت ہو سکتی ہے جہاں عام حالات میں پہنچنا مشکل ہوتا ہے۔ اس میں دوست ممالک سے رابطہ بلکہ ایسے ممالک کے سفارت کاروں اور سراسر رسانی کے اداروں سے رابطہ بھی شامل ہے جن سے دوستی نہ ہو۔ گفتگو کا طریقہ کار وہی ہے جو کہ دو ممالک کے درمیان گفتگو کرنے کا ہوتا ہے۔ اس سہولت کو تمام ممالک اپنے مصرف میں لائے ہیں۔ ایسے امور میں پر مل کر کام کیا جا سکتا ہے اس سے کوئی بھی انکار کر سکتا ہے۔ مگر (۱۹۴۷ء) کے تعلقات اپنے ایجنٹوں کے ساتھ ترقی یافتہ یا ترقی پذیر ممالک میں کوئی نہیں جان سکتا کیونکہ عام حالات میں ان کو ہمیشہ چھپائے رکھا جاتا ہے۔ عوام کو معلوم ہونے پر نکتہ چینی کا سلسلہ شروع ہو جائے تو مسلسل انکار سے اس کی پردہ پوشی ہو جاتی ہے اور کافی رازداری سے کام لیا جاتا ہے۔

بعض اوقات کوئی سفیر بڑے مفید تعلقات فراہم کرتا ہے۔ ۱۹۶۱ء کی پاک ہند جنگ کے دوران ایسے واقعے میسر ہوئے جب کہ ہندوستان کے سٹیشن چیف متعینہ پاکستان نے پاکستان انیسٹی جنس کے ڈائریکٹر سے پوری جنگ کے دوران ایسے میں رابطہ قائم رکھا۔ مقصد یہ تھا کہ دونوں ممالک کے درمیان اچھے تعلقات پیدا ہو جائیں اور بغیر جنگ کے کوئی پراسن حل تلاش کر لیا جائے اور نام پہلک کو وقت سے پہلے کچھ معلوم نہ ہو سکے۔

یہ را (RAW) ہی تھی جس نے ہتھیار ڈالنے کے تمام انتظامات مکمل کر لیے تھے اور بالآخر  
 نیازی ہتھیار ڈالنے پر مجبور ہو گیا۔ اس رابطے سے ایسا معاہدہ طے پا گیا جس کے لیے کانفرنس  
 میز پر بیٹھنا پڑتا اور عوام کے سامنے حکومت کے سربراہوں کے درمیان کشمکش سے محفوظ  
 رہ گئے۔ اگر انٹیلی جنس کے ادارے کے ذریعے تعلقات قائم کیے جائیں تو اس قسم کے  
 جھگڑوں کے فیصلے بحث مباحثوں کے ذریعے طے پا جاتے ہیں۔ اگر ناکامی ہو جائے تو کچھ بگڑتا  
 بھی نہیں اور اگر ایسے ہی چین سے ٹھن جائے تو مقابلے میں کچھ نقصان نہ ہوگا۔

بعض اوقات ناگفتہ بہ حالات کی وجہ سے واقعہ رونے والی پریشانیوں سے بھی محفوظ  
 رہا جاسکتا ہے۔ ایک ایسا حادثہ اُس وقت پیش آیا جب انڈیا کا ایک جہاز "کشمیر کی  
 شہزادی" (KASHMIR PRINCESS) فیلا جاتے ہوئے ہانگ کانگ کے اوپر اڑ رہا  
 تھا۔ جہاز میں چین کے وزیر اعظم مسٹر چو این لائی بندوگنگ کانفرنس میں شرکت کے لیے  
 جا رہے تھے۔ سراسر رساں ایجنسیوں کو پہلے سے توقع تھی کہ جہاز کو تخریب کاری کا نشانہ  
 بنائے جانے کے امکانات ہیں۔ چین کے وزیر اعظم ایک دوسرے جہاز میں محرم پرواز  
 تھے جب یہ حادثہ پیش آیا۔

تخریب کاروں کے متعلق چین کے لوگوں کے دلوں میں شکوک ابھرانے۔ ایک  
 (IB) انٹیلی جنس بیرونی ڈیبیک آفیسر یہ جاننے کے لیے کہ دھماکے کے ذمہ دار  
 کون لوگ ہیں، ہانگ کانگ کے طرف پرواز کر کے آیا تھا۔ برٹش انٹیلی جنس اور  
 ہانگ کانگ کی مدد سے وہ آئی بی آفیسر مجرموں کا سراغ لگانے میں کامیاب ہو  
 گیا۔ اُس کے فوراً بعد وہ ہنسبرو کے سفارتی نمائندے کی حیثیت سے فوراً ہانگ  
 پہنچتا کہ چینی وزیر اعظم کو ذاتی طور پر سبوت حال سے آگاہ کر سکے۔ تخریب کار  
 جو کہ تائیوانی ایجنٹ تھا جس نے ایک چین دستہ سے چڑھ کر تخریب کاری کی تربیت  
 دی تھی، جو چو نے امرتیا کے ہوالی جہاز میں اس وقت رکھا تھا جب کہ وہ ہانگ کانگ

کی کافی ٹیک ائر پورٹ پر کھڑا تھا۔ چوچو ایک کلینر کی حیثیت سے ملازم تھا جسے اس کام کے لیے رشوت دی گئی تھی۔ بعد ازاں وہ مکاؤ کے لیے کشتی میں سفر کرنے کے لیے کشتی کے انتظار میں کھڑے ہوئے پکڑا گیا۔

آئی بی آفسیر کی چوچو این لائی سے ملاقات دو گھنٹے تک جاری رہی اور بالآخر وہ چوچو این لائی کو یقین دلانے میں کامیاب ہو گیا۔ یہ اس وقت کی بات ہے جب چین اور ہندوستان کے تعلقات بڑے پُر تپاک تھے۔ چین کا قبضہ نسبت پر ایک حقیقت بن چکا تھا اور ہندوستان کو ریا میں چین اور امریکہ کے درمیان جَنف سے بچنے کی کوشش میں تھا۔ چوچو این لائی نے ہندوستان کے سفیر برائے پکنگ مسٹر کے ایم پانکر سے ایک ملاقات میں کہا کہ ہم نہرو کی امن پسند پالیسی پر شکرگزار ہیں اور کہا کہ اگر امریکہ نے ۳۸ درجے کی لائن کو عبور کیا تو چین کو ریا میں مداخلت کرنے پر مجبور ہو گا۔ اب ایک ایسی صورت حال پیدا ہو چکی تھی جو بڑی آسانی سے بین الاقوامی طور پر آواز باز گشت کی حیثیت اختیار کر چکی تھی۔

اگرچہ وزارتِ خارجہ نے اس بات کو محسوس کیا کہ بیرونی انٹیلی جنس اداروں کے ساتھ مستحکم تعلقات بہت ضروری ہیں اور خارجہ دفاتر کے لوگ اس میں اپنے مخصوص مفاد دیکھتے تھے انہوں نے اس بات کو نظر انداز کیا۔ خود فریبی کی اس مشکل نے ایم ای اے کو اس خوش فہمی کا شکار کیے ہوئے تھا کہ وہ اپنے طور پر حالات پر قابو پا سکتے ہیں۔ چین اور روس کے سوا شاید ہی کوئی بیسرونی ملک کے سفارت کار نے انٹیلی جنس سٹاف کو بھیرنے کے کام کی مخالفت کی ہو۔ اس مشکل کا خاص سبب نفسیاتی احساسات تھے مثلاً یہ سوچا گیا کہ سفارت خانے میں جو انٹیلی جنس سٹاف مقرر کیا جاتا ہے وہ ہمیشہ معتوب رہتا ہے۔ بلاوجہ ان کے مفاد کی خاطر اپنی جان جو کھوں میں ڈالنے والی بات ہے۔ مفت شراب، کار، دکانداری اور ان کو آزادی سے گھومنے پھرنے کی

اجازت ہوتی ہے مگر ان کو ایسی کوئی سہولت دسترس نہیں ہوتی۔

ہندوستان میں صورت حال ذرا غراب ہے۔ عام وجوہات سے قطع تعلق یہ بات تاہم یہ آپکلی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اصل ہمدات (انٹیلی جینس بیورو خارجہ ادارہ) سے آئی ای این سے پولیس افسروں کو انڈین خارجہ ملازمت میں شامل کیا۔ کیونکہ پولیس کو اس سے ذرا کم درجہ حاصل ہے اور اس میں شہریت کی نواہاں رہتی ہے اور انڈین پولیس سروس آسانی سے آئی ایف ایس میں اہلیت حاصل کر لیتی ہے جس کی وجہ سے ان کے مفادات مجروح نہیں ہوتے۔

علاوہ ازیں چند ایک دیگر وجوہات بھی ہیں جیسے کہ کچھ کے متعلق معلوم ہوا کہ بعض نے اپنی مخصوص ڈیوٹی کے علاوہ دوسرے دھندوں میں بھی شامل ہو گئے۔ مثلاً ماسکو میں چند ایک (F.O) امور خارجہ کے لوگ بلیک مارکیٹ میں دلچسپی لیتے ہوئے پائے گئے۔

نارہ انٹیلی جینس کے لوگ یہ بھی خیال کرتے تھے کہ سنٹریل ایف (IB) سے جن لوگوں کو خارجہ (IB) انٹیلی جینس میں شامل کیا گیا ہے ان پر نگرانی کے لیے مقرر کیا گیا ہے تاکہ امور خارجہ کے افسروں کی کارکردگی کی جا سوسکیں۔ ایم ای اے (MEA) بھی ایسا ہی سوچنے لگی اور وہ ان کے کاموں میں اس کو مداخلت اور اپنے جائز حق پر حملہ تصور کرنے لگے اور سمجھنے لگے کہ یہ کام یعنی خارجہ سراغ رسانی، تو خاص کر ان کا تھا نہ کہ (IB) کا۔

اس مداخلت کو بڑے غصے کی نگاہ سے دیکھا جانے لگا۔ لیکن جب راء (RAW) وجود میں آئی اور ان کے لیے قانونی نہ عمل تیار کیا گیا تو جا سوسکی کے اس بڑے ادارے کی تمام مشکلات حل ہو گئیں۔ آپس کے اعتراض اور شکوک و شبہات ختم ہو گئے کیونکہ راء کے لیے الگ سفارتی کام اور ہر شدہ رپورٹیں الگ طریقے سے تیار کرنے کے عمل

نے رازداری کو مزید رازداری کا سایہ فراہم کیا۔ ر ۱ اور (F ۵) ایف او اپنے علاقے کی تجزیہ شدہ رپورٹیں الگ الگ تیار کرتے۔ ایم ای اسے سُرخ فیتے کے پھیر میں رہتی جس کی وجہ سے بعض اوقات راکی رپورٹیں ایم ای اسے (MEA) کو سفارتخانہ کی نسبت پہلے ہی پہنچ جاتیں۔ اس وجہ سے دل جلانے کا ایک یہ موقع بھی سفارتکاروں کے لیے دہرنا۔ پہلے پہل ر (RAW) تنظیم میں بہت سی خامیاں موجود تھیں۔ اس میں شامل پولیس افسران غیر آسودہ زندگی بسر کرنے کے بجائے خود کو سفارت کار کا درجہ دیتے تھے اور اپنے آپ کو سوسائٹی میں بڑا ادا پنجا سمجھتے تھے۔ کھلے بندوں جہاں جی چاہے آتے جاتے جس سے ایک تکلیف دہ صورت حال پیدا ہو گئی۔ بعض اوقات ایسی صورت حال بھی سامنے آئی جو ملک کی سلامتی کے لیے خطرناک ثابت ہو سکتی تھی۔ پہلا شخص جو بھی اپنا سفارتی جاسوسی کا جال بچھاتا، اس پر مذاق کی بوچھاڑ ہوتی اور اس کو اس قسم کے کلمات سے نشانہ بنایا جاتا۔ ”ہوشیار یہ ایک شیطان ہے“ سینکڑوں سفارت کار جن کو خارجہ انٹیلی جینس آفیسر مقرر کیا جاتا وہ اس مضحکہ کا نشانہ ہونا خاص کر برمی حد تک اس وجہ سے کہ وہ اپنی نئی ڈیوٹی بحیثیت سفارتکار کے لیے خود کو اہل نہ پاتا۔

ایک مرتبہ جب ر (RAW) نے ۱۹۶۹ء میں وزیر اعظم اندرگانڈھی کو ذاتی طور پر وزارتِ خارجہ کے سُرخ فیتے میں ٹوٹ ہونے کی رپورٹ دی تو ان کا طریق کار فوراً بدل دیا۔ نتیجتاً ر اپنی رپورٹ بلا واسطہ وزیر اعظم کو پیش کرنے لگے جب کہ (F ۵) سفارت کار اپنی رپورٹیں وزیر خارجہ کی وساطت سے وزیر اعظم کو بھیجنے لگے۔ اس کے بعد ر ۱ اور (F ۵) کے درمیان سمجھوتہ ہو گیا جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ F ۵ افسران ر کے اوپر تو (افسران) سے مدد لینے لگے جیسا کہ بنگلہ دیش اپریشن کے دوران ڈی پی دہرنے ر (RAW) کے سربراہ کاؤسے مانگ شاہ کے ساتھ مل کر کام کیا۔

دوسرے سرکاری ملازم ملک کی خدمت پر انعامات اور تمغے وصول کرتے ہیں۔  
مگر (IB) کے افسران اور ایجنٹ کی خدمات چھٹی رہتی ہیں اور ان کو کوئی انعام نہیں ملتا۔  
کون ہے جو ان کے جذبات کا احترام کرے۔

سفیروں اور دوسرے سفارت کاروں کے دلوں میں (فارن انٹیلی جینس) خارجہ  
سراغ رساں کارکنوں کے متعلق جو نفرت اور تعصب کی خلیج حائل ہے اس کو بعض اوقات  
دبا دیا گیا۔ مگر (RAW) کے خلاف تعصبات ابھرنے لگے اور یہ اس وقت ہوا جب  
جنتا پارٹی کی حکومت برسرِ اقتدار آئی اور یہ انا متعصبانہ جذبہ پھر سے پیدا ہو گیا۔ وزارت  
خارجہ نے اور اس کے سفارت کار عملے نے راکو فضول سمجھ کر ختم کرنے کا مطالبہ  
پیش کیا اور اٹل باجپائی نے اس کو ڈبو نے کی کوشش کی جس کا بعد میں پتہ  
چل گیا۔

مڑکاؤ اور مڑناڑ دونوں کے اس حکم سے باہر چلے جانے کے بعد  
بہت سی تبدیلیاں تیسری سے رونما ہوئیں۔ اندرونی بغاوت نے تو کم سراٹھا ہی  
لیا۔ وزارتِ خارجہ (MEA) کے متعلق تو معلوم ہوتا تھا کہ اس نے خارجہ سراغ رساں  
(انٹیلی جینس) کا روپ دھار لیا ہے۔ (RAW) کے نئے سربراہ نے چھوٹے  
عہدے پر بے دست و پا آفیسر کی حیثیت سے کام شروع کیا اور وہ اپنی رپورٹیں  
کینٹ سیکرٹری جسے خود کو انٹیلی جینس کے متعلق کوئی خاص واقفیت نہ تھی، کے سامنے  
پیش ہونے لگیں۔ پھر وقت نے پانسہ پٹا۔ کانگرس ( ) ۲: ۳ کی حیثیت  
سے پارلیمنٹ میں کامیابی حاصل کر کے برسرِ اقتدار آگئی اور اندر اگانڈھی نے ۹ جنوری  
۱۹۸۰ء کو اقتدار دوبارہ سنبھال لیا۔

اس تبدیلی کے ساتھ دو معروف واقعات پیش آئے :

۱۔ تحریک آزادی فلسطین کو مکمل سفارتی حیثیت حاصل ہو گئی اور اس کے چیئرمین

جناب یاسر عرفات نے نئی دہلی کا دورہ کیا۔

۲۔ اُس کے دو یوم بعد ۸ جولائی ۱۹۸۰ء کو ہندوستان نے کپوچیا کو تسلیم کر لیا۔ ان دونوں واقعات کو ساری دُنیا میں بڑی اہمیت حاصل ہوئی جس کے نتیجے میں منفی اثرات مرتب ہوتے دکھائی دیے۔ لیکن ہندوستان اپنی وزارتِ خارجہ اور اُس کے خارجی کارکنوں کے کام سے مطمئن تھا۔



بھارت کی دو خفیہ تنظیموں "را" اور "آئی بی" کے متعلق پاکستان میں بہت کچھ شائع ہو چکا ہے مگر اس سب سے بڑی تنظیم "سی بی آئی" کا نام بہت کم لوگوں نے سنا ہے۔ اب یہاں اس کسی غیر مضمون میں اس خفیہ تنظیم کے بہت سے پراسرار پہلوؤں سے نقاب سرکانے کی کوشش کی گئی ہے۔

### (سی بی آئی - CBI) بھارتی جاسوسی ادارہ :

بھارت میں انگریزی کے یہ تین حروف دہشت کی علامت ہیں۔ سیاست دان، وکیل، طلباء، بزنس مین، عارض کہ ہر شعبہ زندگی سے متعلق افراد پر "سی بی آئی" کا نام سنتے ہی کپکپی طاری ہو جاتی ہے۔ سی بی آئی (CBI) سنٹرل بیورو آف اینٹی جینس کا مخفف ہے۔ دہلی میں آر کے پورام کے علاقے میں واقع اس کا ہیڈ کوارٹر بظاہر ایک عام سی بلڈنگ ہے۔ ماسوائے ان دو مسلح سپاہیوں کے جو ہر وقت اس کے دروازے پر کھڑے نظر آتے ہیں۔ یہ سپاہی ہر آنے جانے والے کو خاموشی سے گھورتے ہیں۔ بھارت کی دوسری دو معروف اینٹی جینس تنظیموں را (RAW) اور آئی بی (IB) کی نسبت سی بی آئی زیادہ جدید آلات سے لیس ہے۔ سی بی آئی کے ہزاروں کارندے نہ صرف اندرون ملک بلکہ بیرون ملک بھی سرگرم عمل ہیں۔

سی بی آئی (CBI) کا قیام اپریل ۱۹۶۳ء میں عمل میں آیا تھا۔ اپنے قیام کے فوراً بعد اس نے کئی کیسوں پر کام شروع کر دیا۔ جس کیس نے بہت زیادہ شہرت حاصل کی وہ جینی شپنگ کمپنی کے چیئرمین ڈاکٹر دھرماتیمبجا کا تھا۔ ڈاکٹر کو گرفتار کرنے کے لیے سی بی آئی کے ایجنٹوں کو آدھے کڑے ارض پر کارروائیاں کرنا پڑی تھیں۔ ڈاکٹر تیمبجا بھارت کا معروف سرمایہ دار تھا۔ اس نے کروڑوں روپے کافرڈ کیا اور ملک سے فرار ہو گیا۔ اس کے فرار ہونے کے بعد دسمبر ۱۹۶۶ء میں یہ کیس سی بی آئی کے سپر وکریا گیا۔ اس نے انٹروپول سے رابطہ قائم کیا مگر ڈاکٹر تیمبجا کا کوئی تعلق نہ نکلا۔ پہلے مرحلے میں سی بی آئی (CBI) کے افران نے ڈاکٹر تیمبجا کے خلاف ثبوت اکٹھے کرنے شروع کیے۔ یہ مرحلہ خلاف توقع آسان ثابت ہوا۔ سی بی آئی کے ایجنٹوں نے ٹوکیو، نیویارک، لندن اور اوسلو کی ایسی بھری کمپنیوں سے رابطہ قائم کیا جن سے ڈاکٹر تیمبجا کا تعلق رہا تھا۔ ان کمپنیوں نے ان بھاری رقمات کے ثبوت فراہم کیے جو انہوں نے تیمبجا اور اس کی بیوی کے نام پر سویٹزرلینڈ کے بینکوں میں جمع کر والی تھیں۔

اسی دوران سی بی آئی کو خبر ملی کہ تیمبجا اپنی خوبصورت بیوی کے ساتھ نیویارک کے ایک پارٹمنٹ میں مقیم ہے۔ انہوں نے نیویارک کے پولیس حکام سے رابطہ قائم کیا۔ اور نیویارک پولیس نے پارٹمنٹ پر چھاپہ مار کر تیمبجا کو گرفتار کر لیا۔ اسے بھارت بھجوانے کے مسئلے پر فیصلہ کرنے کے لیے ایک کمیشن قائم کیا گیا۔ سی بی آئی نے اپنا موقف پیش کرنے کے لیے ۷ ہزار روپے کے ٹیوش ایک امریکی وکیل سٹین برگ کی خدمات حاصل کیں، اسی دوران باضمانت پر رہا ہو گیا۔ بیس ہزار ڈالر کی ضمانت اس نے نقد ادا کر دی۔ تاہم کمیشن سماعت مکمل ہونے سے پہلے ہی تیمبجا خاندان امریکہ سے فرار ہو گیا۔ امریکہ سے تیمبجا فرار نے بھارتی حلقوں میں تہلکہ مچا دیا۔ دنیا بھر کے بھارتی سفارت خانوں کو ارٹ دی گیا۔ دوسری طرف انٹروپول بھی بڑی سرگرمی سے مصروف ہو گئی۔ مگر کئی مہینوں

تک ان کوششوں کا کوئی نتیجہ نہ نکلا۔ ایسا محسوس ہوتا تھا جیسے تیبجا خاندان کو زمین کھاگئی یا آسمان نکل گیا ہے۔ تاہم ان کی تلاش کے لیے کوششیں جاری رہیں۔ آخر اس صبر آرزو تلاش کا پھل ظاہر ہو گیا۔ ایک دن امریکہ میں بھارتی سفارت خانے کو اطلاع ملی کہ تیبجا کو سٹاریکا میں ہے۔ اس اثنا میں ڈاکٹر تیبجانے کو سٹاریکا کے سابق صدر لیوز میگز سے دوستانہ تعلقات قائم کر لیے تھے۔ انتخابات لڑنے کے لیے اس نے لیوز میگز کو زبردست مالی امداد دی۔ یوں اس نے کو سٹاریکا میں اپنی پوزیشن مضبوط کر لی۔ اسی دوران ان کے ہاں ایک لڑکا پیدا ہوا جسے کو سٹاریکا کی شہریت دے دی گئی۔ اس طرح تیبجا خاندان کا تعلق اس ملک سے مضبوط ہوتا گیا۔ ادھر سی بی آئی (CBI) نے تیبجا کو بھارت لے جا کر مقدمہ چلانے کے مقصد کے لیے کو سٹاریکا کی عدالتوں میں مقدمہ دائر کیا مگر اسے خارج کر دیا گیا۔ اپنی اس کوشش میں ناکامی کے باوجود سی بی آئی تیبجا کی تاک میں رہی۔

کو سٹاریکا میں تیبجا کا اثر دسوخ بڑھتا گیا۔ آخر اسے ایک سفارتی عہدہ دے دیا گیا مگر یہ عہدہ اس کے زوال کا نقطہ آغاز ثابت ہوا۔ اپنی اس نئی حیثیت میں وہ لندن گیا۔ سی بی آئی (CBI) کے ایجنٹ انٹرپول کو پہلے ہی ہوشیار کر چکے تھے اور جونہی تیبجانے انٹرپول پر قدم رکھا، انٹرپول کے اہل کاروں نے اسے گرفتار کر لیا۔ اس کے بعد ایک طویل عدالتی کارروائی کا آغاز ہوا۔ ایک سال کے بعد ایک برطانوی عدالت نے تیبجا کو بھارت لے جانے کی اجازت دے دی۔ بھارت میں اس پر مقدمہ چلایا گیا اور مختلف جرائم میں اسے تین سال قید اور ۱۳,۰۰۰ روپے جرمانے کی سزا سنائی گئی۔

تیبجا کیس سے آپ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ سی بی آئی (CBI) کے ہاتھ کتنے لمبے ہیں اور اس کے ایجنٹوں کی پہنچ دنیا کے ہر خطے میں۔ مجرموں کی تلاش میں یہ ہر قسم کی سہولتوں سے فائدہ اٹھا سکتی ہے۔ ۱۹۶۳ء میں اپنے قیام کے بعد اس نے گو بہت سے اہم کیس نبھائے مگر اس کے باوجود یہ بھرپور کردار ادا نہ کر سکی۔

سی بی آئی (CBI) کے افسروں کے مطابق ابتدا میں اس کے جو ڈائریکٹر مقرر کیے گئے انہوں نے بعض ذاتی وجوہات کی بنا پر تنظیم کو مضبوط بنانے میں موثر کردار ادا نہیں کیا۔ اس سلسلے میں سی بی آئی (CBI) کے سابق ڈائریکٹر ڈی سین کو خاص طور پر تنقید کا نشانہ بنایا جاتا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ اس نے اقرار پروری کی اور بیورو کو بہتر بنانے کے لیے موثر کردار ادا نہیں کیا۔

بھارت میں جب اندرا حکومت نے ایمرجنسی کا نفاذ کیا تو ۱۹ ماہ کے عرصے میں سی بی آئی کا کردار بُری طرح متاثر ہوا۔ آئی بی اور ر (RAW) کے ساتھ اسے بھی مسز اندرا گاندھی نے اپنے سیاسی حریفوں کو دبانے کے لیے استعمال کیا۔ اندرا حکومت کی کارکردگی جائزہ لینے کے لیے جب شاہ کیشن قائم کیا گیا تو اس کے ڈائریکٹر ڈی سین نے کیشن کے سامنے اعتراف کیا کہ ایجنسی نے کئی مرتبہ مسز اندرا گاندھی کے پرائیویٹ سیکرٹری آر۔ کے دیوان کے زبانی احکامات پر عمل کیا۔ سین نے بتایا کہ جب نخبے گاندھی کے متعلق پارلیمنٹ میں سوالات کیے گئے تو اس کے بعد دیوان نے اُسے اُن چار پولیس افسروں کے متعلق فوری طور پر تحقیقات کرنے کا حکم دیا تھا جو نخبے گاندھی کے متعلق معلومات اکٹھی کر رہے تھے۔ شاہ کیشن کے سامنے سی بی آئی (CBI) کے سابق ڈائریکٹر کے بیانات بہت چونکا دینے والے تھے۔ اس نے کہا کہ سات سال تک ایجنسی کو چھاننے کے باوجود وہ بھی اس کے طریق کار سے واقف نہیں ہو سکا تھا۔ ڈی سین کا یہ بیان بظاہر حیرت انگیز محسوس ہوتا ہے لیکن اس کا گہرائی سے جائزہ لینے سے معلوم ہوتا ہے کہ سی بی آئی (CBI) میں ڈائریکٹر کے علاوہ بھی ایسے خفیہ ہاتھ ہیں جو اس کے معاملات کو کنٹرول کرتے ہیں۔

جنتا حکومت نے اپنے دور میں اس ایجنسی کو مضبوط بنیادوں پر کھڑا کرنے کی کوشش کی۔ بھارتی حکام کی خواہش تھی کہ اسے امریکی ایف بی آئی (FBI) کی طرز پر منظم کیا جائے۔ اس مقصد کے لیے اس کے بجٹ میں زبردست اضافہ کر دیا گیا۔ تجربہ کار افراد کی خدمات

حاصل کی گئیں۔ اس کے علاوہ نئے افراد بھرتی کیے گئے اور ان کی تربیت کے لیے غیر ملکی ایجنٹوں سے مدد لی گئی۔ یوں آہستہ آہستہ سی بی آئی (CBI) کی تنظیم جدید خطوط پر استوار ہوتی گئی۔ تاہم جنتا حکومت نے بھی اسے اپنے سیاسی مقاصد کے لیے استعمال کیا۔ اس دور میں ایک بھارتی جبریدے کوانٹریوڈیو تھے، جو نے سی بی آئی (CBI) کے ایک افسر نے کہا تھا۔

چرن سنگھ ہیں بہت معروف رکھتا ہے۔ ایک دوسرے افسر نے کہا، سیاستدان ہمارے کام میں رکاوٹ پیدا کر رہے ہیں۔ جنتا حکومت نے اندرا حکومت کے "اعمال" کا جائزہ لینے کے لیے سی بی آئی (CBI) کو ہی مقرر کیا تھا۔ جنتا حکومت کے بعد جب دوبارہ اندرا حکومت برسرِ اقتدار آئی تو سی بی آئی کو مزید بہتر بنانے کے لیے انقلابی اقدامات کا آغاز ہوا۔ سی بی آئی (CBI) کے پاس اس وقت ایشیا کی بہترین لیبارٹری ہے۔ اس میں تقریباً وہ تمام جدید آلات موجود ہیں جو ترقی یافتہ ممالک کی ایجنسیوں کے پاس ہو سکتے ہیں۔ سی بی آئی کی لیبارٹری کی کارکردگی کا ایک اندازہ ۱۹۷۱ء میں ہی ہمارا جے آف کنشن گروٹھ (راجستھان) کے قتل کی تفتیش سے ہوا تھا۔

۱۶ فروری ۱۹۷۱ء کو ہمارا جے اپنی فیٹ کار میں مردہ پایا گیا۔ قریب سے کسی نے اس کے سر میں گولی ماری تھی۔ اس واقعے کا کوئی مین شاہد نہیں تھا۔ پولیس افسروں نے جانے واردات کا جائزہ لیا مگر کوئی اندازہ قائم کرنے میں کامیاب ہو سکے۔ ہمارا جے ایک معروف شخصیت تھی۔ وہ راجستھان اسمبلی کا رکن بھی تھا اور چونکہ قتل اس شام کو ہوا تھا جب اسمبلی کے الیکشن ہو رہے تھے۔ اس لیے یہ قیاس کیا گیا کہ ہمارا جے کو سیاسی وجوہات کی بنا پر قتل کیا گیا ہے۔

اس لائن پر سوچتے ہوئے مقامی پولیس نے بے شمار شبہ افراد کو گرفتار کر کے روایتی تفتیش کا آغاز کر دیا۔ مگر اس تفتیش کا کوئی نتیجہ برآمد نہ ہوا۔ مرکزی حکومت قتل کے

اس واقعے سے بہت پریشان تھی۔ مقامی پولیس کی رپورٹیں تو صلہ افزا نہیں تھیں اس لیے  
کیس کو سی بی آئی (CBI) کے حوالے کرنے کا فیصلہ کیا گیا۔

۱۹ فروری کو کیس سی بی آئی (CBI) کے سپرد کر دیا گیا۔ سی بی آئی کے افسر موتمنہ واردات  
پر پہنچے۔ مقامی پولیس نے احتیاط کی تھی اس لیے کار تقریباً اسی حالت میں کھڑی تھی جس میں ملی  
تھی۔ سی بی آئی (CBI) ٹیم کے اراکین کار کا جائزہ لینے لگے۔ ایک ایک ایچ جگہ کا بغور معائنہ  
کیا گیا۔ قاتل نے جرم بڑی ہوشیاری سے کیا تھا۔ اپنی طرف سے اس نے کوئی سراغ نہیں  
چھوڑا تھا مگر سی بی آئی (CBI) کے افسر اس نظریے پر کام کر رہے تھے کہ قاتل ہمیشہ اپنا  
سراغ چھوڑ کر جاتا ہے۔ آخر ایک افسر کی نظر میں خون کے اس دھبے پر جرم گئیں جو کار کے  
اگلے دائیں دروازے پر لگا ہوا تھا۔ نشان کی پوزیشن سے اندازہ لگایا گیا کہ یہ کسی اندر  
بیٹھے ہوئے آدمی کا تھا۔ خون کا یہ دھبہ انگلی کا نشان تھا مگر یہ بہت ہلکا تھا۔ پہلے یہ  
شعبہ پیدا ہوا کہ یہ مہاراجہ کا ہے مگر جب جائزہ لیا گیا تو یہ مہاراجہ کی انگلیوں کے  
نشانات سے بہت مختلف تھا۔ اس کا مطلب تھا کہ یہ نشان قاتل کا ہو سکتا ہے۔ یہ  
نشان بہت ہلکا تھا۔ اسے واضح کرنے کے لیے سی بی آئی (CBI) کے افسروں نے  
احتیاط سے کام شروع کیا۔ خاصی مشقت کے بعد وہ اسے اس صورت میں لانے میں  
کامیاب ہو گئے۔ جس سے اس کا دوسرے نشانات سے مقابلہ کیا جاسکتا تھا۔ اس  
کے بعد اگلا مرحلہ مشتبہ افراد کی اس بڑی تعداد کے فنگر پرنٹس کا حصول تھا جسے پولیس نے  
گرفتار کر رکھا تھا۔ یہ مرحلہ آسان ثابت ہوا۔ فنگر پرنٹس لینے کے بعد جب ان کا نشان سے  
موازنہ کیا گیا تو معلوم ہوا کہ یہ بھیجی رام کے دائیں ہاتھ کی درمیانی انگلی کا نشان تھا۔  
اس ثبوت کے بعد بھیجی رام نے مہاراجہ کے قتل کا اعتراف کر لیا۔ سی بی آئی (CBI)  
کی یہ بہت بڑی کامیابی تھی۔

اس کے افسر آج بھی اس پر فخر کرتے ہیں کہ انہوں نے کیس منٹوں میں حل کر دیا تھا۔

سی بی آئی (CBI) کے افسر سیاستدانوں سے پریشان ہیں۔ یہ ان کے راستے میں قدم قدم پر رکاوٹیں کھڑی کرتے ہیں۔ مثلاً جتنا حکومت کے دور میں کرناٹک کے وزیر اعلیٰ دیوراج آرس کے خلاف یہ الزام لگایا گیا کہ اس نے نہ صرف اختیارات کا غلط استعمال کیا ہے بلکہ سرکاری فنڈوں میں خرد برد بھی کی ہے۔ مرکزی حکومت نے یہ کیس سی بی آئی (CBI) کے سپرد کر دیا۔ مگر اس سے پہلے کہ سی بی آئی (CBI) تحقیقات کا آغاز کرتی اسے بتایا گیا کہ ایک قانونی پیچیدگی یہ تھی کہ صوبوں کے معاملات میں سی بی آئی (CBI) قانوناً صرف اس وقت مداخلت کر سکتی ہے جب متعلقہ صوبہ اسے اجازت دے۔ وزیر اعلیٰ دیوراج آرس نے ایسی اجازت دینے سے انکار کر دیا۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ سیاست دان کس طرح رکاوٹ بنتے ہیں۔

ندرا گاندھی کے ایمر جنسی دور میں سی بی آئی (CBI) کا سیاست میں ٹوٹا ہونے کا تذکرہ ہم کر چکے ہیں۔ جتنا حکومت کے دور میں بھی یہ سلسلہ جاری رہا۔ موجودہ اندرا حکومت نے مبینہ طور پر اس سلسلے کو کچھ مزید آگے بڑھایا۔ سیاستدانوں، طلباء، لیڈروں، کاروباری حضرات اور دوسرے اہم شعبہ ہائے زندگی سے منسلق لوگوں کی نگرانی کا کام سی بی آئی کے سپرد ہے۔

آگے بڑھنے سے پہلے ہم مختصراً سی بی آئی (CBI) کے مختلف شعبوں کا جائزہ لیتے ہیں:

اس وقت سی بی آئی (CBI) کے سات ڈویژن ہیں۔ ان کے ذمے تحقیق و تفتیش کے مختلف کام ہیں۔ پہلا ڈویژن سپیشل پولیس اسٹیبلشمنٹ ہے۔ یہ بنیادی ڈویژن ہے۔ اس کے دو ونگ ہیں۔ پہلا اکنامک اینڈ ونگ (ECONOMIC OFF) ہے۔ اس کا دائرہ کار بہت وسیع ہے۔ یہ ایسی تمام غیر قانونی سرگرمیوں پر نظر رکھتا ہے جس سے ملک کی معیشت کے متاثر ہونے کا خطرہ

ہوتا ہے۔ یہ وزارتِ مالیات کے ساتھ مل کر کام کرتا ہے۔ انکم ٹیکس میں کھیلے کرنے والوں کی نشاندہی کر کے انہیں عدالت کے کٹہرے تک پہنچانے کا کام اسی ڈویژن کے سپرد ہے۔ کسٹم میں ہونے والے بے قاعدگیوں کی چھان بین بھی اس کے فرائض میں شامل ہے۔ درآمد و برآمد ہونے والی اشیاء کے متعلق اگر کوئی گڑبڑ ہو تو یہ اسس پر بھی گرفت کرتا ہے۔ یہ ایفون، حشیش اور دوسری نشہ آور اشیاء کا کاروبار کرنے والوں کے خلاف بھی کارروائیاں کرتا ہے۔ اس ونگ کا دائرہ کار بہت وسیع ہے۔ اس کے افسروں کو خاصے اختیارات حاصل ہیں۔

دوسرا جنرل ایفینسز ونگ (GENERAL OFFENCES WING)

ہے۔ یہ عام لوگوں کے جرائم سے نپٹتا ہے۔ رشوت اور فراڈ کے علاوہ یہ ان لوگوں کے خلاف بھی کارروائیاں کرتا ہے جن پر ملکی راز افشا کرنے کا الزام ہوتا ہے۔ دوسری ایجنسیوں کے ساتھ یہ بھی غیر ملکیوں پر کڑی نظر رکھتا ہے۔ ڈاک، تار، ریلوے، سمندر یا جہاز میں ہونے والے جرائم بھی اس کے دائرہ کار میں آتے ہیں۔ اس ڈویژن کے پانس اپیشل فراڈ سکو اڈ ہیں جو فراڈ یا سرکاری فنڈوں میں تڑبڑ کرنے والوں کو سزا دلوانے کے لیے زوری اقدامات کرتے ہیں۔ اس ونگ سے متعلقہ افراد نہ صرف اندرون ملک بلکہ بیرون ملک بھی کام کرتے ہیں۔ لیسٹڈ کمپنیوں اور دوسرے اداروں میں ہونے والے فراڈ کے کیس بھی اکثر اسی ونگ کے سپرد کیے جاتے ہیں۔

دوسرا لیگل ڈویژن ہے۔ اس کا سربراہ وزارتِ قانون کا ایک افسر ہوتا ہے۔ بیورو جن کیسوں پر کام کر رہا ہو ان کے متعلق یہ ڈویژن قانونی رہنمائی کرتا ہے۔ اس کے علاوہ بیورو کے دیگر عام معاملات کے متعلق بھی قانونی صورت کا جائزہ لیتا رہتا ہے۔ اور متعلقہ شعبوں کو ہدایت دیتا رہتا ہے۔

تیسرا پالیسی ڈویژن ہے۔ اس کا تعلق تنظیم کی پالیسی کے معاملات سے ہوتا ہے۔

یہ مختلف اوقات میں بیورو کے طریق کار کے متعلق سفارشی پیش کرنا ہے۔ یہ ڈوئرن مرکزی حکومت یا وزارتوں کے اشتراک سے رشتہ خوری اور دیگر جرائم کے خلاف ہمیں بھی چلاتا ہے۔

پوٹھامیکینیکل ڈوئرن ہے جو فنی راہنما فراہم کر کے تفتیش کی مدد کرتا ہے۔ اس ڈوئرن کے لیے الگ ٹیکس، پبلک ورکس، ریویز اور پوسٹ اینڈ ٹیلیگرافس کے شعبوں کے قابل افسروں کی خدمات حاصل کی جاتی ہیں۔ غیر معمولی صلاحیتوں کے حامل چارٹرڈ اکاؤنٹینٹوں کو بھی یہ ڈوئرن خوش آمدید کہتا ہے۔ اس کے علاوہ عمارتوں کی تعمیر کے معاملات کے لیے اس میں ایک خصوصی انجینئرنگ سیل بھی ہے۔

پانچواں ڈوئرن کرائم ریکارڈز اینڈ انسٹرپول کا ہے۔ یہ پورے ملک میں ہونے والے جرائم کے متعلق معلومات حاصل کرتا ہے اور پھر جدید ترین طریقوں کی مدد سے جرائم اور مجرموں کے خصوصی انڈکس تیار کرتا ہے۔ اس ڈوئرن میں کرنسی سیکشن بھی ہوتا ہے جو ملک میں گردش زر پر نظر رکھتا ہے۔ اس کا انسٹرپول ونگ نیشنل سنٹر بیورو آف انسٹرپول فار انڈیا کی حیثیت سے کام کرتا ہے۔ بیرونی ممالک کی پولیس کے ساتھ گہرے روابط قائم کرنا اور سنگلنگ اور دوسرے کالے دھندوں کے متعلق معلومات کا تبادلہ کرنا بھی اس کے کاموں میں شامل ہے۔

پھنسا کو آرڈینیشن ڈوئرن ہے۔ یہ ملکی سطح پر ہونے والے جرائم کی جائزہ رپورٹیں تیار کرتا ہے۔ مختلف ذرائع سے معلومات حاصل کرنے کے بعد اگر یہ مناسب سمجھے تو سی بی آئی (CBI) کے دوسرے شعبوں کو مختلف کیسوں پر لگاتا ہے۔

ساتواں اور آخری ایڈمنسٹریشن ڈوئرن ہے۔ یہ انتظامی امور کی دیکھ بھال کرتا ہے۔ بیورو کے لیے مناسب افراد کی بھرتی اور تربیت بھی اس کے کاموں میں شامل ہے۔

ہم نے مختصر سی بی آئی (CBI) کے سات ڈویژنوں کا جائزہ لیا ہے۔ اس سے واضح ہو جاتا ہے کہ اس کا دائرہ کار کتنا وسیع ہے اور یہ کسی بھی وقت کسی کی گردن ناپ سکتا ہے۔ اس کے متعلق لوگوں میں خوف پایا جاتا ہے۔ ماضی میں یہ جس طرح غیر قانونی کام میں ملوث رہا، اس سے بھی اس کی ساکھ بڑی طرح متاثر ہوئی ہے۔ شاہ کمیشن نے اس کی کارکردگی کے متعلق جو تبصرے کیے تھے وہ اب بھی بھارتی حکمرانوں کے لیے قابل توجہ ہیں۔ شاہ کمیشن نے سی بی آئی (CBI) کو سیاسی مقاصد کے لیے فرد کے حقوق غضب کرنے کا قصور وار قرار دیا تھا۔ جسٹس شاہ نے سفارش کی تھی کہ سی بی آئی (CBI) کو آئینی حیثیت دے دی جائے۔ اس کے ڈائریکٹر کو ایک آزاد باڈی کے سامنے جوابدہ قرار دیا جائے اور اسے ہوم منسٹری سے علیحدہ کر دیا جائے، مگر ان سفارشات پر عمل نہیں ہو سکا۔ زیر لب اب بھی سی بی آئی (CBI) کے خلاف شکایتیں ہوتی ہیں، کبھی کبھی اخبارات میں بھی ان کا تذکرہ آجاتا ہے۔ سی بی آئی کے افسر اس صورت حال سے آگاہ ہیں اور بعض دیانت دار افسر اصلاح احوال کے لیے آواز بھی بلند کرتے رہتے ہیں۔ مگر سیاسی مقاصد اس راستے کی سب سے بڑی رکاوٹ بنے ہوئے ہیں۔

سی بی آئی کی جدید ترین لیبارٹری کا ذکر ہم کر چکے ہیں۔ اب ہم قدرے تفصیل سے اس کا جائزہ لیتے ہیں :

سی بی آئی (CBI) کی کامیابیوں میں اس لیبارٹری کا بہت اہم کردار رہا ہے۔ اس میں جدید ترین سائنسی آلات ہیں۔ جرائم کی تفتیش کے لیے نہ صرف ان آلات سے مدد لی جاتی ہے بلکہ دیگر جدید طریقے بھی استعمال کیے جاتے ہیں۔ اس لیبارٹری کا باسانی ایف بی آئی (FBI) یا ساکٹ لینڈ لیبارٹری سے مقابلہ کیا جاسکتا ہے تاہم اس کے پاس اتنا تجربہ کار عملہ نہیں ہے جتنا FBI یا ساکٹ لینڈ کے پاس ہے۔

سی بی آئی (CBI) کے انسٹی گپیٹو سنٹر کے ڈائریکٹر ڈاکٹر اچیل بھائی نے

لیبارٹری کے متعلق دعویٰ کیا تھا کہ ہم یہاں تقریباً جرم سے متعلق ہر مسئلہ حل کر سکتے ہیں۔ بھائی کا یہ دعویٰ کھوکھلا نہیں ہے۔ گزشتہ کچھ عرصہ سے بھارت اسے ایشیا کی سب سے بڑی اور بہترین لیبارٹری بنانے کے لیے کوشاں ہے۔ اس مقصد کے لیے ہر سال بجٹ میں بھاری رقم مختص کی جاتی ہے۔ یہ لیبارٹری بیورو کے علاوہ دہلی پولیس، سٹیٹ گورنمنٹ اور حکومت کے دوسرے شعبوں کے کیسوں کو حل کرنے میں مدد فراہم کرتی ہے۔ یہ ہر سال ساڑھے چار ہزار سے زائد کیس حل کرتی ہے اور یہ تعداد بیورو کے دوسرے شعبوں سے دوگنا ہے۔ اس لیبارٹری میں ایسے ماہرین موجود ہیں جو کھوپڑی سے انسانی چہرہ بنا سکتے ہیں اور یہ چہرہ اصل چہرے سے اتنا مشابہ ہوتا ہے کہ مرنے والے کا کوئی بھی قریبی عزیز یا سانی پہچان سکتا ہے۔ اس تکنیک سے بے شمار کیس کیے جا چکے ہیں کیونکہ ماضی میں جب کوئی گلی سٹری لاش ملتی تو اس کا چہرہ انہما مسخ ہو چکا ہوتا کہ پہچان ناممکن ہوتی تھی۔ اس طرح لاشوں کو لاوارث قرار دے کر ٹھکانے لگا دیا جاتا تھا اور یوں بہت سے کیس حل نہیں ہوتے تھے مگر اس نئی تکنیک نے لاوارث اور گلی سٹری لاشوں کے مسئلے حل کرنے میں کیے ہیں۔

سی بی آئی (CBI) کی اس لیبارٹری میں جھوٹ پکڑنے والی مشین بھی ہے۔ منزم کو اس پر بٹھا دیا جاتا ہے اور پھر سوال کیا جاتا ہے۔ جھوٹ پکڑنے والی مشین انسانی جسم کے اندر ہونے والی تبدیلیوں کو نوٹ کرتی ہے اور بتاتی ہے کہ یہ شخص سچ بول رہا ہے یا جھوٹ۔ اگر جھوٹ ہوا رہا ہے تو کتنے فیصد ہوا گواہی میں اس مشین کے متعلق یہ انکشاف ہوا ہے کہ یہ غلطی بھی کرتی ہے تاہم سی بی آئی (CBI) کے پاس اس کا ہونا اس امر کی دلیلی ہے کہ اس لیبارٹری کو جدید ترین حیلوں پر منظم کیا جا رہا ہے۔

سی بی آئی (CBI) کے عام کارکن بھی جدید ترین آلات اور اہلکار استعمال کرتے ہیں۔ اس کے ایجنٹ کے ہاتھ میں پیکڑا ہوا قلم جس سے اس نے ممکن ہے چند منٹ قبل آپ

کے لیے چیک پر دستخط کیے ہوں وہی قلم ایجنٹ کی خواہش پر آپ کے لیے موت کا فرشتہ ثابت ہو سکتا ہے۔

وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ بیورو میں الیکٹرانکس کا استعمال بڑھ رہا ہے۔ مختلف سائز کا ٹرانسمیٹر تقریباً ہر اہم آدمی کو فراہم کیا جاتا ہے۔ غیر مصدقہ اطلاعات کے مطابق سی بی آئی (CBI) کے ایجنٹ ایسے کمیونز بھی استعمال کرتے ہیں جو مقررہ مدت کے بعد خود بخود چھٹ جاتے ہیں۔ یہ کمیونز کتے، بلی یا ایسے ہی کسی جاندار کو کھلا دیے جاتے ہیں اور پھر اس جانور کو کسی خاص عمارت میں داخل کر دیا جاتا ہے۔ ایک گھنٹے بعد وہ کمیونز پھٹتے ہیں تو اس عمارت کو شدید نقصان پہنچاتے ہیں۔ اس طرح خوف و ہراس کی کیفیت پیدا کی جاتی ہے۔ ملازموں سے راز اگوانے کے لیے فرانس، امریکہ اور روس کی سیکرٹ سروسز ایل ایس مرکبات استعمال کرتی ہیں۔ اب سنا ہے کہ اسے سی بی آئی بھی استعمال کر رہی ہے۔ جاپانیوں کی ایجاد کردہ مشین مونیٹل مارک ۲ بھی استعمال کی جاتی ہے۔ اسے جب ٹیلیفون کے ساتھ لگایا جاتا ہے تو پھر ایسے نمبر بھی ملائے جاسکتے ہیں جو پہلے سے اینکنج ہوں۔ اس خاص نمبر پر ہونے والی گفتگو کو نہ صرف سنا جاسکتا ہے بلکہ ٹیپ بھی کیا جاسکتا ہے۔

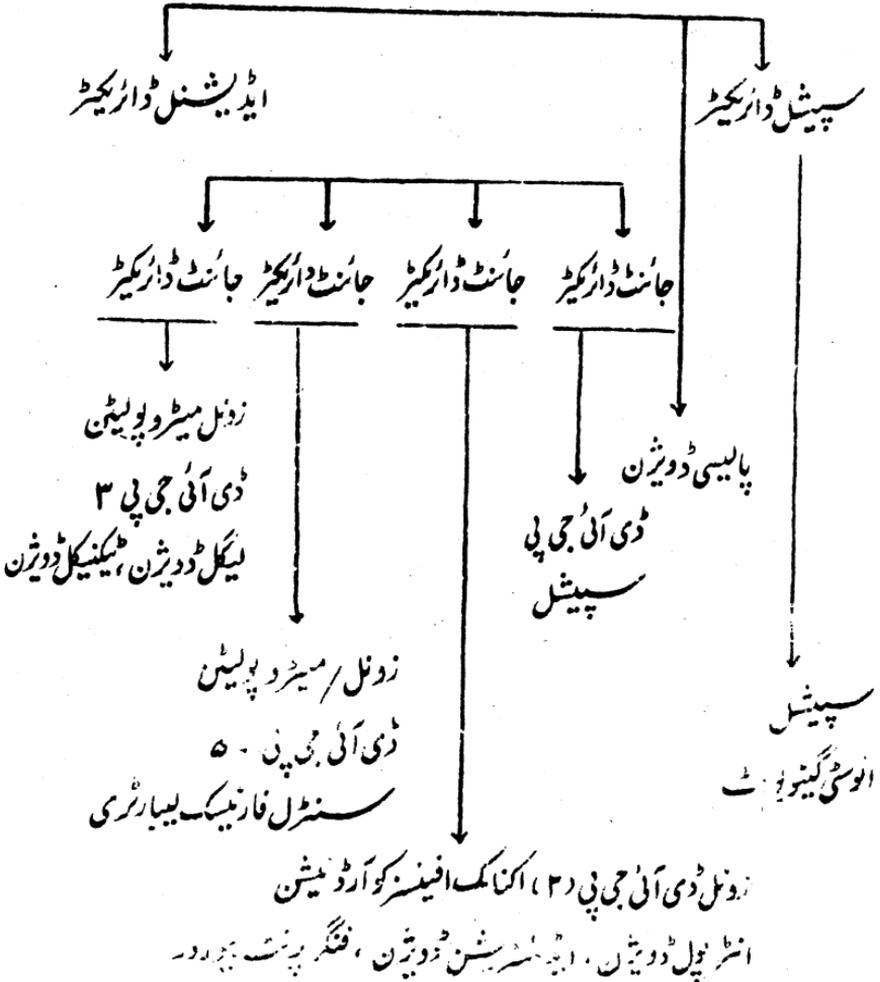
سی بی آئی کے مختلف شعبے اس طرح کے بے شمار آلات استعمال کر رہے ہیں۔ ان میں ایسے آلات بھی ہیں جن کے متعلق کسی کو خبر نہیں مگر سی بی آئی (CBI) کی ان تمام کوششوں کے باوجود مجارت میں جرائم کی رفتار میں تیزی سے اضافہ ہو رہا ہے کیونکہ جرائم کا خاتمہ صرف اسی صورت میں ممکن ہے کہ جرائم کے اسباب ختم کر دیے جائیں۔

# سی بی آئی (CBI) کا تنظیمی ڈھانچہ

وزارت داخلہ

ڈیپارٹمنٹ آف پراسیجوٹو اینڈ اینڈینسٹریٹوریٹو ریفرنسز

ڈائریکٹری سی بی آئی



بنگلہ دیش کو مستقل طور پر پرغلام بنائے رکھنے کی غمنناک بھارتی سازش سے

## پہلی بار پردہ اٹھتا ہے

بھارتی حکمرانوں نے آج سے دس برس پہلے محض پاکستان کو تباہ کرنے کے لیے مشرقی پاکستان کے عوام کو بغاوت پر اُگسایا اور بالآخر اس کی جارحیت کے نتیجے میں بنگلہ دیش کی الگ مملکت وجود میں آگئی لیکن ابھی پاکستان کو توڑنے کا عمل جاری تھا کہ بھارتی حکمرانوں کو احساس ہو گیا کہ وہ بہت بڑی غلطی کر رہے ہیں۔ ایک تو یہ کہ بقول اُن کے "الگ تشخص، زبان اور ثقافت کی بنیاد پر علیحدگی کے مطالبے کی عملاً تائید و توثیق کر رہے ہیں جس کے نتیجے میں خود اُن کے اپنے ملک میں جہاں پہلے ہی علیحدگی کی متعدد تحریکیں چل رہی ہیں" ۷۲ آزاد مملکتیں وجود میں آسکتی ہیں۔ دوسرے اپنی سیاسی چہرہ دستیوں اور حماقتوں کی وجہ سے ایک پاکستان کو جنم دینے کا باعث بننے کے بعد اب وہ اپنی سرحدوں کے ساتھ ایک اور آزاد مسلم ریاست کو وجود میں لانے کی حماقت کر رہے ہیں۔ اگر چہ پانی سر سے گزر چکا تھا لیکن پھر بھی ہندو ذہنیت نے اس کا توڑ کرنے کے لیے دو فیصلے کیے۔ ایک تو یہ کہ بنگلہ دیش کو مسلم مملکت نہ بننے دیا جائے۔ چنانچہ اس کے لیے اپنے آلہ کار شیخ مجیب کو سیکورازم کا نسخہ تجویز کر کے دیا۔

دوم خفیہ ساز باز کر کے کئی تاخیر کے بغیر مجیب سے دوستی کا ۳۵ سالہ معاہدہ اور آٹھ ذیلی معاہدے کر لیے گئے جو نہایت امانت آمیز اور شرمناک تھے۔ مقصد یہ تھا کہ بنگلہ دیش بھارت کا طفیلی، محکوم، مجبور اور تابع بن کر رہ جائے اور اگر کبھی ڈھاکہ کی کوئی قیادت یا عوام بھارت کا طوقِ غلامی اتار پھینکنا چاہیں تو بھارت کے پاس فوری فوجی مداخلت

بھارت نے یہ سارا کھیل کھیلنے وقت محض اپنے چند زرخیز میدانوں ہی کو سامنے رکھا اور بنگالی مسلمانوں کے اجتماعی کردار کو کبھی تجھنے کی کوشش نہ کی۔ جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ چار سال کے مختصر عرصے ہی میں اس غیرت مند قوم نے عصر حاضر کے میر جعفر اور اس کے وارثوں کا صفایا کر دیا۔ صدر ضیاء الرحمن کے قتل کو ایک اور ایسی ہی کوشش کہا جاسکتا ہے جس کا مقصد بنگلہ دیش کے مسلم شخص کو پامال کرنا تھا لیکن حالیہ صدارتی انتخابات میں عوامی لیگ کے ایک رہنما اور مشہور بھارت نواز ڈاکٹر کمال حسین کو بنگلہ دیش نیشنل پارٹی کے امیدوار اور جس عبدالستار کے مقابلے میں عبرت ناک شکست کا سامنا کرنا پڑا۔

یہ انتخابات اس بات کا لیفٹننٹ تھے کہ بنگلہ دیش کے عوام بھارت اور اس کے لیجنٹوں سے شدید نفرت کرتے ہیں۔ اس نفرت کی تہ میں دوسری باتوں کے علاوہ بھارت اور بنگلہ دیش کا نام نہاد دوستی کا ۳۵ سالہ معاہدہ ایک اہم عنصر کی حیثیت رکھتا ہے۔

## بھارت کے ہاتھوں بنگلہ دیش کی تباہی :

دسمبر ۱۹۷۱ء میں مشرقی پاکستان پر سازش اور طاقت کے ذریعے قبضہ کر لینے کے بعد بھارت نے اس خطے کو اپنا طفیلی اور محکوم بنا لینے کے لیے طویل بنیادوں پر اقدامات کیے۔ ان میں نہ صرف سیاسی و فوجی بلکہ اقتصادی، معاشی و ثقافتی اقدامات بھی تھے۔ ہر شعبے میں لمبی مدت کی منصوبہ بندی کی گئی اور طے پایا کہ اس نو آزاد ملک کو اخلاقی طور پر مطیع بنا لینے کے بعد ہر لحاظ سے مجبور و بے بس بنا دیا جائے۔ اس طرح کہ پھر کبھی یہ کسی دوسری طاقت کی مدد سے بھی بھارت کے چنگل سے نکلنے کا تصور نہ کر سکے۔ چنانچہ سب سے پہلے اس مفلوہ سرزمین میں بہت بڑے پیمانے پر

لوٹ مار کا بازار گرم کیا گیا۔ پٹ سن کی تمام فصل و ذخائر فوری طور پر بھارت منتقل کر دیے گئے۔ اور صنعتی طور پر بھارت کا دست نگر بنائے رکھنے کے لیے اس کے تمام اہم کارخانوں اور صنعتوں کو تباہ کر دیا گیا یا ان کی مشینری بھارت پہنچادی گئی۔

سقوطِ مشرقی پاکستان کے فوراً بعد یعنی ۱۹۷۲ء میں بھارت کی پٹ سن کی برآمد میں اچانک چار گنا اضافہ ہو گیا۔ اعلان یہ کیا گیا کہ بھارت میں پٹ سن کی شاندار فصل ہوئی ہے۔ حالانکہ یہ سب مالِ غنیمت تھا جو کام آیا۔ اسلحہ اور فوجی ساز و سامان کی جو لوٹ مچی اس کا تو شمار ہی نہیں ہے۔ بھارت کی اس ٹوٹ کی تفصیلات دنیا بھر کے اخبارات میں شائع ہونے لگیں۔ عالم یہ تھا کہ بھارتیوں نے سرکاری و نجی دفاتر کے قالین تک نہ چھوڑے۔ جن ٹریوں میں مال بھر کر بھارت لے جایا جاتا وہ وہیں روک لی جاتیں۔ صرف کھلنا کے علاقے سے دس کروڑ ڈالر کی مشینری بھارت پہنچائی گئی۔

بھارتی حکومت نے محض دنیا کو دکھانے اور بنگلہ دیشیوں کو مطمئن کرنے کے لیے عام ٹوٹ بچانے کے جرم میں اپنے ایک ایسبر جنرل کو سزا کے طور پر ریگیڈر بنا دیا۔ کچھ دیگر فوجی افسروں کی تہمتی اور برطرفی بھی کی گئی۔ لیکن لوٹے ہوئے مال کا کوئی حصہ واپس نہ کیا گیا۔

۲۱ دسمبر ۱۹۷۱ء سے ۱۵ فروری ۱۹۷۲ء تک صرف چٹاگانگ کی بندرگاہیں بھارت کے ۲۵ خالی مال بردار جہاز لنگر انداز ہوئے اور نامعلوم مقدار میں مالِ غنیمت لا کر کلکتہ اور مدراس کی بندرگاہوں کو روانہ ہو گئے۔ اس عرصے میں آخری جہاز جس میں مشینری لا کر کلکتہ لے جانی گئی، وہ پاک بھر یہ کا ”بکر“ تھا۔ یہ جہاز بھی بنگلہ دیش کو واپس کرنے کی ضرورت محسوس نہ کی گئی۔

صنعتی لحاظ سے بنگلہ دیش کو ناکارہ بنا دینے کے لیے دسمبر ۱۹۷۱ء کی جنگ میں دانشکار خانوں اور ٹیکنیشنوں پر تباہ کن بمباری کی گئی۔ باقی جو کچھ بچا اس پر ویسے ہاتھ

صاف کر دیا گیا۔ بنگلہ دیشی حکومت کے ایک رکن نے ایک فرانسیسی بزمی کے نامہ نگار  
مراد کو بتایا تھا کہ اگر آج ہمارے کارخانے بند پڑے ہیں تو اس کا مطلب یہ نہیں کہ  
پاکستانی فوج نے انہیں تباہ کر دیا ہے۔ پاکستانی فوج نے کسی کارخانے کو نقصان نہیں پہنچایا  
بلکہ اس کا سبب یہ ہے کہ ہمارے کارخانوں کی مشینری بھارتیوں نے لوٹ لی اور اسے  
مغربی بنگال لے جا کر فروخت کر دیا۔

## معاهدوں کے خدو خال :

جنگ کے خاتمے کے بعد اور ڈھاکہ میں مستحکم حکومت قائم ہونے تک جو کچھ بھی ہوا  
وہ نہایت المناک تھا۔ یہ مستحکم حکومت مجیب کے قتل ہونے تک قائم نہ ہو سکی تھی اور اس کا  
تمام تر فائدہ بھارت کو پہنچا جس نے سوچے سمجھے منصوبے کے تحت ایک دہشت پالی طرح  
بنگلہ دیش کی نوآزاد مملکت کے وجود میں پوری طرح اپنے ناخن گاڑ دیے۔ اس ضمن میں  
بھارتی حکومت کا سب سے خوفناک اقدام وہ ۳۵ سالہ معاہدہ تھا جو اس نے مجیب کے ساتھ  
کیا اور جس کے ذریعے اس ملک کو اور اس کی موجودہ اور آنے والی نسلوں کو عملاً بھارت  
کی غلامی میں دے دیا گیا۔ یہ معاہدہ اتنا شرمناک تھا کہ مجیب اور اس کے توار یوں نے اسے  
خفیہ رکھنے کے لیے تمام تر اقدامات کیے اور اس کی معمولی تفصیلات کا علم بھی اس وقت  
کی پارلیمنٹ یا عوام کو نہ ہو سکا۔ جو تھوڑی بہت تفصیلات سامنے آئیں وہ اتنی ہولناک تھیں  
کہ خود مجیب کے فوجیوں نے اسے موت کے گھاٹ اتار دیا۔ اس معاہدے کے تحت  
بنگلہ دیش کی حکومت کو پابند کر دیا گیا کہ وہ بجٹ، آئین، تجارتی سمجھوتوں، خارجہ امور یا کسی  
بھی دوسرے اہم معاملے میں کوئی قدم اٹھانے سے پہلے بھارتی حکومت سے لازماً  
مشورہ کرے۔

کہا جاتا ہے کہ آٹھ میں سے سات معاہدے بھارت میں طے پائے اور ان پر مجیب

حکومت کی طرف سے تاج الدین احمد نے دستخط کیے۔ آٹھویں سبھوتے پر اندرا گاندھی کے دورہ دُعا کہ (۱۹۷۲ء) کے دوران میں دستخط ہوئے۔ بنگلہ دیش کی طرف سے فوج مجیب نے دستخط کیے۔ مبصرین کے خیال میں یہ سبھوتے ان سبھوتوں اور معاہدوں سے بھی بدتر تھے جو انگریزوں نے مغل فرمازداؤں کو شکست دینے کے بعد فاتح کی حیثیت سے ان کے ساتھ کیے تھے۔ ان معاہدوں کے بعض نکات ذیل میں درج کیے جاتے ہیں۔

بھارت بنگلہ دیش میں اپنی ایک فوج نیا کرے گا جس میں وہ اپنی مرضی کے مطابق افراد بھرتی کرے گا اور جس کے افسر بھارت کی مسلح افواج سے لیے جائیں گے۔ ایک نیم فوجی اور آسانی فورس ہوگی جسے خاص مواقع پر استعمال میں لایا جاسکے گا۔ لیکن اہمیت اور طاقت کے لحاظ سے یہ بنگلہ دیش کی باقاعدہ فوج سے بھی بڑی ہوگی۔

کہا یہ جاتا ہے کہ یہ نیم فوجی تنظیم دراصل راکھی باہنی تھی۔ یہ لوگ بھارتی فوج کی دردیباں پہنتے تھے۔ بھارت کی فوجی ہائی کمان نے یہ تنظیم قائم کرنے کے لیے ابتدائی اقدامات شروع کر دیے تھے۔ اس میں ۸۰ فی صد افراد عوام کے اس حلقے سے تعلق رکھتے تھے جو بھارتی مقاصد کی جلد تکمیل کے لیے مفید ثابت ہو سکتا تھا۔

جہاں تک نفری اسلحہ اور فوجی گاڑیوں کا تعلق ہے یہ متبادل فوجی تنظیم بنگلہ دیش کی باقاعدہ فوج سے بھی بڑی تھی۔ اس کے قیام کا مقصد اسے سیاسی مقصد کے لیے استعمال کرنا تھا۔ اگر دُعا کہ میں کبھی کوئی بھارت مخالف حکومت قائم ہوتی تو راکھی باہنی کو تو اس کا صفایا کر دینے کے لیے اشارہ کر دینا کافی تھا۔ چنانچہ یہ بنگلہ دیش میں بھارت کے خلاف مظاہروں اور پروپیگنڈوں کو کچلنے کے لیے استعمال میں لائی گئی۔ چونکہ اس فوج کا بڑا حصہ بھارتی نواز افراد پر مشتمل تھا۔ اس لیے یہ سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا کہ کبھی یہ فوج بھارت کے خلاف بھی استعمال کی جاسکے گی۔ اس کی وردی وہی تھی جو بھارتی فوج کی ہے اور بھارت کو اس کا فائدہ یہ تھا کہ اگر کبھی بنگلہ دیش میں بھارت

کے خلاف نفرت کا جو اُلکھی پھٹ پڑے اور بڑے پیمانے پر ہنگامے شروع ہو جائیں تو بھارت سے حسبِ ضرورت ہزاروں باقِ مدہ بھارتی فوج سرحد پار کر کے اندرونِ ملک کارروائی کر سکیں۔

بنگلہ دیش کو اپنے قیام کی بددھند کے دوران میں بھارت سے مختلف صورتوں میں جو امداد ملتی رہی اس کی ادائیگی کے سلسلے میں مندرجہ ذیل شرائط منوالی گئیں :-

(الف) بنگلہ دیش بھارت کے سو کسی دوسرے ملک سے کسی قسم کا اسلحہ نہیں خریدے گا۔ وقتاً فوقتاً ڈھاکہ کی حکومت کو یہ اعلان کرنا ہو گا کہ اسی نے بھارت سے اتنے کروڑ ٹیکے کا اسلحہ خریدا ہے۔ اسلحہ اور دیگر سامان ضرورت کی قیمتوں کا تعین بھارت خود کرے گا اور اس پر سو دے بازی نہیں ہو سکے گی۔ بنگلہ دیش کی حکومت بھارت سے جس قدر اسلحہ کی خریداری کا اعلان کرے گی حقیقت میں بھارت اس سے سرف نصف قیمت کا اسلحہ مہیا کرے گا۔ نیز بھارت اپنا فروخت کردہ سامان جنگ کی وقت بھی واپس لے سکے گا۔ بنگلہ دیش کو صرف وہی اسلحہ مہیا کیا جائے گا جو اسے اندرونِ شورشوں پر قابو پانے کے لیے درکار ہو۔

(ب) بھارت بنگلہ دیش کی بیرونی تجارت کو کنٹرول کرے گا۔ بھارت کی اجازت حاصل کیے بغیر بنگلہ دیش اپنی کوئی چیز برآمد نہیں کر سکے گا اور برآمدی قیمتوں کا تعین بھارت کرے گا اور بنگلہ دیش دوسرے ملکوں سے اس کی فروخت کی بات چیت کرنے کا مجاز نہ ہوگا۔

(ج) بنگلہ دیش پر اہم ہوگا کہ وہ اپنا سالانہ پانچ سالہ ترقیاتی پروگرام بھارت کو منظور کر کے پیش کرے۔

(د) بنگلہ دیش کو بھی وہی خارجہ پالیسی اختیار کرنی ہوگی جو بھارت کی ہوگی۔ اپنی داخلی سیاست میں بنگلہ دیش کو بھارت سے جو معاملے ہوں گے۔

(۵) بنگلہ دیش بھارت سے کیے گئے کسی معاہدے یا بھوتے کو ایک طرف طور پر مسترد یا کالعدم نہیں کر سکے گا۔ سال بہ سال ان کی خود بخود تجدید ہوتی رہے گی۔ البتہ اگر بھارت انہیں غیر موثر قرار دے دے تو ختم سمجھے جائیں گے۔

اس طرح عجیب الرحمن نے اپنی عاقبت نا اندیشی کی بنا پر پورے مشرق پاکستان کو ۲۵ برس کے لیے بھارت کی محکمہ میں دے دیا۔



## انسانوں پر درندوں کے ظلم کی کہانی

۲۵ جون ۱۹۷۱ء کی شام کو بھارت کی سر زمین پر سوچ ایسا عذاب ہوا کہ کامل انیس ماہ تک اندھیرا چھایا رہا اور انسان کو انسان سمجھائی نہ دیتا تھا، ایرجنسی کے اعلان کے ساتھ ہی تاک میں بیٹھے ہوئے درندے انسانوں پر پل پڑے، بھریستیاں اُجڑنے لگیں، گھر لٹے لگے، انسان گھٹنے لگے، سائے بڑھنے لگے۔

ان انیس مہینوں میں، بھارت میں پندرہ لاکھ سے زیادہ معصوم انسانوں کو قید خانوں میں ڈال دیا گیا، ۱۲۲ مرتبہ حوام پر پولیس فائرنگ کی گئی، ایک ہزار سے زیادہ بے گناہ انسانوں کو قتل کر دیا گیا اور بے شمار افراد کو زخمی اور محتاج بنا دیا گیا۔

انسانوں پر ظلم و جبر کرنے کا کام، وزیر مملکت برائے امور داخلہ، مشر آدم مہتہ کے سپرد کیا گیا تھا، ان آیام میں نہ فریاد کرنے کی اجازت تھی، نہ احتجاج کرنے کی آزادی تھی، نہ اپیل کرنے کی سہولت تھی، بنیادی انسانی حقوق کو معطل کر کے کالے قوانین، میسا اور ڈی، آئی، اے کے تحت انسانوں کی تذلیل کی جا رہی تھی، عدالتیں بے بس تھیں، ایرجنسی کے دوران، ہر شریف شہری کی

پگڑی اچھالی گئی، امیر وغریب دونوں کی بے عزتی کی گئی۔ آرڈی نینسوں کے ذریعے حکومت کی حکمت ہی تھی، سنبھ گاندھی بڑی ڈھٹائی کے ساتھ کہہ رہا تھا۔

”وہ لوگ غلطی پر ہیں، جو میری ماں کو راج سنگھاسن سے اتارنا چاہتے ہیں، ہم آسانی سے راج چھوڑنے والے نہیں، اگر میری ماں کو کسی وجہ سے ہٹا پڑا تو میں آگے آجاؤں گا، میں ان کی گدی پر بیٹھ جاؤں گا“

نہرو خاندان نے بھارت پر راج کو آبائی جاگیر سمجھا لیا تھا۔

ایمر جنسی کے کالے دنوں میں، جس وزیر (اوم مہتا) پر قانون پر عمل درآمد کی ذمہ داری ڈالی گئی، وہ اپنے مزاج اور نفسیات کے اعتبار سے بلاکو اور چنگیز سے مختلف نہ تھا، مٹری اوم مہتا کی واحد خوبی یہ تھی کہ وہ اندرا کا ایک مقصد کا سر لیس تھا، اسی بنا پر وہ وزیر داخلہ مسٹر برہما نند ریڈی سے اہمیت اور قرب سلطانی کے میدان میں بازی لے گیا تھا، ہندوستانی پولیس انگریزوں کے دور سے ہی ظلم و جور توڑنے میں شہرت رکھتی ہے، اب اس پر ایک ایسے شخص کو اختیار سونپا گیا تھا، جو اسے انتہائی حد تک استعمال کرنے میں یقین رکھتا تھا۔ جیسے ہی ایمر جنسی کا اعلان ہوا، پولیس اپنے اصلی روپ میں لوگوں کے سامنے آگئی۔ گلی کوچوں، بازاروں، سڑکوں، چوراہوں اور عوامی اجتماع کے تمام مقامات میں لائحہ عمل گولی سے مسلح پولیس کے افراد نظر آنے لگے، ایمر جنسی کے اعلان والی شب کو کم از کم چار سو پچاس وارنٹ جاری کئے گئے، ان وارنٹوں پر سیاسی مخالفین کے نام بعد میں حسب ضرورت درج کئے گئے، اکیلے دہلی شہر میں نوے کے قریب اپوزیشن لیڈروں کو اس رات گرفتار کیا گیا، دوسرے دن، یعنی ۲۲ جون کو دو سو پچتر لیڈر گرفتار کئے گئے۔

سب سے پہلے بے پرکاش نرائن کو گرفتار کیا گیا، ابھی وہ رام لیلا گراؤنڈ میں ۲۵ جون کی شام کے عظیم الشان جلسہ میں شرکت کے بعد واپس آکر سوئے ہی تھے۔ رات کے ڈیڑھ بجے ان کے دوست مٹری لادھا کرشن کو جگایا گیا اور اُسے بتایا گیا کہ باہر پولیس اس کے وارنٹ برائے گرفتاری لئے منتظر ہے، چند شیکر کو بے پرکاش کی ہمراہی میں تھانے میں گرفتار کیا گیا۔

آل دی پرائم مٹرز میں ”ماہی کتاب کے چند اور اقتباسات دیکھئے!

شہروں میں پولیس ہی پولیس دکھائی دیتی تھی، ڈھالی خود اور لالٹھوں سے مسلح پولیس کے

دستے، چوکن، اور بازاروں میں متعین تھے، جن لوگوں کو صورتِ حال کی سن لیں پہلے لگ چکی تھی۔ وہ گرفتار ہونے سے بچ گئے، لیکن روپوشی کے ایام میں انہیں شدید صعوبتوں کا سامنا کرنا پڑا۔

گلابا اور نوجوانوں کی تنظیموں کے ممتاز لیڈر جہاں بھی دستیاب ہوئے انہیں پکڑ لیا گیا، خواہ وہ محلہ تھا، کالج کی کینیٹن، بس سٹاپ یا ان کے اپنے گھر۔ ان کی گرفتاری اور اسیری کے مقام سے ان کے والدین تک کو آگاہ نہ کیا گیا۔

لیکن یہ تو فقط آغاز تھا۔ اپوزیشن کے ارکان کو دبا یا نہ جاسکا۔ انہوں نے زیر زمین سرگرمیوں کا آغاز کر دیا۔ اور ستیہ گروہ کو منظم کیا اور خفیہ خبرنامے تقسیم کئے۔ پولیس ان پر چھاپے مارتی رہی وسیع پیمانے پر گرفتاریاں اور خوف و ہراس معمول بن گیا، دو ماہ کے اندر پندرہ ہزار ستیہ گروہوں کو پکڑ لیا گیا۔ . . . سات ہزار افراد کو محض اس شبہ میں دھر لیا گیا کہ وہ زیر زمین سرگرمیوں کو تقسیم کر رہے تھے،

وزارتِ قانون، پولیس کی مدد کرتی رہی اور متعدد آئینی ترمیمات اور آرڈی نینس نکالے گئے، لوگوں کے بنیادی حقوق معطل کر دیئے گئے، غیر قانونی نظر بندی کے خلاف حق چھین لیا گیا، ۲۷ جون کو صدر کی طرف سے ایک آرڈی نینس جاری کیا گیا، جس کی رو سے گرفتار ہونے والوں کے لئے یہ نامکن بنا دیا گیا کہ وہ غیر قانونی نظر بندی اور گرفتاری کے خلاف قانون کے مسادی تحفظ، اور اپنی زندگی اور ذاتی آزادی کے لئے آواز اٹھا سکیں۔

۲۹ جون کو، صدر فخر الدین علی احمد کی طرف سے ایک آرڈی نینس جاری ہوا، اس کی رو سے اندرونی سلامتی کے قیام کے قانون (میسا) میں ترمیم کر دی گئی، اور قرار پایا کہ آئندہ کسی نظر بندیا اسیر کو ایک مقررہ معیار کے اندر اس کی گرفتاری کی وجہ سے آگاہ نہیں کیا جائے گا، اس طرح پولیس کو اپنی مرضی سے گرفتاریاں کرنے کے اندر سے اختیارات حاصل ہو گئے، اور انہیں کسی کے سامنے جواب دہ ہونے کا خوف نہ رہا۔ . . . ایہ جنسی کے دوران، سب سے زیادہ افراد صوبہ بہار سے گرفتار کئے گئے جن کی تعداد بائیس سو تھی، گجرات سے دو ہزار اور دہلی سے ایک ہزار افراد گرفتار کئے گئے۔

اسیروں کے ساتھ پولیس نے انتہائی ہیمانہ سلوک روا رکھا، قومی سطح کے لیڈروں کو قید تنہائی میں رکھا گیا، جہاں بیرونی دنیا سے ان کا بالکل کوئی رابطہ باقی نہ رہا۔ اپنی قید تنہائی میں .

جے پر کاش نے لکھا۔

”آج قید میں ایک مہینہ ہو گیا، میں سمجھتا ہوں کہ یہ ایک ماہ، ایک - کے برابر تھا، ہو سکتا ہے کہ اس کی وجہ یہ ہو کہ انیس، تیس سال سے قید ہونے کی اپنی عادت پھوٹی ہوئی تھی، اندماجی کی حکومت تاریخ میں یاد رکھی جائیں گی۔ اپنی بہت سی کامرائوں یا ناکامیوں کے سبب .... اس کی نایاں ترین کامیابی، جہوریت کا خون ہے۔ لیکن میرے نزدیک یہ حکومت یورپی یا اور کسی چائے گی (چند ماہ یا چند سال تک کہ میں زندہ ہوں) کہ آزاد ہندوستان کی یہ وہ حکومت ہے جس میں مجھے پہلی مرتبہ، اشک آد گیس، سنٹرل ریزرو پولیس کے لائٹھی چارج اور اسیری کا سامنا کرنا پڑا ہے، برطانوی دور میں، مجھے ذاتی طور پر آنسو گیس یا لائٹھی کے حلوں کا تجربہ نہیں ہوا تھا، اس کے علاوہ اپریل ۱۹۴۶ء میں آگرہ سنٹرل جیل سے رہائی کے بعد مجھے کبھی گرفتار یا نظر بند نہیں کیا گیا تھا، پینے کی مدت کو سال کے برابر سمجھنے کی اور دیر، یقیناً میری تنہائی بھی ہے، دوسرے ساتھی اسیروں کی محبت سے وقت اچھا گت جاتا تھا۔“

اپنی ڈائری میں، ۱۲ اگست کو، جب وہ پوسٹ گریجویٹ انسٹی ٹیوٹ میں تھے جے پر کاش نرائن نے لکھا، ”انسان آزاد ہو تو ڈاکٹر اور نرسیں بھی محبت فراہم کرتے ہیں لیکن یہاں، وہ سوائے میری صحت کے اور کسی چیز کا ذکر نہیں کرتے، ڈائریکٹر کے علاوہ، جیسے ہی میرے کمرے میں کوئی دوسرا ڈاکٹر یا نرس داخل ہوتی ہے تو ان کے پیچھے پیچھے جیل کا کلا یا پولیس ہوتی ہے (وہ آئی بی یا سی بی آئی بھی ہو سکتی ہے) وہ سب لوگ، یہاں پورے ہسپتال میں بھرے ہوتے ہیں اور متعدد کمروں میں موجود ہیں۔ ان کا ایک نمائندہ (جو غالباً ہیڈ کانسٹیبل ہوتا ہے) میرے کمرے کے دروازے پر چوہ میں گھنٹے پہرہ دیتا ہے۔ (وہ یہ کام باری سے کرتے ہیں) یہی کیفیت ان انتظامی امور کی ہے جو کبھی بھار مجھے دیکھنے آجاتے ہیں، وہ بھی مہربان رہتے ہیں اور اپنے فرض کے علاوہ اور کوئی بات نہیں کرتے۔ پس، اس کے باوجود کہ میں ہسپتال میں ہوں، میری دیکھ بھال کی جارہی ہے اور بہت سے لوگ آتے جاتے بھی ہیں، میری تنہائی بدستور قائم ہے اور میں جو چاہتا ہوں وہ ہے مجلس، اس طرح اپنے کمرے میں بند رہنا، جبکہ ملک کو ذاتی آمریت کے بحر ظلمات میں زیادہ گہرائی تک ڈبو یا جا رہا ہے، میرے لئے قطعاً موت سے کم نہیں۔“

یہ نہیں کہ جو لوگ روپوش ہو گئے تھے ان کے خاندان آسائش میں تھے۔ حقیقت یہ ہے

کر روپوش ہونے والے سبب اختلاف کے لیڈروں کے رشتے داروں اور گھروالوں کو بے حد پریشان اور ذلیل کیا گیا۔ ان پر روپوش لیڈروں کے بارے میں اطلاع حاصل کرنے کے لئے انتہائی زیادہ ظلم ڈھائے گئے۔ ان کے گھروں پر پہرے بٹھائے گئے، چھاپے مارے گئے، ان کی جائیدادیں ضبط کی گئیں، ان کو تھکانے والا کر پوچھ گچھ کے بہانے تنگ کیا جاتا تھا۔ ان کی ہر حرکت پر کڑی نگاہ رکھی جاتی تھی۔ اس ظلم اور اندھیر مگر کی ایک معمولی سی مثال، روپوش رہنما جارج فرنانڈیس کے بھائی لارنس فرنانڈیس کا معاملہ ہے۔ واضح رہے کہ جارج فرنانڈیس آج کل مرارجی ڈیسانی کی حکومت میں وزیر ہیں۔

یکم مئی ۱۹۷۷ء کو پولیس نے لارنس کو اس کے گھر سے پکڑ لیا اور بنگلور پولیس کے بدنام عقوبت خانہ "کور آف ڈی ٹیکٹو" لے گئی، وہاں اس کا استقبال ایک تھپڑ سے کیا گیا، یہ تھپڑ اس قدر زبردست تھا کہ جارج کئی منٹ تک بے ہوش رہا۔ جب اُسے ہوش آیا تو اس نے دیکھا کہ اس کے کپڑے اتار لئے گئے ہیں اور دس کانٹیل اس پر لائیوں کی بارش برسا رہے ہیں۔ اس رات، تین بجے تک پولیس مسلسل لائیوں اور ٹوکوں سے اسے مارتی رہی۔ صبح، جاگنے پر اُسے شدید پیاس محسوس ہوئی اور اس نے پانی مانگا، اس پر ایک پولیس افسر نے ایک سپاہی سے کہا کہ اس کے منہ میں پیشاب کر دیا جائے، سورج چڑھنے تک اس کی حالت اس قدر خراب ہو رہی تھی کہ پولیس، اسے عدالت میں پیش کرنے سے ہچکچا رہی تھی، وہاں سے اُسے دیا کیال پولیس حوالات میں لایا گیا اور اس کے بعد دیوانگیر میں، کیرٹے کوڑوں کی آماجگاہ ایک کال کوٹھڑی میں اسے بند کر دیا گیا۔ اسے کہا گیا کہ اگر اس نے مجسٹریٹ کے سامنے پولیس کی اذیت رسانی کے بارے میں لب کشائی کی تو اس کے تمام خاندان سے بھی یہی سلوک کیا جائیگا۔ لارنس کی نازک حالت سے پریشان ہو کر پولیس اسے دوبارہ بنگلور لے آئی، جہاں اسے ایک ہسپتال میں داخل کر دیا گیا۔ اسے ایکس رے کی ضرورت تھی لیکن پولیس نے اس کی اجازت نہ دی، اس کے بجائے پولیس نے اسے نشہ آور ادویات کھلانی شروع کر دیں، جس کا یہ نتیجہ برآمد ہوا کہ لارنس کو تین دن تک شدید عجز میں مبتلا رہنا پڑا۔ اس کے بعد اسے ایک بار پھر دو ایس کھلائیں گئیں اور ایک مجسٹریٹ کے سامنے پیش کرنے کے بعد بنگلور کی سنٹرل جیل کی بدبودار کال کوٹھڑی میں دوبارہ بند کر دیا گیا۔ اس جیل میں، دیگر قیدیوں کے علاوہ،

لاڈنس کا بھائی مائیکل بھی تھا جسے پانچ ماہ پہلے گرفتار کیا گیا تھا لیکن دونوں کو آپس میں ملنے کی اجازت نہ دی گئی۔ اس کے بعد لارنس نے دو دن کے لئے بھوک ہڑتال کر دی اور بہتر منگ کا مطالبہ کیا لیکن جب اس کی یہ مصیبت آخر کار ختم ہوئی تو وہ محض ہڈیوں کا ڈھانچہ رہ گیا تھا۔ اس کا وزن بیس بیس سے زیادہ کم ہو چکا تھا۔

۲۴ مئی ۱۹۴۵ء کو، مسز فرنانڈیس، لارنس کی ماں نے صدر بھارت کو ایک خط لکھا اور اپنی

حالت زار بیان کرتے ہوئے کہا:-

”میں ساٹھ سال کی بوڑھی عورت ہوں، جبکہ میرا بچتر سالہ خاوند دل کا مریض ہے، میرا تیسرا بیٹا دسمبر ۱۹۴۵ء سے میسا کے تحت گرفتار ہے۔

”یکم مئی، ہفتہ کے روز چھ بجے شام، میرے چوالیس سالہ، دوسرے بیٹے لارنس فرنانڈیس کو پولیس گھر سے پکڑ کر لے گئی، پولیس اس سے میرے بڑے بیٹے جارج کے بارے میں سوال کرتی رہی۔ اس کے بعد اسے انتہائی غیر انسانی، بہیمانہ اور بے رحمانہ انداز میں جسمانی اذیت پہنچائی گئی، لائٹوں سے مارنے کے علاوہ حتیٰ کہ پانچ لائٹوں ٹوٹ گئیں) انہوں نے بڑے درخت کی جڑ سے پینے کے لئے استعمال کی اور اسے جوتوں اور گھونٹوں سے بھی مارا، انہوں نے دھکی دی کہ اگر اس نے جارج فرنانڈیس کے ٹھکانے سے انہیں آگاہ نہ کیا تو اسے ریلوے لائن پر ڈال کر کسی جلتی ٹرین کے نیچے ہلاک کر دیا جائے گا اور اس طرح پولیس کے ہاتھوں اس کی موت کا کوئی ثبوت باقی نہ رہے گا۔ اس طرح، طرح طرح کی شدید عذوبتوں کے بعد اسے جسمانی اور اعصابی طور پر ناکارہ بنانے کے بعد انتہائی غلیظ حالات میں بیس مئی تک اسے مختلف حوالا توں میں قید تنہائی میں مبتلا رکھا گیا۔ اس عرصے میں اس سے پوچھ گچھ اور اذیت رسانی کا سلسلہ جاری رہا۔ متواتر تین روز تک اسے کھانے پینے سے محروم رکھا گیا اور باقی ایام میں اسے نہ تو مناسب غذا دی اور نہ سگریٹ فراہم کئے گئے، ان بیس دنوں میں اسے صرف تین دفعہ نہانے کی اجازت دی گئی اور گرفتاری کے پہلے دن والے کپڑوں کے علاوہ اور کوئی کپڑا پہننے کو نہ دیا گیا۔ اس غیر انسانی سلوک کی بنا پر وہ ہوش گھو بیٹھا۔ اسے مختلف ہسپتالوں اور ڈاکٹروں کی طرف لے جایا جاتا رہا اور ہر مرتبہ اس کا غلط نام بتایا جاتا، اسے ایک پولیس افسر ظاہر کیا جاتا تا کہ اسے زندہ رکھا جائے۔ میرے بیٹے لارنس کے تھکاتے کے بارے میں ہمیں بے خبر رکھا گیا۔ بیس مئی کو

جب ایک وکیل کے ذریعے مجھے اطلاع ملی تو میں اس وکیل کے ساتھ جیل میں گئی۔ لیکن مجھے اپنے بیٹے سے ملاقات کی اجازت نہ دی گئی۔

۲۱۔ تاریخ کو، تین گھنٹوں سے زیادہ انتظار کے بعد، مجھے ایک کال کوٹھڑی کی طرف لے جایا گیا۔ لیکن وکیل کو ساتھ لے جانے کی اجازت نہ دی گئی۔ میں نے دیکھا کہ اس کی حالت مردوں کی طرح ہو رہی تھی، اس میں چلنے کی سکت نہ تھی، دو آدمی اسے سہارے سے اٹھاتے اور تب بھی وہ کرب اور دکھ کے ساتھ نلگڑاتے ہوئے چلتا تھا۔ اس کی بائیں جانب مفلوج کر دی گئی اور وہ بات کرتے ہوئے ہلکتا ہے۔

کیا میرے ان دونوں بیٹوں کو جارج فرنانڈیس کے بدلے سزا میں رکھا جا رہا ہے، جس کے ٹھکانے کے متعلق میرا تمام خاندان کوئی علم نہیں رکھتا؟ کیا یہ بات اخلاقی طور پر درست ہے کہ میرے تمام خاندان کو، اپنے ایک بیٹے جارج فرنانڈیس کے سیاسی خیالات کی بنا پر ہراساں، پریشان اور قتلانے اذیت کیا جائے؟

لیکن ایک ماں کی اس درد بھری فریاد کا بھی کوئی اثر پیدا نہ ہوا، اس اثنا میں سیاستدانوں کے علاوہ طالب علم رہنماؤں کی گرفتاریاں بھی جاری رہیں، سب سے زیادہ دہلی یونیورسٹی کے طلبا کی قیادت کو پریشان کیا گیا، حتیٰ کہ اساتذہ کو بھی معاف نہ کیا گیا۔

پولیس تشدد کا پہلا نشانہ، دہلی یونیورسٹی اسٹوڈنٹس یونین کا صدر اردن جتیلے تھا۔ اس کی تلاش میں پولیس جب اس کے گھر پہنچی تو جتیلے وہاں نہ تھا، جتیلے کے وکیل باپ نے کسی وارنٹ کے بغیر گھر کی تلاشی دینے سے انکار کر دیا۔ دوسرے دن، اردن جتیلے نے ایمر جنسی اور خصوصاً بے پرکاش کی نظر بندی کے خلاف ایک احتجاجی جلسوں کی قیادت کی، اس کے ساتھ ہی اسے میسا کے کالے قانون کے تحت گرفتار کر کے تہاڑ جیل میں پھینک دیا گیا۔ نہ داد، نہ فریاد... کئی دن تک پولیس، ہر دلعزیز سٹوڈنٹ لیڈر ہمت دشنو کی تلاش میں چھاپے مارتی رہی، جب ایمر جنسی کا اعلان ہوا تو ہمت دشنو، دہلی سے باہر، روہنگ کے مقام پر ایک تربیتی کیمپ میں تھا، جیسے ہی اسے دہلی میں گرفتاریوں کی خبر ملی وہ روپوش ہو گیا، چند روز تک خاموش رہنے کے بعد اس نے دوسرے روپوش رہنماؤں سے رابطہ پیدا کیا، اب وہ وزیر زمین رہ کر کام کرنے لگے۔ اس اثناء میں پولیس کو کسی طرح ان کا خفیہ سرگرمیوں اور ٹھکانے کا علم ہو گیا اور چھاپہ مار کر تین لیڈروں

کو کچھ لیاجن میں اکھل بھارتیہ دویار تھی پر بشاد کا جنرل سیکرٹری آر کے بھاٹیہ شامل تھا، منصفہ شنو  
 ذبح نکلا۔ ان ایروں کے ساتھ انسانیت سوز سلوک کیا گیا۔ بھاٹیہ کو اڑتیس گھنٹوں کے لئے  
 لگانا رکھنا رہنے پر مجبور کیا گیا۔ اس عرصے میں یونیورسٹی میں دوبارہ احتجاج ہوا اور پولیس مزید  
 پچاس طلبا کو گرفتار کر کے لے گئی۔ ۲۵ اور ۲۶ جولائی ۱۹۵۵ء کو یونیورسٹی کمپس پر پولیس نے  
 وسیع پیمانے پر حملہ کیا اور دوسرا فرد کو کچھ لیا، ان میں ایک سو پچیس لیکچرار تھے، دہلی یونیورسٹی  
 ٹیچرز ایسوسی ایشن کے صدر جناب اوم پرکاش کوہلی پر بے پناہ تشدد کیا گیا۔ پولیس کے حملے کی وجہ  
 سے اس کی ایک ٹانگ پہلے ہی کمزور تھی، جس کی وجہ سے وہ لنگرا کر چلتا تھا، اب اسے لگانا  
 چوبیس گھنٹے تک کھڑا رہنے پر مجبور کیا گیا، کمرے کے ایک کونے سے دوسرے کونے تک  
 اسے لاقوں اور لکوں سے دھکے دیئے گئے، ایک اور لیکچرار، گنیش شنکر پالپال کو پولیس  
 کی منتظر گارڈی میں بٹھا کر کسی نامعلوم مقام کی طرف لے جایا گیا، اس کے دو چھوٹے چھوٹے  
 بچے ”ابو ابو“ ہی پکارتے رہتے۔

آٹارام، ایس، ڈی کالج یونین کے سیکرٹری من بھاٹیہ سے بے حد وحشیانہ سلوک کیا  
 گیا۔ اسے غیر قانونی پمفلٹ رکھنے کے الزام میں گرفتار کرنے کے بعد اس کے والدین اور  
 بہن بھائیوں کے سامنے لٹکا کر کے پٹایا گیا۔ اس کے بعد اسے کنوینٹ پولیس سٹیشن  
 لے جایا گیا اور ایک فیلڈ کومٹری کے اندر ڈال دیا گیا۔ ایک جلتی ہوئی مردم جی اس کے روٹھوں پر  
 دکھی گئی اور ہر قسم کا تشدد روا رکھا گیا۔

ہمنت کاروشنو کی گرفتاری پندرہ اکتوبر کو عمل میں آئی، کسی طرح پولیس کو اس کے ٹھکانے کا  
 علم ہو گیا تھا۔ ڈی۔ آئی۔ جی پولیس نے پوچھ پچھ کر کے یہ معلوم کرنے کی کوشش کی کہ روپوشی کے  
 ایام میں اس کی مدد کرنے کی سعی تھی۔ لیکن اس نے اپنے مہمنوں کے نام ظاہر کرنے سے انکار کر  
 دیا، یالوس ہو کر، پولیس کے دو کانسٹیبل اس پر پل پڑے، اس کی ریڑھ کی ہڈی پر مہن میں لگائی گئیں  
 اس پر بھی جب ہمت نے حوصلہ نہ ہارا تو پولیس نے تشدد میں اضافہ کر دیا۔ اب اسے چت لٹا دیا گیا  
 اور اس کی دونوں ٹانگیں کھڑی کر دی گئیں۔ دو سپاہی، لائیوں کے ساتھ اس کے پاؤں کے تلوے  
 پیٹنے لگے، اس کے بعد اسے الف ننگا کر کے بیٹ کے بل زمین پر لٹایا گیا اور اس شرمناک  
 حالت میں ربر کے ٹائروں کے ٹکڑوں کے ساتھ اسے مسلسل پٹایا گیا، اس پر بھی ہمت نے

کچھ بتانے سے انکار کر دیا تو اس کے پاؤں کو گردن کے ساتھ باندھ کر ایک بانس کے ساتھ لٹکادیا گیا۔ اب اُسے متعلقہ حالت میں بانس کے ساتھ لٹو کی طرح گھمایا گیا، اس پر بھی جب لٹکے نے ہمت نہ ہاری تو پولیس نے تشدد کا ایک اور حربہ استعمال کیا، اب اُسے اٹ لٹکادیا گیا اور اس کے اوپر تاج بستہ پانی انڈیلایا گیا۔ اس طرح اس کے لئے سانس لینا مشکل ہو گیا۔ آخر کار پولیس نے آخری ظالمانہ طریقہ استعمال کیا اور نوجوان طالب علم کے نتھنوں میں ایسا پانی داخل کیا گیا جس میں پسی ہوئی سرخ مرچیں گھلی ہوئیں تھیں، ہمت کما رہے ہوش ہو گیا، دوسرے دن جب اُسے ہوش آیا تو اس کے جسم کے ہر حصے سے خون رس رہا تھا۔

حقیقت یہ ہے کہ ایمر جنسی کے دوران، امیروں پر ایسے ظلم ڈھائے گئے کہ ان کے نقصان سے روکنے کھڑے ہو جاتے ہیں، ظلم و جبر کی یہ مثالیں، ہلاکو، چنگیز، ہٹلر اور سٹالن کے ہتھکنڈوں کو مات کر گئیں۔ عام طور پر جیل میں قیدیوں کے ساتھ اذیت کے مندرجہ ذیل طریقے استعمال کئے جاتے تھے :-

- (۱)۔ قیدی کو بالکل ننگا کر کے اس کے جسم پر بھاری ایڑھی کے بوٹوں کے ساتھ سوار ہو کر ناچنا، ایڑھی کے کیل بے گنا قیدی کے جسم میں پیوست ہو جاتے تھے۔
- (۲)۔ انسانی پاؤں کے تلوے بہت نازک ہوتے ہیں، عام طور پر کچھ الگوانے کے لئے پولیس، قیدی کے پاؤں کے تلوؤں کو نشانہ بناتی تھی یا اس کی ریڑھ کی ہڈی پر ضربیں لگاتی تھی۔
- (۳)۔ رانفل کے بٹ سے قیدی کے جسم پر ضربیں لگائی جاتی تھیں، ایک اور طریقہ یہ اختیار کیا جاتا تھا کہ قیدی کو دونوں گھٹنوں میں سے بانس گزارا جاتا تھا، اس بانس کو ہر دو طرف بیٹھے ہوئے سپاہی گھماتے تھے جس سے قیدی کی جلد پھٹ جاتی۔
- (۴)۔ اذیت کا ایک عام حربہ قیدی کے کانوں پر زور سے گھونسا لگانا تھا، اس سے قیدی فوراً بے ہوش ہو جاتا اور اس کی قوتِ سماعت کو شدید نقصان پہنچتا تھا۔
- (۵)۔ بعض قیدیوں کو لگاتار برف کی سلوں پر ننگے بدن لیٹنے پر مجبور کیا جاتا تھا۔
- (۶)۔ قیدی کے جسم کے نازک حصوں پر بجلی کے تاروں سے جھکے لگانا پولیس کا معمول تھا۔
- (۷)۔ بعض اوقات جلتے سنگڑوں یا موم تیبڑوں سے قیدی کا جسم داغا جاتا تھا۔

- (۱۸)۔ قیدی کو سونے سے باز رکھنا اور آب و دانہ سے محروم کرنا بھی ایک طریقہ معصومیت تھا۔
- (۱۹)۔ قیدیوں کو اپنا پیشاب پینے پر مجبور کیا جاتا تھا۔
- (۱۰)۔ قیدی کی کلائیوں سے رسی باندھ کر اسے لٹکا دیا جاتا تھا حتیٰ کہ اس کے جسمانی جڑ بد شکل اور متورم ہو جاتے۔
- (۱۱)۔ قیدی کو دست پر پشت بستہ ہو میں معلق رکھا جاتا۔
- (۱۲)۔ قیدی کی اٹھلیاں کرسی کی ٹانگوں کے نیچے رکھ کر دبائی جاتیں، کرسی پر بھاری جسم کا سپاٹی بٹایا جاتا تھا۔
- (۱۳)۔ سچ بستہ رات کو قیدیوں کو ننگے بدن کھڑے رہنے پر مجبور کیا جاتا اور اس دوران اس کے جسم پر ٹھنڈے پانی کی بالٹیاں ڈالی جاتیں۔
- (۱۴)۔ قیدی کی گردن دیوڑھی کر اس کا گلا دونوں ہاتھوں سے بار بار اس طرح دیا جاتا کہ وہ کئی روز تک کوئی چیز نکلنے کے قابل نہ رہتا۔
- (۱۵)۔ قیدی کے ساتھ ظلم کا ایک انتہائی کمرہ طریقہ وہ تھا جس میں اُسے ننگا کر کے اس کے کپڑے اس کے منہ میں ٹھونس دیئے جلتے، اس کے بعد اُسے ایک پنج سے باندھ کر سر کو ایک طرف لٹکا دیا جاتا، تب ایک لمبا اور بھاری ڈنڈا اس کی ٹانگوں پر رکھ دیا جاتا اور دو پولیس والے اس پر بیٹھ جاتے، یہ ڈنڈا قیدی کی ٹانگوں پر پھیرا جاتا اور اس عمل میں اس کی ہڈیاں اور جلد ٹوٹ پھوٹ جاتی۔
- ظلم و جورگی ایک انوکھی مثال ملاحظہ ہو:- ایک مرتبہ، ایرجنسی کے دوران دیو اس میں آٹھ منظر ہرین کو گرفتار کر لیا گیا، حوالات میں داخل کرنے کے بعد پولیس نے ان کے کپڑے اتار دیئے اور ان کے ہاتھوں اور ٹانگوں کو باندھ کر ان کے درمیان ڈنڈے گھیر دیئے گئے۔ اس سے بھی پولیس کی تسلی نہ ہوئی، انہیں ایک دوسرے کے ساتھ قوم لوط کے فعل اور ایک دوسرے کے پوشیدہ اعضاء چاٹنے پر مجبور کیا گیا، اس دوران پولیس، اس ”دلچسپ تاشے“ کو دیکھ دیکھ کر محظوظ ہوتی رہی، صرف اسی پر اکتفا نہ کیا گیا، پولیس نے قیدیوں کو دھکی دی کہ وہ انہیں اپنی بیٹیوں کے ساتھ ایسے فعل جہرام کرنے پر مجبور کر دیں گے۔
- دو پولش لوگوں کے خاندان کے لوگوں پر اس نئے ظلم کیا جاتا تھا کہ کسی طرح ان سے ان کے دو پولش

مزیدوں سے بارے میں راز اگلوٹائے جا سکیں، سات سال کی ایک معصوم بچی کو پولیس نے اس لئے حراست میں لے لیا کہ اس کی مدد پرش ماں کو رضا کارانہ گرفتاری پر مجبور کیا جاسکے، یہ بچی معذور تھی جب اس کا اس کی ماں نے اپنے آپ کو پولیس کے حوالے کر دیا تب بھی بچی کو رہا نہ کیا گیا۔ پولیس بربریت کی مشہور مثال، نکلنٹن ریڈی کے ساتھ سلوک ہے، سنہلندی، ہندوستان فلم انڈسٹری کی مشہور اداکارہ "سماکر"، فلم کی ہیروئن تھی، سیاسی اختلاف کی بنا پر اسے گرفتار کر لیا گیا، اس کے ننھے ننھے بیٹے، کونارک کو پولیس، زبردستی چین لے گئی تاکہ اس کی ماں سے جدا کر دیا جائے اس کے بارے میں معلومات اگلوٹائی جا سکیں، اس کے عمر رسیدہ باپ کو رات بھر جاتے پر مجبور کیا گیا، سنہلٹا کو، میسا کے تحت گرفتار کر کے جیل کی سی کلاس دی گئی جو اخلاقی جرموں کے لئے مخصوص ہوتی ہے۔ مسلسل آٹھ ماہ تک پولیس، اس کے ساتھ غیر انسانی سلوک کرتی رہی، حالت زیادہ بگڑ گئی تو اسے رہا کر دیا گیا۔ . . . اور وہ رہائی کے پانچ دن بعد مر گئی، سنہلٹا نے قید کے دوران ایک دن اپنی ڈائری میں لکھا۔

"میں مسلسل پوچھتی رہی کہ وہ لوگ (گھروالے) کیوں نہیں آتے لیکن کوئی جواب نہ ملتا، میں انتظار کرتی رہی، کرتی رہی، ڈاکٹر آیا اور دیکھا میری حالت بہت خراب ہے لیکن کچھ نہ ہوا۔ اس نے کہا کہ سپرنٹنڈنٹ نے میرے ساتھ ملنے والوں کا داخلہ بند کر دیا تھا، کیونکہ میں نے آئی جی کے سامنے اس کی ہنگ کی تھی، چالبانی (جیل سپرنٹنڈنٹ) انتہائی گھٹیا اور اذیت پسند شخص ہے، وہ بزدل اور جھوٹا بھی ہے، میرا کبھی ایسے کسی شخص سے پالانہیں پڑا۔ وہ بدتمیز، جاہل اور شیطان ہے۔ یہ سخت الفاظ ہیں۔ مگر صبح ہیں، اس کی وجہ سے مجھے اندھروں اور خالی دیواروں کی طرف چلنا پڑا، جہاں سے آگے بڑھنا ناممکن تھا، جہاں خیالات کا دم گھٹتا تھا، میں بے بس ہو گئی تھی، . . . دانستہ تعاقب . . . میں بیہوش مریاؤں کی، آہستہ آہستہ ماضی کے بھولے ہوئے ننھے ننھے کی طرح . . . یہ لوگ مجھے سرعام ہلاک ہونے پر کیوں مجبور کر رہے ہیں؟"

انڈیا گاندھی نے ہمیشہ یہ دعویٰ کیا کہ وہ سوشلزم اور سیکولرازم کو ہندوستان کی فلاح کے لئے ضروری سمجھتی ہے، روس نواز کمیونسٹ پارٹی، عام طور پر کانگریس کا ساتھ دیتی رہی ہے لیکن ایمرجنسی میں جو سلوک بائیں بازو کے رہنماؤں سے ہوا وہ انتہائی دردناک کہانی ہے، نیکل باڈی تحریک کے حامیوں کو جن جن کر ہلاک کیا گیا، اندھیرا پردیش میں اس تحریک کے حامی پچاس طلباء کو

میسرا اور ڈی آئی آر کے تحت گرفتار کیا گیا، طلبہ کی ایسی تمام انجمنوں پر پابندی لگادی گئی جو مارکسٹ  
 اینسٹ پلڈی کی حامی تھیں، عثمانیہ یونیورسٹی میں پردرگ سیوڈیوٹو کرکے سٹوڈنٹس یونین کے مقبول لیڈ  
 جہاں چند شیکر پرشاد کو گرفتار کر کے بے پناہ تشدد کا نشانہ بنایا گیا۔ اس کے ساتھ ایک اور طالب علم  
 رہنا، شری نیلم رام چند یا وہ کبھی پکڑ لیا گیا، انہیں دھکی دی گئی کہ وہ اپنی زیر زمین سرگرمیوں کی  
 تفصیل بتادیں ورنہ انہیں جیل میں لے جا کر گولی کا نشانہ بنا دیا جائے گا، نیا کام ہو کر پولیس انہیں  
 اندھیرا پردیش کے ضلع کھام کے جینکوں میں لے گئی اور درختوں کے ساتھ باندھ کر پہلے تو راتقل کے  
 بیٹ سے پٹائی کی، اس پر صبحی دونوں نے کچھ نہ بتایا تو انہیں گولی مار دی گئی اور نعشوں کو جلا دیا گیا،  
 متعدد دوسرے طالب علم رہنماؤں کو بھی اس دہشت انگیز طریقے سے ہلاک کیا گیا جیالوجی کے  
 طالب علم بی۔ پردیپ کار کو اس قدر مارا گیا کہ اس کی ہڈیاں باہر نکل آئیں۔ اسے بالوں سے پکڑ کر  
 کمرے کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک کھینچا جاتا تھا۔ ایک اور طالب علم موہن لال  
 دمہ کامریض تھا لیکن اسے ایسی جگہ رکھا گیا جہاں سیلن تھی اور ہوا کا گزر تک نہ تھا۔

حور میں بھی ظلم سے محفوظ نہ رہیں، سہنٹاریڈی کی دودھری کہانی ہم پہلے بیان کر چکے ہیں،  
 پردرگ سیوڈیوٹو گناریشن فار ویمن کی صدر مس کے لیتا کو حیدرآباد اور گنتر کے درمیان گرفتار کیا گیا،  
 اسے نومبر ۱۹۵۷ء کو گرفتار کیا گیا اور پندرہ روز تک متواتر حالات میں پوچھ گچھ کے لئے قید رکھا  
 گیا۔ جب اس نے بولنے سے انکار کر دیا تو ایس، پی نے اس کے منہ پر ٹھاپڑ رسید کیا اور سپاہیوں  
 نے اس کی پشت پر ڈنڈوں سے ضربیں لگائیں اور بھاری بوٹوں سے کبھی ادھر کبھی ادھر ٹھوکریں  
 مارتے رہے۔ اکثر ممتاز خواتین کو ایسے کمروں میں رکھا گیا۔ جہاں پہلے سے ہی چورہ بدتماش اور  
 دیوانی عورتیں قید ہوتی تھیں۔

دو جیلیں، قیدیوں پر ظلم و جبر کرنے کی رو سے، بہت مشہور ہیں۔ ایک حصار جیل دوسری تہاڑ جیل۔  
 ایمرجنسی کے دوران بیشتر سیاسی کارکنوں کو انہی دو جیلوں میں رکھا گیا۔ مشرقی پنجاب کے مشہور  
 سیاسی لیڈر، پرکاش سنگھ بادل کو تہاڑ جیل میں رکھا گیا تھا۔ ان دو مشہور جیلوں کے علاوہ، ہریانہ اور  
 اتر پردیش میں انتہائی غلیظ اور برائے وقتوں کی یادگار جیلیں بائی جاتی ہیں، ہریانہ، وزیر دفاع، منسی لال  
 کی ریاست تھی، وہ ہمیشہ اندھا گاندھی سے کہا کرتا تھا، "آپ اپوزیشن کو میرے سپرد کر دیں، میں اس  
 سے نمٹ لوں گا" ہریانہ کی بعض جیلوں میں تنگ و تاریک کمرے تھے، جہاں روشنی کا انتظام تو وہ کند  
 روشنی دن تک نہیں ہوتے تھے، ان جیلوں میں کیڑے ریگتے تھے اور خون چوسنے والے پھر پلتے

تھے، بعض جگہ قیدیوں کو جان بوجھ کر ایسے مریضوں کے ساتھ رکھا گیا، جو کسی چھت کی بیماری میں مبتلا ہوتے تھے، مسز مرٹیل کو کورٹھ میں مبتلا مریضوں کے ہمراہ بند کیا گیا تھا۔، بھارت کے دارالحکومت دہلی کے لال قلعہ میں بھی ایک عقوبت خانہ پایا جاتا ہے، جہاں عام طور پر انتہائی مہیا ننگ جرائم کے مرتکب افراد کو پوچھ گچھ کے لئے قید کیا جاتا ہے۔ ایرجنسی کے دنوں میں لال قلعہ کے عقوبت خانہ میں بھی متعدد سیاسی کارکنوں کو اذیت کا نشانہ بنایا گیا، اس عقوبت خانے کے "سہانوں" میں بھارت کے موجودہ مرکزی وزیر اور اس زمانے میں، اندرا گاندھی کے سب سے بڑے دشمن، جاسرج فرنانڈیس بھی شامل تھے۔ انہیں ایک مدت کی روپوشی کے بعد، آخر کار جون ۱۹۷۱ء میں گرفتار کر لیا گیا، گرفتاری کے بعد انہیں، لال قلعہ کے عقوبت خانے میں بند کر دیا گیا، جہاں شدید گرمی اور حبس کے باوجود نہ نہانے کی اجازت تھی نہ اپنے ماتھے سے رومال کے ساتھ پسینہ پونچھنے کی اجازت، بعد میں انہیں حصار کی بدنام جیل میں قید رکھا گیا۔

ایک سیاسی قیدی کے متعلق معلوم ہوا کہ پولیس نے ظلم کی تمام حدود کو پار کر کے ہوسے لال مرجوں کا سفوف اس کی مقعد میں ٹھونس دیا۔ وہ شخص ابھی تک اذیت سے دوچار ہے اور اسے مقعد کا کینسر ہو چکا ہے، ایک جیل میں تو اس سے بھی زیادہ انسانیت سوز حرکت کی گئی، دو بجائی ہیزوں کو ایک دوسرے کے ساتھ فعلِ حرام کرنے پر مجبور کیا گیا۔ بعض قید خانوں میں قیدیوں کو بالوں کے ساتھ بانڈھ کر کمرے کی چھت سے لٹکایا جاتا تھا، بعض کے زندہ ناخن اکھیڑے جاتے تھے۔ ظلم و بربریت، صرف قیدیوں اور اسیروں تک ہی محدود نہ تھی، ایرجنسی کے دوران بھارت کے طول و عرض میں ظلم و ستم کی آمدھی جل رہی تھی، انتقامی کارروائیاں شدت اختیار کر گئی تھیں، انتقامی کارروائیوں کی ایک مثال ریوراسا کا واقعہ ہے جسے ہفت روزہ عوام نئی دہلی نے شائع کیا۔

اس سنسنی خیز کیس کا تاریک ترین پہلو یہ ہے کہ اقدار کے نشے میں چورنسی لال اور ان کے "ہر نہار" صاحبزادے سریندر سنگھ نے ذاتی انتقام کے لئے ریوراسا کے ایک باعزت اور خوشحال گھرانے کو تباہ کرنے کے لئے اپنی سرکاری پوزیشن کا ناجائز استعمال کیا۔۔۔۔۔ ریوراسا، بھوانی سے تقریباً ۲۲ کلومیٹر دور ہے، یہاں کے راجپوت کہان منگل سنگھ نے بتایا کہ یہاں ہونے والے ظلم و ستم کی شہایت ۱۹ افراد پر مشتمل ایک وفد نے دلی سارکٹر شریستی اندراجی سے کی تھی مگر اس شکایت کا نتیجہ یہ نکلا کہ گاؤں والوں پر ظلم و ستم اور بھی بڑھ گیا، اس وفد میں مجاہدین آزادی کی

بیو ایس اور ان کی مائیں بھی شامل تھیں، ... اس کیس کی سب سے اہم شخصیت بھنور سنگھ جو نوجوان لیڈر تھا، نے بتایا کہ میں ۱۹۷۲ء میں شیبہ کا بچ بھوانی میں پڑھتا تھا اور میرے چاتر سنگھ میں جھڑپیں لال کے بیٹے مرید سنگھ نے مجھ سے انتقام لینے کے لئے پولیس ڈ ہارٹ دے دی تھی مگر میں کسی نہ کسی طرح بچ گیا اور فرار ہو گیا مگر میری عدم موجودگی میں پولیس نے ۳۱ مارچ کو میری ماں ۴۳ سالہ شریستی دیوی سے میرے بارے میں پوچھا، میری عدم موجودگی پر اسے گندی گالیاں دی گئیں اور دھکی دی گئی کہ تیرے بیٹے کو زندہ نہ چھوڑیں گے۔ اس نے دزیرا علی کی مخالفت کی جہت کیسے کی۔

بھنور سنگھ کی ماں نے بتایا کہ میں جب اپنے بیٹے کا حال معلوم کرنے بھوانی گئی تو مجھے اور میرے بھائی کی لاتوں اور گھونسلوں سے تواضع کی گئی اور ہم دونوں کو ننگا کر کے حوالات میں بند کر دیا گیا، میرے دونے چلانے اور بھائی کی منتیں کرنے کا ان ظالموں پر کوئی اثر نہ ہوا اور ہمیں س شرمناک حالت میں حوالات میں رکھا گیا، ... دوسرے دن میرا بڑا بھائی دلپ سنگھ جب تھانے آیا تو اسے بھی بری طرح مار پیٹ کی گئی اور تھانے میں ہی بند کر دیا گیا۔ اس نے موچھ، اکھاڑنے کی کوشش بھی کی گئی اور وہ بے چارہ درد سے چلاتا رہا۔

بھنور کی ۸۲ سالہ نانی رام جوت کو پولیس نے ۲ اپریل کو آدیو چا اور آتے ہی مکان کے کواڑ توڑ کر گھر کا تمام سامان بکھیر دیا اور توڑ دیا جس پر اس کی نانی نے احتجاج کیا اور اس کا جراب پولیس نے لاتوں اور پتھروں سے دیا اور ایک زور دار لات سینے پر پڑنے سے وہ وہیں دم توڑ گئی، اس لاش کو تیل چھڑک کر آگ لگا دی گئی اور پولیس نے چلانا شروع کر دیا کہ بڑھیا ہے خود کشی کر لی ہے، دوسری طرف پولیس کے گھوڑ سواروں نے بھنور سنگھ اور اس کے ماما کی تمام لھیتی برباد کر دی ... رہا میں چاتر سنگھ شہتی کے صدر ٹاکر بیر سنگھ کو بھی نہیں ملا اور اس کے بیٹے نے اپنے انتقام کا نشانہ نہایا اور اس کی تمام فصل تباہ کر کے لگ بھگ ایک کروڑ روپیہ کی زمین ریکورڈ کی گئی، اس سے پہلے اس کے تمام خاندان کو میسا کے تحت نظر بند کر دیا گیا تھا۔

ایر جنسی کے دوران ہزاروں مکلفات گرائے گئے، لاکھوں کو بے گھر کیا گیا اور ہزاروں عورتوں کی عصمت لوٹ لی گئی، ایسا محسوس ہوتا تھا کہ بھارت پر غنڈے اور پولیس مل کر حکومت کر رہے ہیں۔ جب مسز اندا گاندھی کو پولیس اور سبھی کی زیادتیوں کی کہانی سنائی جاتی تو وہ 'اچھا' کہہ کر خاموش ہو جاتی،

اس کے تیز بالکل ہی بدل چکے تھے، انتقامی کاروائیوں کی انتہا یہ تھی کہ اندرا گاندھی کے ذمہ دار ساتھی پی۔ این ہسٹرک کو معاف نہ کیا گیا، سنجے کو ہسٹرک کوئی بات ایک مرتبہ ناگوار گزری۔ دہلی میں تمام چھوٹے بڑے دکانداروں سے کہا گیا کہ وہ ہر سو دے پر اس کی قیمت درج کر لیں، مسٹر ہسٹرک کے چچا کی دکان میں ایک تریے پر قیمت نہیں لکھی تھی، پولیس نے ۸۰ سالہ پنڈت کو گرفتار کر کے جیل بھیج دیا اور بالآخر مراد نوا آصف علی کی سفارش پر تین دن بعد انہیں چھوڑا گیا۔ یہ وہی ہسٹرک تھے جنہوں نے ایرجنسی کے اعلان کا مسودہ تیار کیا تھا.... کانگریسیوں نے حالات کا رخ دیکھ کر ایک اور پیشہ اپنایا، وہ پہلے تریے بڑے تاجروں اور دو تین افراد کو میساکے تحت گرفتار کرتے تھے اور پھر ان سے بجاری رشوت کے بدلے سفارش کر کے ان کو رہا کر لیا کرتے تھے، اس کاروبار میں سنجے اور ہنس لال بھی پچھے نہ تھے۔

دہلی میں ایک ادارہ ہے جسے دہلی ڈویلپمنٹ اتھارٹی یا ڈی ڈی اے کہا جاتا ہے، جیسے ہمارے ہاں پاکستان میں کے ڈی اے اور ایل ڈی اے وغیرہ ہیں، سنجے نے دہلی کو خوبصورت بنانے کی ہم شروع کی تو اس ہم کانگریان ڈی ڈی اے کو مقرر کیا، سنجے نے پوری توجہ ایسے علاقوں کی طرف مبذول کی جو پرانی دہلی میں واقع ہیں اور جہاں عام طور پر مسلمان رہتے ہیں، کہا جاتا ہے کہ دہلی کئی دفعہ اجڑی اور کئی دفعہ مہر آباد ہوئی، اسے افغانوں نے بھی اجاڑا اور انگریزوں نے بھی لیکن جس طرح سنجے نے اسے اجاڑا اس کی المناک داستان دہلی کی تاریخ کا ایک خونیں باب بن کر رہ گئی ہے۔

دہلی کو خوبصورت بنانے کے یہاں مسلمانوں کو سزا دینے کا منصوبہ بنایا گیا تھا، ہفت روزہ عوام کے الفاظ ملاحظہ ہوں:-

دہلی کے تمام خواجہ والوں کو نکال دیا گیا، سڑک کے کنارے دکان لگانے والوں کے چالان ہونے لگے، پوری پوری بازاریں منہدم کر دی گئیں، وہاں کے دکانداروں سے کہا گیا کہ وہ شہر سے باہر جا کر اپنی نئی بازار بنالیں۔ جامع مسجد کے دکاندار سب سے زیادہ پریشان ہوئے تھے، انہوں نے محکمہ اطلاعات کے ایک ملازم اندر موہن کو اپنا نائیدہ بنا کر سنجے کے پاس بھیجا۔ وہاں اندر کو ناکامی ہوئی اسی شام گیا رہ پولیس کانسٹیبل اندر موہن کے مکان میں گھس گئے۔ اس کی پٹائی کی اور اس کو حوالات میں بند کر دیا، تین دن بعد بڑی مشکل سے اس کی رہائی ہوئی، پولیس افسروں نے کہا کہ ہمیں اوپر سے حکم ملاحظہ۔

کہا جاتا ہے کہ جامع مسجد دہلی نے ایسی بربادی ~~ساخت~~ کے غدر میں بھی نہیں دیکھی تھی جب انگریزوں نے مغلوں کی یادگار اس عظیم الشان مسجد کو نلام کر دینے کا فیصلہ کیا تھا، صرف چھ گھنٹے میں ہزاروں دکانیں مسمار کر دی گئیں، جامع مسجد کی پشت پر واقع بختہ دکانیں گرا کر زمین برباد کر دی گئیں۔ پورے کابلو بازار ختم کر دیا گیا، اس کا نام و نشان تک باقی نہ رہنے دیا گیا، ہزاروں مسلمانوں کو بے روزگار اور محتاج کر دیا گیا۔ جامع مسجد کے سامنے بلڈوزر چلا کر علاقے کو ایک وسیع میدان میں بدل دیا گیا، ظلم کی انتہا یہ تھی کہ جامع مسجد کے قبرستان کی دیواریں تک بھی گرا دی گئیں، ایسے محسوس ہوتا تھا جیسے کسی اجنبی ملک کی فوج نے دہلی کے اس علاقے پر حملہ کر دیا ہو۔

جامع مسجد کے علاقے کی تباہی کے بعد ترکان گیٹ کی باری آئی، یہاں بھی مسلمان آباد تھے لوگوں کو اپنے گھروں سے زبردستی نکالنے کے لئے بلڈوزر چلا دیئے گئے۔ جب لوگوں نے مزاحمت کرنے کی کوشش کی تو ان پر فائرنگ کی گئی، اس علاقے میں پولیس کی فائرنگ سے پانچ سو افراد ہلاک اور زخمی ہوئے، چار ہزار مکانات منہدم کر دیئے گئے، چالیس ہزار انسان بے گھر ہو گئے اور ایک ہزار سے زیادہ افراد کو گرفتار کر کے جیل بھیج دیا گیا، ترکان گیٹ میں تباہی کا "سین منظر" سنجے اور رخصانہ سلطانہ ایک قریبی ہوٹل سے دیکھتے رہے، ڈی ڈی اے کے چیرمین، جگموجن سے لوگوں نے فریاد کی تو اس کا جواب تھا: "تم یہاں ایک چھوٹا پاکستان بنانا چاہتے ہو؟"

ایک چھوٹے سے بچے کو تباہی کے دوران پچاس لگی تو اس نے ایک سپاہی سے پانی مانگا، پولیس کانسٹیبل نے مسکرا کر کہا "اب تم پاکستان جا کر پانی پیو" کرنال، ریتک، بھیبوانی اور گڑگاؤں میں پرانی بستیاں اور محلے، صفائی کے نام پر تباہ کر دیئے گئے، بے گھر ہوئے والوں کو رہائش کے لئے قبائل جگموجن مہیانا کی گئی، ترکان گیٹ کے بے گھر ابھی تک در در کی ٹھوکریں کھا رہے ہیں، اکیلے کھنڈ شہر میں دس ہزار مکانات اور دکانیں مسمار کر دی گئیں۔ کہتے ہیں کہ ترکان گیٹ کی بربادی کا حال جب اندھا گاندھی کو سنایا گیا تو اس نے ان لوگوں سے کہا کہ جا کر شیخ عبداللہ سے شکایت کریں، یہ لوگ ابھی اپنے گھر واپس نہیں پہنچے تھے کہ انہیں گرفتار کر لیا گیا، ترکان گیٹ کی بربادی کے بعد شیخ عبداللہ، وزیر اعلیٰ کشمیر اس علاقے کی تباہی کا حال دیکھنے آئے تھے، انہوں نے پولیس کے ظلم کی مذمت کی اور کہا تھا، "جہنم شاید ایسا ہی ہو گا، جامع مسجد دہلی کے پرانے امام، امام عبداللہ بخاری نے کانگریس کی مسلمان دشمن کاروائیوں کی مذمت کی اور بڑی جرأت کے ساتھ اندھا گاندھی کو

ہلاک تے رہے، بعد میں امام صاحب نے اس ظلم کے باعث جینا پادٹی کی حمایت کی اور مسلمانوں نے جو ہمیشہ کانگریس کو دوث دیا کرتے تھے، اس کے خلاف اپنا وزن ڈالا۔

ترکان گیٹ کی بربادی شاید اندرا گاندھی کے دور کا المناک ترین واقعہ تھا۔ آل پارٹس منسٹر زمین

جیسی مستند کتاب کے مصنفین نے اس بربادی کی داستان کچھ اس طرح بیان کی ہے :-

سنچے اپنی حالیہ شہرت اور طاقت کے زعم میں آگے بڑھتا گیا، وہ اپنے آپ میں اس قدر مگن تھا کہ دنیا کی کوئی طاقت اسے روک نہ سکتی تھی، ترکان گیٹ کی آبادی کے قبل عام کا اوزن دینے سے پہلے اس نے ایک لمحہ کے لئے بھی سوچنا گوارا نہیں کیا، وہ پرانی عمارات جہاں دہلی قدیم کے ہزاروں افراد آباد تھے، تجارتی مرکزوں کی تعمیر کے لئے مسمار کر دی گئیں، جب اس تباہی کے احکام پر عمل ہونے لگا تو ترکان گیٹ کے لوگ اپنے گھروں کو بچانے کے لئے باہر نکل آئے لیکن ان کی تمام فریاد سنچے گاندھی کے نزدیک صدا بھرا ثابت ہوئی۔ اس نے بلڈوزیوں کو حکم دیا کہ ان معصوم لوگوں کے مکانات کو مسمار کر دیا جائے، اپنے گھروں کی بربادی کا نظارہ دیکھنے اور سنچے گاندھی کی رعوت سے ناراض ہو کر ترکان گیٹ کے باشندے گلیوں میں نکل آئے اور بلڈوزیوں کی مزاحمت کرنے لگے، پورے علاقے میں شور و غل مچا تھا، بوڑھے، عورتیں، ننھے بچے، کچلے جا رہے تھے۔ پولیس کی بھاری جمیعت رائفلوں اور لاٹھیوں کے ساتھ اور خود سنچے گاندھی، ترکان گیٹ کے پاس واقع رنجیت ہوٹل میں رخسانہ سلطانہ اور نوین چاولہ کی صحبت میں اطمینان سے اس تمام منظر کو دیکھ رہا تھا، انہدام کے کام میں لوگوں کی مداخلت اور احتجاج دیکھ کر سنچے آگ بگولہ ہو گیا، اس نے پولیس کو گولی چلانے کا حکم دیا۔ ترکان گیٹ میں خون کی ندیاں بہنے لگیں اور یہ تمام منظر دیکھ کر سنچے خوش ہو رہا تھا، اس قسم عام میں بے شمار لوگ ہلاک ہوئے، لوگوں کی درد بھری فریادیں آسمان تک پہنچ رہی تھیں لیکن سنچے مطمئن تھا۔ لوگوں کو اس طرح کچلنے کے بعد، پندرہ تالیس دن تک اس پورے علاقے میں کرفیو نافذ کر دیا گیا اور اس عرصے میں ظلم و بربریت کا قص جاری رہا۔ . . . . عورتوں کی عصمت دری کی گئی اور مردوں کی توہین کی گئی اور سنچے کی خواہش نفس پوری ہو گئی۔

وہ نازک اندام نوجوان "اپنی ماں کی آنکھ کا تارا، ایسے کتنے ہی گھناؤنے اور ظالمانہ اقدامات کا بانی تھا . . . . یہی اس کی نزاکت تھی"

یہ سب کچھ ہندوستان میں جو کبھی دنیا کی سب سے بڑی جمہوریت کہلاتا تھا، ہوا، دہلی

میں ترکان گیٹ کی آبادی کو طیامیٹ کیا گیا، جامع مسجد بازار اجلا دیو گیا، قرول باغ کو مسماد کر دیا گیا، سبزی منڈی ختم کر دی گئی۔ لاکھوں آدمی ظلم و ستم سے گھبرا کر جتنا پارکے جنگلوں میں چلے گئے یا در در بھیک مانگتے رہتے، یہ ایرجنسی کا تحفہ تھا کہ گورڈ گاؤں، سلطان پور، پیل، مظفرنگر اور کیرانہ میں پولیس کی فائرنگ سے سینکڑوں انسان مار ڈالے گئے۔ کیرانہ کی ایک مسجد میں پولیس آئی اور امام سمیت نمازیوں پر ظلم کی انتہا کر دی، مظفرنگر کے محلہ کھلا پار میں خون کی ہولی کھیل گئی، پٹنہ میں بے گناہ لوگوں پر گولیوں کی بارش کی گئی۔

جس دن ترکان گیٹ میں کر فیوگکا اور گولیاں چلائی گئیں۔ ایک شخص جو اس محلے کا رہنے والا تھا لیکن اس روز باہر تھا، رات کو کسی نہ کسی طرح اپنے گھر کا پتہ چلانے کے لئے کر فیوگ کے باوجود وہاں پہنچا، اس نے جس طرح بعد میں اپنی آپ بیٹی سائی وہ رو گئے کھڑے کر دینے کے لئے کافی ہے، اس کی روداد ہفت روزہ حوام کے ایرجنسی نمبر میں شائع ہوئی، ملاحظہ کیجئے۔

آخر میں اپنے گھر کے دروازے پر پہنچ گیا اور میں نے آہستہ سے کندی کھٹکائی، مجھے پوچان کر جب والدہ نے دروازہ کھولا تو ان کی سراسیمگی دیکھ کر میری سمجھ میں نہ آیا کہ ان سے کیا کہوں۔ انہوں نے مجھے گلے سے لگایا اور رونے لگیں، بھائی کے بیوی بچے سبھی نیچے ہی آگئے تھے، سب ہسے ہوئے، سب کے چہروں پر خوف و ہراس، سب کے رنگ زرد، پھر والدہ نے بتایا کہ پولیس نے کس طرح ہنستے لوگوں پر اندھا دھند فائرنگ کی، جو لوگ گھروں میں تھے انہیں بھی نہیں چھوڑا گیا، گھسیٹ گھسیٹ کر باہر لے جایا گیا اور مار پیٹ کی گئی، ان میں عورتیں اور بچے بھی شامل تھے، ان انسانیت سوز واقعات کی تفصیل اب بہت سے اخبارات میں اچکی ہے لیکن ایک منظر جو میری والدہ نے اپنی آنکھوں سے دیکھا وہ انہیں اب تک بے چین رکھنے میں ہے۔ ایک بوڑھا باپ اور اس کے کمزور ہاتھوں پر جوان بیٹے کی خون میں لتھڑی ہوئی لاش تھی، جو گھر سے جمعہ کی نماز پڑھنے نکلا تھا اور ہمیشہ کے لئے اپنے معبود حقیقی سے جا ملا۔ یہ باپ بیٹا کھیر کے چھانک کے رہنے والے تھے، علاقے میں کر فیو مسلسل تین مہینے تک جاری رہا، کر فیو کیا، پھانگ کے پورے علاقے کی مسلم فوس نے اس طرح مار بندی کر رکھی تھی جیسا جنگل کے دوہان میں کسی دشمن علاقے کا محاصرہ کیا جاتا ہوگا۔ صبح نو بجے سے رات گیارہ بارہ بجے تک بلڈزروں کی مسلسل گورڈا ہٹ، گرتی ہوئی کئی کئی منزلیں عمارتیں جن کے اندر سے سالن بھی پوری طرح نہیں نکالا سکا تھا، اس کی اجازت نہ تھی نہ موقع، لوگ بچتے تھے جہاں ہی پہنچ جاتے تو بہت ہے۔

اپنی آنکھوں سے اپنے ہم جنسوں کو بلے کے نیچے زندہ دفن ہوتے دیکھ چکے تھے اور ڈرتے تھے کہ ان کا بھی یہی انجام نہ ہو۔“

یہ تھا ایرجنسی کا دور، سمجھدار لوگ کہتے تھے ”ہم پر افعالوں کے حکومت کی، مغلوں نے کی، انگریزوں نے کی اور اب امداد گاندھی حکومت کر رہی ہیں۔“ دہلی میں یہ کہانی عام تھی کہ اگر کوئی شخص پولیس کے خلاف ظلم و ستم کی شکایت کرنے کے لئے سب سے گاندھی کے پاس چلا جائے تو بارہ گھنٹے کے اندر اسے گرفتار کر لیا جاتا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ ایرجنسی کے پورے عرصے میں کسی شخص کی زبان محفوظ تھی اور نہ مال، بیورو کریسی کو اپنا تابع مہل بنانے کے لئے، انہوں کو ڈرایا دھمکایا گیا، انہوں کی چھانٹی کی گئی، ایرجنسی کے سائے میں ان سے ملازمت کا تحفظ چھین لیا گیا (بعینہ سبھی سلوک بھٹو حکومت میں، سرکاری ملازمین سے کیا گیا) ایرجنسی سے چند ہی روز پہلے، ہوم سیکرٹری، این، کے کمرچی کو بلاوجہ ملازمت سے نکال دیا گیا اور اس کی جگہ کھڑا جیسے پرلے درجے کے نااہل اور نیشٹڈی افسر کو مقرر کیا گیا، جسے اس مقصد کے لئے راجستھان سے خاص طور پر لایا گیا تھا، ملازمین کی تقرری اور ترقی کے لئے قواعد و ضوابط کو پس پشت ڈال کر اقتدار کے بھوکے گروہ نے، اپنی مرضی کے افسروں کو مقرر کرنا اور ترقی دینا ایک معمول بنایا۔

ایرجنسی کے دوران، حکومت کے نظام کا رنجان مرکزیت کی طرف ہو گیا تھا، ائمہ اعلیٰ اپنے سیکرٹریٹ کے ذریعے پورے ملک پر راج کرنے لگی، اس سیکرٹریٹ کا نگران، امداد کاپلویٹیٹ سیکرٹری، مشر دھون تھا۔ تقریباً دو سو افسروں کو جبراً ریٹائر کر دیا گیا کیونکہ وہ سب سے گاندھی کے ناجائز احکامات پر عمل کرنے کے لئے خود کو آمادہ نہ کر سکے تھے، دکیل، طلبا اور صحافی، قومی سیاست میں اہم کردار ادا کرتے ہیں، اس دانشور طبقے پر، ایرجنسی کے دوران ان کی ظلم توڑے گئے، طلبا پر ظلم و ستم کی مختصر داستان ہم پہلے بیان کر چکے ہیں، صحافیوں پر جبر اور عتاب کی کہانی ایک الگ باب میں سنائی جائے گی قانون کے پیشے سے منسلک افراد آمریت کے خلاف جدوجہد میں، ہمیشہ آگے آگے ہی رہے ہیں، خواہ وہ ملک پاکستان ہو یا بھارت، ہفت روزہ عوام لکھتا ہے :-

”دہلی کے وکیلوں سے سب سے گاندھی کی ناراضگی دن بدن بڑھتی گئی، ان دن جبکہ سرکاری تعطیل تھی، بلٹھو زر عدالت پہنچ گئے اور تقریباً ایک ہزار دکلار کے دفتر کو گرا دیا گیا، جن وکیلوں نے مداخلت کی ان کی بے عزتی کی گئی۔ دوسرے دن دکلار کے دفتر نے دہلی ہائی کورٹ کے چیف جسٹس سے ملاقات کی اور احتجاج کیا۔ یہ تمام دکلار جس بس میں ملاقات کے بعد واپس آرہے تھے اس کو پولیس نے روک کر ۳۴ وکیلوں کو میسا اور ڈی آئی آر کے تحت گرفتار کر لیا۔ دوسری اتوار کو مزید دو سو دکلار کے کین گرا دیئے گئے، بقیہ پانچ سو کے دفاتروں کو دوسری جگہ زبردستی منتقل کر دیا گیا، امن تاناشاہی میں ۵۸ وکیل گرفتار ہوئے اور صرف ایک وکیل مسٹر اشوک سپرا کو ضمانت پر رہا کیا گیا کیونکہ ڈی آئی جی پولیس (جیل) ان کے باپ تھے۔

”کالی“... جھانگ اور آدم خور کالی“ رقص کر رہی تھی، شہر اجڑ رہے تھے، قبرستان اور سنسان آباد ہو رہے تھے، امن، جمہوریت، شرافت کا سورج، ظلم و بربریت کے اندھیروں میں غروب ہو چکا تھا..... یہ تھی اندرالی حکومت !.....

بشکر یہ مکتبہ صحافت لاہور



- پشتر ..... خفیہ میلے جف ..... 8
- " ..... مسیحیت کا جائزہ ..... 9
- " ..... پاکستان میں مسیحیت کے مزاج ..... 10
- " ..... حضرت عیسیٰ کی دوست مسلمان یا عیسائی ..... 11
- " ..... محاسن کنٹرول لایا ..... 12
- " ..... پیر تانی لائٹانی ..... 13
- " ..... تاریخ نجد و حجاز ..... 14
- " ..... توحید و تثلیث ..... 15
- " ..... بعد الف تانی کی حالات زنگل ..... 16
- " ..... کیا رسول اللہ نے تیسری عالمگیر کی پیشگوئی فرمائی تھی ..... 17
- مدس ..... کیا رسول اللہ نے ..... 18
- پشتر ..... کیا اسلام تلوار سے پھیلا ہے ..... 19
- " ..... سوویت باسوسی تنظیم (کے جی۔ بی) ..... 20
- " ..... رسول اکرم کی سیاست خارجہ ..... 21
- اردو ..... روس اور افغانستان ..... 22
- " ..... افغانستان کی دو پارٹی خلق اور پرچم ..... 23
- اردو ..... ۲۴۔ ہندوستان کی باسوسی تنظیم را ..... ۲۴
- " ..... ۲۵۔ پاکستان میں دھماکے کرنیوالی تنظیمیں ..... ۲۵
- " ..... ۲۶۔ سرخ فوج اور سوویت ملطری ..... ۲۶
- " ..... ۲۷۔ روس اور بین الاقوامی معاہدے ..... ۲۷
- پشتر ترجمہ ..... ۲۸۔ ایشیا میں روس کی پیشقدمی ..... ۲۸
- " ..... ۲۹۔ اسلامی تحریک کی پہلی کتاب ..... ۲۹
- " ..... ۳۰۔ دوسری کتاب ..... ۳۰
- ۳۱۔ اے میری قوم

B

14-652

JAL

718

.... جیسا کہ قارئین کو معلوم ہے کہ افغانستان کی جنگ بھارتی فوجیں حصہ لے رہی ہے  
گزشتہ دو ماہ کے دوران ایک بھارتی پائلٹ جاسوس خاتون مجاہدین کے ہاتھوں گرفتار ہوئی  
تھی۔ علاوہ ازیں بیس سے زیادہ بھارتی فوجی مارے گئے ہیں۔  
پچھلے ماہ صوبہ کینبکا میں جب مجاہدین نے روسی ہیلی کاپٹر مارا تو اس میں دس بھارتی  
فوجی جن میں سات مرد اور تین عورتیں تھیں ہلاک ہوئے۔  
مشرق وسطیٰ میں ستر ہزار بھارتی جاسوس عورتیں عرب لوگوں کے گھروں میں مہر دہ  
جاسوس ہیں۔ علاوہ ازیں مشرقی یورپ اور جنوبی ایشیا میں بھی بھارت روس کے لیے  
معلومات فراہم کرتا ہے، نیز سیا چین، گلیشیر اور ادو خان میں را-RAW اور KGB مل کر  
کارروائیاں کرتی ہیں۔

موسیٰ خان جلال زری

قیمت: ۲۰/- روپے